" وقد ثبت رفع اليدين فى هذه المواضع الثلاثة ، ولكثرة رواته شابه المتواتر وقد صح فى هذا الباب اربع مائة خبر واثر و رواه العشرة المبشرة ولم يزل على هذه الكيفية حتى رحل عن العالم ولم يثبت شىء غيرها "

ان تین مواقع پر رفع الیدین کرنا ثابت ہے، اور کثرت روایت کی وجہ سے یہ متواتر کے مشابہ ہوگیا ہے، اور اس بارے میں چار سو خبر واثر صحیح طور پر ثابت ہیں۔ اور عشرہ مبشرہ نے بھی روایت کیا ہے اور آپ ﷺ اسی کیفیت پر قائم رہے یہاں تک کہ اس جہاں سے رحلت فرما گئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز آپ سے ثابت نہیں ہے۔

اور یہ صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ..... لم یزل ..... سے آخر تک جملہ مستانفہ ہے۔ اور ان کا دونوں دعوے یعنی رفع الیدین کرنا عشرہ مبشرہ کی احادیث سے مروی ہے، پھر یہ کہ ایسا عمل ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے مواظبت اور ہمیشگی کی ہے۔ دونوں واضح دلیل کے ساتھ ثابت ہیں۔

❶..... حاکم اور ابن مندہ اس طرف گئے ہیں جیسا کہ ہم نے فتح الباری کی عبارت ذکر کر دی ہے اور بیہقی نے ان دونوں کی موافقت کی ہے جیسا کہ زیلعی ج۱ ص ۴۱۸ میں ہے، پھر ان کا سکوت اور ابن حجر کا سکوت اس طرح عینی کا اس کو عمدہ ج ۵ ص ۲۴۳ میں ذکر کرنا اس کی تائید کے لیے کافی ہے اور ابن قیم کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔ اور مخدوم صاحب نے اگر انکار کیا ہے تو اس کی دوام کی روایت کا انکار کیا ہے اصل روایت کا نہیں۔

❷..... اس بارے میں ابن عمر کی صریح حدیث باین الفاظ مروی ہے:

" فما زالت تلك صلاته حتى لقى الله "

یہی آپ ﷺ کی ہمیشہ کی نماز رہی یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے (یعنی انتقال تک آپ ﷺ اسی طرح رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھتے رہے) اور پھر اگر مخدوم صاحب اس کی صحت کا انکار کرتے ہیں تو یہ انکار مردود ہے اس لیے کہ انہوں نے اس کی سند کے دو آدمیوں پر کلام کیا ہے ایک عبدالرحمٰن بن قریش دوسرا عصمہ بن محمد۔ اور ان کا ان پر کلام اور اعتراض کرنا ہمارے لیے نقصان دہ نہیں اس لیے کہ پہلے شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ سلیمانی نے اس پر وضع حدیث کی تہمت لگائی ہے جیسا کہ (المیزان ج۲ ص۱۱۴) میں ہے۔ پس سلیمانی کا قول نقل کرنا ان کے لیے سود نہیں کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اس کا قول مقبول اور قابل قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے اس کا ابو حنیفہ کو شیعہ تفضیلیہ میں شمار کرنا قبول نہیں کیا جیسا کہ لکھنوی کی کتاب " الرفع والتکمیل ص ۲۵ " پر ہے۔ پھر صرف تہمت دینا قطعی باتوں میں

کافی نہیں ہے اور اللسان ج ۳ ص ۴۲۶ میں اس پر تعاقب کیا ہے اس قول کے ساتھ کہ

" وقد ذكره الخطيب فى تاريخه وقال فى حديثه افراد وغرائب ولم يسمع عنه احد الا خيرا ".

اور ان کو خطیب نے اپنی کتاب تاریخ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی حدیث میں افراد وغرائب ہے اور ان سے خیر اور بھلائی ہی سنی گئی ہے (یعنی ان سے اچھی اور بہتر چیز ہی روایت کی گئی ہے) اور یہ صریح تعدیل ہے لہٰذا تہمت رفع دفع ہوگئی اور شبہ رفع ہوگیا۔ اور دوسرے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یحییٰ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے اور ابو حاتم عقیلی اور دار قطنی نے اس پر جرح کی ہے جیسا کہ میزان ج ۲ ص ۹۶ میں ہے۔ ہم کہتے ہیں عصمۃ نام کے دو آدمی ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے دوسرا وہ ہے جس کو ابن حبان نے الثقات میں طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے ''مستقیم الحدیث'' یعنی وہ حدیث کے سلسلے میں مستقیم اور راست باز ہیں۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے اس لیے کہ اس حدیث کو ائمہ مثلاً بیہقی، ابن دقیق العید، پھر زیلعی اور عسقلانی وغیرہ نے استناداً (تائید کے طور پر) بھی اور استدلال کے لیے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۹ میں ابن دقیق لعید سے منقول ہے۔

" ويزيل هذا التهم يعنى دعوى النسخ ما رواه البيهقى فى سننه ..... الخ ."

یہ تو ہم یعنی رفع الیدین کے منسوخ ہونے کے دعوے کو وہ حدیث ختم کر دیتی ہے جسے امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

الدرایہ ص ۸۵ پر بیہقی سے منقول ہے:

" هذا يدل على خطأ والرواية التى جاء ت عن مجاهد يعنى المتقدمة ".

یہ حدیث اس روایت کے خطا اور غلط ہونے پر دلالت کرتی ہے جو کہ مجاہد سے مروی ہے یعنی گذشتہ روایت۔

پس اگر اس روایت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے ائمہ احناف واقعی موجود ہوتے تو اس کو شیخ کے دعویٰ کے رد میں پیش نہیں کرتے اور نہ ہی نفی والی روایت کو غلط اور نادرست ہونے کے دلیل کے طور پر پیش کرتے۔ حافظ نے اس کو تلخیص ص ۸۱ پر ذکر کیا ہے اور ابن المدینی سے تصحیح نقل کی ہے اور اس زیادتی کا استثنا نہیں کیا۔ لہٰذا مخدوم صاحب کا کہنا " من ادعىٰ صحته الخ " جو شخص اس کی صحت کا دعویٰ کرے ..... الخ مردود ہے ہم نے اس کی جس طرح وضاحت کی ہے اہل فن کے ہاں اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت اور گنجائش نہیں۔

ان کا کہنا ہے:..... سب سے زیادہ تعجب انگیز بات فیروز آبادی کی طرف سے یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں

''غیر ازیں ثابت نشدہ.....الخ'' (اس کے علاوہ ثابت نہیں ہے)

میں کہتا ہوں :..... اس سے بھی تعجب انگیز تو مخدوم صاحب کا اس فن حدیث کے ائمہ امام بخاری اور ان کے اُستاد حمیدی، ابن المدینی، ابن معین، احمد، اسحاق پھر متاخرین میں سے ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم وغیرہ کے مقابلے میں مولوی عبدالحق کی رائے کو لینا ہے۔ اس کی تصریح پیچھے گزر چکی ہے۔

اور فیروز آبادی صاحب نے یہ بات ان جیسے بزرگوں سے لی ہے اس نے خود اپنی طرف سے بیان نہیں کی ان جیسے ائمہ ھدی جن کی اس فن میں اقتداء کی جاتی ہے ان کے مقابلے عبدالحق محدث دہلوی کی کیا حیثیت اور قدر و قیمت ہے؟

ان کا کہنا ہے :..... آخر میں ان کا کہنا کہ حدیث شریف میں ہے جس کو میری حدیث پہنچی پھر اس کو رد کر دیا تو قیامت کے دن میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

اس کا جواب ہے، سائل کے سوال میں ''اس حدیث کے لفظ'' لانے سے مراد لفظ رد ترک عمل کو شامل ہے، اگر چہ وہ اہل اجتہاد وتقلید کے لیے مشروع ہے، جس کا بیان آگے آئے گا، تو لفظ رد کا اس کو شامل ہونا قابل تسلیم نہیں ہے، جو اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل سے ثابت کرے اگر اس کے لانے سے مقصود لفظ رد سے ترک اعتقاد مراد ہے، یعنی حدیث شریف کا انکار یا تمرد وعناد کی وجہ سے حدیث پر عمل نہ کرنا ہے، تو اس سے خدا کی پناہ۔

ان کا کہنا ہے :..... ہر شخص جس نے حدیث پڑھی ہو یا (پڑھائی ہو) یا صرف سنی ہو وہ دوسرے مسلک ومذہب کی حدیث پر عمل کرے، اس شخص کو گمراہ وگمراہ کن کہنا چاہیے یا نہیں؟

میں کہتا ہوں :..... حدیث کا معنی ومفہوم عمومیت پر دلالت کرتا ہے جبکہ شیخ صاحب کی تفسیر درست نہیں ہے اور مخدوم صاحب کا اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا دلیل سے خالی ہے لہٰذا نہ تو وہ علیل وبیمار کی ضرورت کو پوری کرتا ہے اور نہ پیاسے کی تشنگی دور کرتا ہے۔ پھر ہم اس معصوم ذات گرامی ﷺ جس پر میرے ماں باپ قربان ہوں کی احادیث کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے جبکہ آپ ﷺ کے فرامین اہل حق کے نزدیک شریعت ہے، لہٰذا ہمارے لیے عموم کی شمولیت کی وضاحت کی کوئی وجہ نہیں اس کی وضاحت اور بیان ان کے ذمہ ہے جو خصوصی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ان کا کہنا ہے :..... ''ہر کہ خواند یا خواند کتب حدیث را وعمل نکند بر غیر احادیث مذہب آن شخص را ضال ومضل باید گفت یا نہ؟ الجواب: اگر ترک میکند عمل را بر آن بروجہ عناد وتمرد وطعن آن الخ۔''

ہر وہ جو حدیث کی کتابوں کو پڑھتا ہے یا پڑھتے ہیں اور اپنے مذہب کی (مطابقت رکھنے والی) احادیث کے علاوہ دوسری احادیث پر عمل نہیں کرتا ایسے شخص کو ضال (گمراہ) اور مضل (گمراہ کرنے والا)

کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ جواب: اگر عناد، تمرد و سرکشی، ہٹ دھرمی اور طعن و تشنیع کی وجہ سے اس پر عمل نہ کرے .....الخ

میں کہتا ہوں:..... اس کی بنیاد بھی گذشتہ کی طرح ہے۔ جیسا کہ وہ باطل ہوا یہ بھی باطل ہے اس سے زیادہ اور کیا گمراہی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص احادیث رسول پہنچنے کے بعد بھی اس پر عمل نہ کرے۔

ان کا کہنا ہے:..... بلکہ عالم غیر مجتہد کم فہمی و کم سمجھی کی وجہ سے قرآن وحدیث کے کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہونے کی بنا پر دین کے مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرتا ہے، جو آنحضرت ﷺ کے ترجمان کی حیثیت رکھتے ہیں، اس کو گمراہ وگمراہ کن نہیں کہا جاسکتا اور نہ کہنا چاہیے.....الخ

میں کہتا ہوں:.....تمام اہل ایمان کے لیے صرف دو طریقے ہیں، ان کے علاوہ تیسرا طریقہ نہیں، یا تو وہ حدیث کے الفاظ سنتے اور اس کے معنی ومفہوم سمجھتے ہیں وہ اس پر عمل کرنے کے مکلّف ہیں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا قول مفتی کے قول سے کم نہیں۔ ہدایہ ج۱ص۳۰۴ وغیرہ میں فقہاء نے اس کی صراحت کردی ہے۔

یا وہ حدیث کے معنی ومفہوم کو نہیں سمجھ سکتے ایسی صورت میں ان کے لیے توقف کا راستہ ہے کہ وہ یا تو حدیث کے معنی ومفہوم کے سمجھنے تک توقف کریں یا اللہ تعالیٰ کے س قول ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل : ٤٣) (پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل علم) سے دریافت کرلو) پر عمل کریں اور یہ تقلید نہیں ہے بلکہ جہاں سے بھی حق ملے اس کو لینا چاہیے۔ (ارشاد ہے) ﴿وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ﴾ (یوسف:۷۶) اور ہر جاننے والے کے اوپر اور بھی جاننے والا ہے۔

ان کا کہنا ہے:..... کیونکہ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ ہر عامی وعالم پر جو اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، کسی نہ کسی مجتہد کی بغیر متعین کئے ہوئے تقلید فرض ہے۔

میں کہتا ہوں:..... یہ امام ابوحنیفہ کے قول کے خلاف ہے۔ ان سے کہا گیا: جب آپ کوئی بات کہیں اور اللہ کی کتاب (قرآن) اس کے مخالف ہوتو؟ آپ نے کہا کتاب اللہ کے مقابلے میں میری بات کو چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا: جب اللہ کے رسول کی حدیث کے مخالف ہوتو؟ آپ نے اس پر بھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی موجودگی میں میری بات کو چھوڑ دو۔ (خزانۃ الروایات)

اور انہوں نے کہا ہے کہ "لا ینبغی لمن لم یعرف دلیل ان یفتی بکلامی"

(حجۃ اللہ البالغۃ ج۲۱ص۳۷۰۔اصح المطابع)

جس شخص کو میری دلیل معلوم نہ ہو اس کے لیے لائق نہیں کہ وہ میرے کلام کے ساتھ فتویٰ دیدے۔

بلکہ مخدوم صاحب کے اپنے قول کے بھی خلاف ہے کہ وہ خود اپنی کتاب نور العین میں کہتے ہیں:

"انا نعتقد فی امامنا الا عظم الذی هو الامام الا عظم اکملهم واقدمهم سنا و تقویٰ وفضلا انه لا یخالف هذا المقدار من الا حادیث الصریحة التی مر ذکر ها اصلا وبعید عنه ان لا یطلع علی واحد من تلك الا حادیث المذکورة قطعا . وعلی تقدیر فرض ان یکون الامام قال بخلافها ، فقد صح وثبت عنه رحمہ اللہ حین سئل : بانك اذا قلت قولا قد خالفت قول لرسول ﷺ فکیف نفعل ؟ قال : اترکوا قولی ..... الخ کما تقدم وذکر فی الخزانة والمتانة ، وغیرهما ناقلا عن الروضة الزندو سیة عن کل من الامام ابی حنیفة ومحمد انه قال : اذا قلت قولا وکتاب الله یخالفه وکذا خبر النبی ﷺ وکذا قول الصحابی ، فاترکوا قولی ، فما احسن انصاف الامام وما اجمل اتباعه لسید ألانام علیه وآله واصحابه افضل الصلوات والسلام . وقد صح بنحو هذا عن الامام الشافعی فاذا صح مثل هذا عن افضل المجتهدین فی مخالفة حدیث صحیح واحد فما فوقه فکیف لا یجوز لنا ترك قوله بو رود هذا المبلغ من الا حادیث النبویة الثابتة التی کاد ان یتواتر معنا ها . والعجب من بعض المتا خرین انهم یجوزون ترك قول الامام ابی حنیفة فی المزارعة بسبب التعامل ومسئلة السعابة لغلبة الکفار ، وفی مسئلة الوقف التحصیل غلات الا وقاف و فی مسئلة عدم جواب الا ستیجار علی العبادات با مر ها کالا مامة والاذان ، و تعلیم الفقه والقرآن وامثال ذلك لتحصیل شی ء من حطام الدنیا فی سائر المسئلة الکثیرة یعنی ذلك من الاسباب !! ولا یجوزون ترك قوله المخالف لقول سید الاولین والاخرین ﷺ وقد قال سبحانه وتعالیٰ ﴿ وما اتا کم الرسول فخذو ه وما نها کم عنه فانتهوا ﴾ (الحشر) ان قیل : قد یمکن ان یحسن الظن بالا مام الاعظم ان هذه الا حادیث کلها واکثر ها قد بلغته ، وقد بلغه ایضا ما یعارض من الاحادیث الآخر لم نطلع علیها نحن ، قلنا سلمنا انه یحتمل ان الامام قد اطلع علی حدیث واحد او اکثر فی نفی الاشارة ونحن لا نطلع علیها . فهذا الا حتمال المو هوم هل یعارض الاحادیث الصحیحة الموجودة فی غایة الکثرة وجودا

اثباتا محققا . وترجيح الموهوم على المحقق غير صحيح ، ولا معقول . فضعف ذلك الاحتمال وارتفع الاشكال ، وماذا بعد الحق الا الضلال ، والحق احق ان يتبع العلم الله الكبير المتعال ". انتهى

ہم اپنے امام اعظم کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ امام اعظم ہے علم میں کامل ہیں دوسروں سے زیادہ کامل ہیں ۔ عمر میں ان سے بڑے ہیں اسی طرح تقویٰ اور فضل میں بھی دوسروں سے بڑھ کر ہیں اور وہ اس مقدار حساب سے صریح احادیث کی مخالفت نہیں کر سکتے جو اصلاً پیچھے گزر چکی ہیں اور یہ بات بھی ان سے قطعی بعید ہے کہ ان مذکورہ احادیث میں سے کسی بھی حدیث پر وہ مطلع نہ ہوں یعنی ان کو ان احادیث کی اطلاع نہ ملی ہو اور بالفرض اگر امام صاحب نے ان احادیث کے خلاف کہا ہو تو یہ بات بھی امام صاحب رحمہ اللہ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ جب کوئی ایسی بات کہیں جس میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی ہو تو پھر ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا تم میری بات کو چھوڑ دو...... الخ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے ۔ اور خزانۃ اور متانہ وغیرہ میں الروضۃ الزندوستہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد سب نے یہ کہا کہ " جب میں کوئی ایسی بات کہوں کہ کتاب اللہ اس کے مخالف ہو اسی طرح حدیث رسول اللہ ﷺ اور اسی طرح صحابی کا قول تو میری بات کو چھوڑ دو ۔ امام صاحب کا کیا ہی خوب انصاف ہے اور کس عمدگی کے ساتھ وہ سید الانام علیہ وآلہ واصحابہ افضل الصلوات والتسلیم کی اتباع اور پیروی کر رہے ہیں اور اسی طرح کے الفاظ امام شافعی سے بھی ثابت ہیں ۔ جب ایسا قول افضل ترین مجتہد سے ایک صحیح حدیث کی مخالفت کے متعلق صحیح طور پر ثابت ہوا ہے تو اس سے زیادہ کے متعلق کیسے ان کے قول کا چھوڑنا ہمارے لیے جائز ہے جب صحیح احادیث بھی اس حد تک ثابت ہوں کہ ان کے معنی تو اتر تک پہنچنے کے قریب ہوں اور بعض متاخرین احناف کی طرف سے تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کی بات کو مزارعت میں تعامل کی وجہ سے ترک کرنا ، اور غلبہ کفار کی وجہ سے سعایہ کے مسئلہ میں ، اوقاف کے غلوں کے حصول کے لیے وقف کے مسئلہ میں عبادات پر اجرت لینے کے عدم جواز کے مسئلہ میں مثلاً امامت ، اذان ، فقہ اور قرآن کی تعلیم وغیرہ اور اسی طرح بہت سے دوسرے مسائل میں کہ دنیا کے سامان کے حصول کے لیے ان اسباب کو جائز سمجھنا (اگر چہ امام صاحب کے قول کے مخالف ہو) جبکہ وہ لوگ امام ابوحنیفہ کے اس قول کو ترک کرنا جائز سمجھتے ہیں جو سید الاولین والآخرین ﷺ کے قول کے مخالف ہو ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر : ۷) یعنی جو کچھ تمہیں رسول (ﷺ) دے اسے لے لو اور جس چیز سے روکو اسے رک جاؤ ۔ تو اور اگر کہا جائے کہ امام اعظم کے ساتھ حسن ظن رکھ سکتے ہیں کہ یہ تمام احادیث یا ان میں سے اکثر ان کو پہنچی ہیں اور ان کو وہ دوسری

احادیث بھی پہنچ گئی ہیں جو ان کے معارض ہیں اور ہم ان پر مطلع نہیں ہوئے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ امام صاحب ایک یا زیادہ حدیثوں پر مطلع ہوئے جو کہ نفی اشارہ کے بارے میں ہیں اور اس پر مطلع نہیں ہوئے یہ ایک موہوم احتمال ہے کیا یہ کثیر تعداد میں موجود صحیح احادیث کا مقابلہ کرسکتا ہے جو کہ بالکل ہی ثابت شدہ محقق ہوں اور ثابت شدہ پر خیالی اور موہوم چیز کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی معقول ہے۔ لہٰذا یہ احتمال کمزور ہے اس لیے اشکال رفع ہوگیا۔ ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس : ۳۲) حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں اور حق ہی کی پیروی کی جانی چاہیے اور علم بڑے بلند بزرگی والے رب کے پاس ہے۔

لہٰذا مخدوم صاحب کا اس مسئلہ میں رجوع کرنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے اس لیے کہ اثبات رفع الیدین اثبات اشارہ سے زیادہ قوی ہے۔ اور اس کا متواتر ہونا زیادہ موکد اور ثابت ہے بلکہ یہ منصوص علیہ ہے۔ پھر شیخ کا اس کو جمہور کی طرف منسوب کرنا خلاف واقع ہے۔

ابن حزم کہتے ہیں:

" قد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن آخر هم ، واجماع التابعين اولهم عن آخر هم ، واجماع تابعى التابعين اولهم عن آخرهم على الإمتناع والمنع من ان يقصد منهم احد على قول انسان منهم او ممن قبلهم فيا خذه كله فليعلم من اخذ بجميع اقوال ابى حنيفة او جميع اقوال مالك او جميع اقوال الشافعى او جميع اقوال احمد ۔ رضى الله عنهم ۔ ولم يترك قول من اتبع منهم او من غير هم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جاء فى القرآن والسنة غير صارف ذلك الى انسان بعينه انه قد خالف اجماع الامة كلها اولها عن آخر ها بيقين لا اشكال فيه ، وانه لا يجد لنفسه سلفا ولا انسانا فى جميع الاعصار المحمودة الثلاثة فقد اتبع غير سبيل المؤمنين ونعوذ بالله من هذه المنزلة ."

(حجة الله ج۱ ص ۱۵۵ طبع مصر)

''صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے شروع سے لیکر آخر تک سب کا اس بات پر اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے کسی انسان کے قول کی طرف یا ان سے پہلے کسی انسان کے قول کی طرف رجوع کرنا اور اس کی ہر بات کو تسلیم کر لینا ممنوع ہے اور اس سے روکا گیا ہے۔ اب جو آدمی امام ابوحنیفہ کے تمام اقوال یا امام مالک کے تمام اقوال یا امام شافعی کے تمام اقوال یا امام احمد بن

حنبل رحمہ اللہ ۔ کے تمام اقوال کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے یا دوسرے کسی مقتدیٰ کے تمام اقوال کو تسلیم کرتا ہے اور قرآن وسنت پر تب تک اعتماد نہیں کرتا جب تک کہ وہ اسے کسی انسان متعین کے قول کی طرف نہ پھیر دے تو یاد رکھیں کہ اس شخص نے آغاز سے انجام تک ساری امت (اجماع امت) کی یقیناً مخالفت کی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ۔ اور سلف صالحین اور تینوں قابل تعریف زمانوں میں سے کسی کو بھی یہ شخص اپنے ساتھ نہیں پائے گا اور یہ کہ یہ شخص اہل ایمان کے سوا کسی دوسرے راستے پر چل رہا ہے (ہم اس حالت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ۔)''

شاہ ولی اللہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

" انما يتم يعنى ما قاله ابن حزم فيمن له ضرب من الا جتهاد ولو على مسئلة واحدة ، وفيمن ظهر عليه ظهورا بينا ان النبى ﷺ امر بكذا او عمل كذا وانه ليس بمنسوخ اما بتتبع الاحاديث واقوال المخالف او الموافق فى المسئلة فلا يجد لها نسخا او بان يرى جما غفيرًا من المتبحرين فى العلم يذ هبون اليه و يرى المخالف له لا يحتج الا بقياس او استنباط او نحو ذلك فحينئذ لا سبب لمخالفة حديث الانفاق خفى او حمق جلى وهذا هو الذى اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قال (و من العجب العجيب، ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف اخذ اما مه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا و هو مع ذلك يقلد ه فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جمو دا على تقليد امامه بل يتخيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة و يتأ ولها بالتأ ويلات البعيدة نضالا عن مقلده) وقال : ((لا يزل الناس يسئلون من اتفق من العلماء من غير تقييد لمذهب ولا انكار على احد هم يتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلدا له فيما قال كانه نبى ارسل ، وهذا نأى عن الحق و بعد عن الصواب لا يرضى به احد من اولى الالباب)) وقال ابو شامة : ((يبغى لمن يشتغل بالفقه ان لا يقتصر على مذهب امامه ويعتقد فى كل مسئلة صحة ما كان اقرب الى الكتاب والسنة المحكمة وذلك سهل عليه اذا كان اتقن معظم العلوم المتقد مة وليجتنب التعصب والنظر

فی طرائق الخلاف المتأخرة فانها مضية للزمان ولصفوة مكدرة. فقد صح عن الشافعی انه نهی عن تقليده وتقليد غيره وقال صاحبه المزنی فی اول مختصره اختصرته هذا من علم الشافعی ومن معنی قوله لا قربه علی من اراده مع اعلاميه نهيه عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه لدينه ويحتاط لنفسه ای مع اعلامی من اراد علم الشافعی نهی الشافعی عن تقليده وتقليد غيره" ۔ و فيمن يكون عاميا ويقلد رجلا من الفقهاء بعينه لويری عنه يمتنع من مثله الخطاء وان ما قاله هو الصواب البتة واضمر فی قلبله ان لا يترك تقليده وان ظهر الدليل علی خلافه وذلك ما رواه الترمذی عن عدی بن حاتم انه قال سمعته يعنی رسول الله ﷺ ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبة : ۳۱) قال انهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم اذا احلوا شيئا استحلوه و اذا حرموا عليهم شيئا حرموه . وفيمن لا يجوز ان يستفتیء الحنفی مثلا فقيها شافعا وبالعكس ولا يجوزا ن يقتدی الحنفی بامام الشافعی مثلا فان هذا قد خالف اجماع القرون الاولی ، وناقض الصحابة والتابعين وليس محله فيمن لا يدين الا بقول النبی ﷺ ولا يعتقد حلالا الا ما احله الله ورسوله ﷺ ولا حراما الا ما حرمه الله ورسول ﷺ . لكن لما لم يكن له علم بما قاله النبی ﷺ ولا بطريق الجمع بين المختلفات من كلا مه ولا بطريق الاستنباط من كلامه اتبع عالما راشدا علی انه يصيب فيما يقول ويفتی ظاهرا متبع سنة رسول الله ﷺ فان خالف ما يظنه اقلع من ساعته من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف ينكره احد مع ان الاستفتاء لم يزل بين المسلمين بن عهد النبی ﷺ لا فرق بين هذا دائما .

او يستفتیء هذا حينا وهذا حينا بعد ان يكون مجمعا علی ما ذكرنا ه وكيف لا ولم نؤمن بفقيه ايا كان انه او حی الله اليه الفقه وفرض علينا طاعته وان معصوم فان افتدينا بو احد منهم فلذلك لعلمنا بانه عالم بكتاب الله وسنة رسوله ﷺ فلا يخلو قوله اما ان يكون صريح الكتاب والسنة او مستنبطا عنهما بنحو من الا ستنباط او عرف بالقرائن ان الحكم

فی صورة ما منوطة كذا او اطما ن قلبه بتلك المعرفة فقاس المنصوص على المنوص فكانه يقول ظننت ان رسول الله ﷺ قال كلما وجدت هذه العلة فالحكم ثمة هكذا والمقيس مندرج فی هذا العموم فهذا ايضا معزی الی النبی ﷺ، ولكن فی طريقة ظنون (۱) ولو لا ذلك لما قلد مؤمن بمجتهد فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذی فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه و تركنا حديثه واتبعنا ذالك التخمين فمن اظلم منا ؟ وما عذر نا يوم يقوم الناس لرب العالمين ؟ انتهى ما فی الحجة .

ابن حزم کی یہ تقریر اس کے حق میں پوری ہوسکتی ہے کہ جس کو کچھ نہ کچھ اجتہاد کی قوت حاصل ہو چاہے ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو اور اس کے حق میں پوری ہوسکتی ہے کہ جس کو واضح طور پر علم ہو چکا ہو کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے اور یہ (حکم یا ممانعت) منسوخ نہیں ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یا وہ احادیث اور مسئلہ کے بارے میں مخالف اور موافق اقوال (اور احادیث) کا خوب تتبع اور جستجو کر لے اور معلوم کر لے کہ یہاں کوئی نسخ نہیں ہے یا متبحر علماء کی ایک کثیر جماعت کو دیکھے گا کہ وہ صرف قیاس یا استنباط یا اس قسم کی چیزوں سے ہی استدلال کرتے ہیں اس صورت میں حدیث نبوی کی مخالفت کا سبب مخفی نفاق یا ظاہری حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ فقہائے مقلدین میں سے بعض لوگ اپنے امام کے ماخذ کے ضعیف ہونے سے واقف ہوتے ہیں اور اس کا دفاع نہیں کر پاتے مگر پھر بھی وہ اس مسئلہ میں اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں۔ کتاب وسنت اور قیاسات صحیحہ جس مذہب کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں محض امام کی تقلید جامد کے باعث اس مذہب کو چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ کتاب وسنت کے ظاہر کو چھوڑ نے کے لیے باطل تاویلات تعین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ ہر اس عالم سے مسائل پوچھتے رہے جس سے ملنے کا اتفاق ہوگیا اور کسی خاص مذہب کی تعین کئے بغیر اور کسی سائل پر ملامت کئے بغیر مسائل دریافت کرتے رہے۔ آخر کار یہ مذاہب فقہی) ظاہر ہوگئے اور متعصب مقلدین نمودار ہوگئے ان متعصب مقلدین کا حال یہ ہے کہ اگر چہ ان کا مذہب دلائل سے کوسوں دور ہو پھر بھی اس کی تقلید کرتے رہیں گویا کسی نبی کا قول ہو یہ طریقہ حق سے بعید اور صداقت سے دور ہے کوئی بھی صاحب عقل اس کو پسند نہیں کرسکتا۔

اور ابو شامہ کہتے ہیں جو فقہ میں مشغول ہوا سے چاہیے کہ وہ ایک ہی امام کے مذہب پر اکتفاء نہ کرے بلکہ ہر مسئلہ میں اس کو صحیح سمجھے جو کتاب اللہ اور سنت محکم کی دلالت ومعنی کے قریب ترین ہو۔ یہ طریقہ اس

کے لیے آسان ہے جبکہ اس نے سابقہ علوم کو خوب طریقہ سے حاصل کر لیا، اسے یہ بھی چاہیے کہ وہ تعصب اور متاخرین کے اختلافات میں غور کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ یہ کام وقت کو برباد کرنے والا ہے اور صاف طبائع کو مکدر اور گدلا کرنے والا ہے۔

امام شافعی سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی اور دوسروں کی تقلید کرنے سے منع کیا ہے۔ امام شافعی کے شاگرد امام مزنی نے اپنی کتاب مختصر میں فرمایا ہے کہ ''میں نے اس کتاب میں علوم شافعی اور ان کے اقوال کے مطالب کو مختصر طور پر بیان کیا ہے تا کہ اس کو اس شخص کے ذہن کے قریب کر دوں جو اس کو جاننا چاہتا ہے اور ساتھ ہی یہ بتا دوں کہ امام شافعی نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے تا کہ وہ انسان اپنے دین پر نظر کرے اور اپنے لیے احتیاط کا راستہ اختیار کرے یعنی یہ بھی بتا دوں کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید کی ممانعت فرمائی ہے۔ انتہیٰ

نیز (ابن حزم کا قول) اس کے حق میں صحیح ہوسکتا ہے جو عام آدمی ہو اور کسی معین فقیہ کی تقلید کرتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ ایسے فقیہ سے غلطی سرزد ہونا ناممکن ہے اور یہ جو بھی کہے گا وہ ہر حالت میں یقیناً صحیح ہی ہوگا اور دل میں یہ طے کر لے کہ چاہے فقیہ کے قول کے خلاف دلیل ہو مگر اس کی تقلید نہیں چھوڑوں گا۔ امام ترمذی نے جناب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ : ۳۱)

''یعنی ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں رب بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ان (علماء اور رہبان) کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ جب وہ ان کے لیے کچھ چیز حلال کرتے وہ حلال سمجھتے اور جب کچھ چیز ان پر حرام کرتے تو وہ اسے حرام سمجھتے۔''

اور اس شخص کے حق میں (ابن حزم کا قول) درست ہوسکتا ہے جو اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ کوئی حنفی کسی شافعی فقیہ سے یا کوئی شافعی کسی حنفی فقیہ سے مسئلہ دریافت کرے اور مثلاً یہ کو یہ حنفی کسی شافعی امام اقتداء کرنے کو جائز نہیں سمجھتا ایسا شخص قرون اولیٰ کے اجماع کا مخالف ہے اور اس نے صحابہ اور تابعین کی مخالفت کی ہے۔

(ابن حزم کا قول) ایسے شخص کے بارے میں درست نہیں جو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ہی چلتا ہے اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا اس کو حرام سمجھتا ہے۔ البتہ جب اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا علم نہ ہو اور نہ ہی وہ مختلف احادیث کو جمع کرنے اور تطبیق دینے کا طریقہ جانتا ہو اور نہ ہی احادیث سے استنباط کر سکتا ہو تو اس وقت وہ کسی عالم راشد کی اتباع یا پیروی کر لے اور یہ گمان کرے کہ یہ

اپنے قول میں سچا ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ کے تحت فتویٰ دیتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے گمان کے خلاف کرے تو وہ کسی جدال واصرار کے بغیر فوراً اس سے علیحدہ ہوجائے تو اس اتباع کا کون انکار کرسکتا ہے؟ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے مسلمانوں میں فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے کا رواج چلا آرہا ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ شخص ہمیشہ ایک ہی آدمی سے فتویٰ پوچھے یا کبھی ایک سے کبھی دوسرے سے فتویٰ پوچھے جب کہ بات ویسے ہی ہو جیسے ہم نے بیان کیا ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ ہم کسی بھی فقیہ پر اس طرح ایمان نہیں لائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فقہ وحی کی ہے اور ہم پر اس کی اطاعت فرض قرار دی ہے اور یہ کہ وہ معصوم ہے۔ اگر ہم کسی فقیہ کی اقتداء کرتے ہیں تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا عالم ہے۔ اس کا قول یا تو کتاب وسنت کی صداقت کے باعث ہے یا ان سے استنباط کیا گیا ہوگا یا اس نے قرائن سے معلوم کیا ہے کہ فلان صورت میں دراصل شارع کا حکم فلاں علت پر ہے اور اس کو اس علت حکم کی معرفت کا خوب یقین ہوچکا ہے۔ اس لیے اس نے منصوص پر غیر منصوص کو قیاس کرلیا گویا (فقیہ) کہتا ہے کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں ''جب بھی یہ علت پائی جائے تو وہاں حکم بھی ایسا ہی ہوگا۔'' اس عموم میں مقیس بھی داخل ہے اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے البتہ اس کے طریق میں ظنی امور ہی شامل ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی مسلمان بھی کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا اور اگر ایسا ہو کہ ہم تک رسول معصوم ﷺ (جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے) کی کوئی حدیث پہنچے اور سند بھی صحیح ہو اور وہ حدیث اس کے امام کے مذہب کے خلاف ہو پھر اگر ہم آپ ﷺ کی حدیث کو چھوڑ کر اس تخمینی بات کی اطاعت کریں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ اور جس وقت لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (بروز قیامت) اس دن ہمارے پاس کیا عذر ہوگا؟ (حجۃ اللہ کا اقتباس مکمل ہوا)

ان کے قول "اتبع عالما راشدا" سے مراد وہ شخص ہے جو حدیث کے مطابق فتویٰ دے نہ کہ اپنی رائے سے یا ائمہ کے فقہ کے مطابق یا لوگوں کے اقوال کے مطابق فتویٰ دے۔ امام ابن حزم الاحکام ج ۲ ص ۵۸ میں فرماتے ہیں:

"حدثنا حمام حدثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبدالملك بن اعين ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل قال سالت ابی عن الرجل يكون ببلد لا يجد فيه الا صاحب حديث لا يعرف صحيحه من سقيمه ، واصحاب رأی فتنزل به النازلة من يسال ؟ فقال ابی : يسال صاحب الحديث ولا يسال صاحب الرای ضعيف الحديث اموىٰ من رای ابی حنيفة قال ابو محمد۔

هی کنیة ابن حزم ۔ صدق احمد رحمه الله لان من اخذ بما بلغه عن رسول الله ﷺ هو لا یدری ضعیفه فقد اجر یقینا علی قصد الی طاعة رسول الله ﷺ کما امره الله تعالیٰ واما من اخذ برأی ابی حنیفة او رائی مالك او غیر هما فقد اخذ بما لم یا مره الله تعالیٰ قط بالا خذ به وهذه معصیة لا طاعة".

''ہم سے حمام نے بیان کیا کہا ہم سے عباس بن اصبغ نے بیان کیا کہا ہم سے محمد عبدالملک بن اعین نے بیان کیا کہا ہم سے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو ایسے شہر یا قصبہ میں رہتا ہے وہاں وہ صرف ایسے ہی حدیث والا شخص پاتا ہے جو صحیح اور ضعیف میں فرق نہیں کرسکتا اور اصحاب رائے بھی وہاں رہتے ہیں پھر اس کو کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو وہ ان میں سے کس سے پوچھے؟ میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ صاحب حدیث سے وہ پوچھے صاحب الرائے سے نہ پوچھے۔ اس لیے کہ ضعیف حدیث بھی ابو حنیفہ کی رائے سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ ابومحمد کہتے ہیں۔ کہ یہ ابن حزم کی کنیت ہے۔ احمد رحمہ اللہ نے سچ اور درست کہا اس لیے کہ جس شخص نے اس چیز کو لیا جو اسے نبی کریم ﷺ سے اس تک پہنچی اور وہ اس کے ضعف کو نہیں جانتا اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت رسول ﷺ کا قصد کرنے کی وجہ سے یقیناً اجر ملے گا، مگر جس شخص نے ابوحنیفہ یا مالک یا ان کے علاوہ کسی اور کی رائے کو اخذ کیا جس کے لینے کا اللہ تعالیٰ نے ہرگز اس کو حکم نہیں دیا تو یہ معصیت ہے اطاعت نہیں۔''

اور المحلی ج ۱ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں:

" والمجتهد المخطی افضل عند الله من المقلد المصیب ، هذا فی اهل السلام خاصة واما غیر اهل الاسلام فلا عذر للمجتهد المستد ل ولا للمقلد وکلا هما هالك وبرهان هذا ما ذکر ناه آنفا باسناده من قول رسول الله ﷺ اذا اجتهد الحاکم فاخطأ فله اجر . وذم الله التقلید جملة فالمقلد عاص و المجتهد ما جور ولیس من اتبع رسول الله ﷺ مقلدا، لانه فعل ما امره الله تعالیٰ به وانما المقلد من اتبع دون رسول الله ﷺ لانه فعل ما لم یامره الله تعالیٰ به واما غیر اهل الاسلام فان الله تعالیٰ یقول ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ

الْخٰسِرِيْنَ﴾ .''

اور خطا کرنے والا مجتہد اللہ کے ہاں درست اور اچھائی کرنے والے مقلد سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہ اہل اسلام کے ساتھ خاص ہے جبکہ غیر اہل اسلام کے لیے کوئی عذر نہیں، نہ مجتہد مستدل کے لیے نہ مقلد کے لیے وہ دونوں ہلاکت میں پڑنے والے ہیں۔ اس کی دلیل وہ ہے جو ہم نے ابھی اس کی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا قول بیان کیا ہے کہ ''اذا اجتھد الحاکم فا خطا فلہ اجر'' یعنی جب حاکم اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تقلید کی عمومیت کے ساتھ مذمت کی ہے لہٰذا مقلد گناہ گار ہے اور مجتہد اجر پانے والا۔ جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور پیروی کرے وہ مقلد نہیں ہوتا (تقلید اور اتباع میں فرق ہے) اس لیے کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے اور مقلد تو وہ ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اتباع اور پیروی کرے اس لیے کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔

جبکہ غیر اہل اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

(آل عمران : ٧٥)

''یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنائے گا اس سے وہ (دین) ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔''

(ان کا کہنا ہے) :...... اس لیے کہ غیر مجتہد دلائل و براہین میں کما حقہ غور و فکر اور تدبر کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔

(میں کہتا ہوں) :...... یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر روک لگانا اور پابندی لگانا ہے جو کہ ہر چیز پر محیط اور پھیلی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ (البقرۃ: ١٨٥) یعنی یہ کتاب عام لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے۔ لہٰذا شیخ کا یہ کہنا کہ غیر مجتہد کامل نظر سے عاجز ہوتا ہے اس آیت کریمہ کا مخالف ہے اس لیے کہ ان کے قول کے مطابق قرآن مجید سے بعض لوگ تو ہدایت پاسکتے ہیں اور بعض ہدایت نہیں پاسکتے جبکہ قرآنی آیت کا مدلول یہ ہے کہ یہ ہر اس شخص کے لیے ہدایت ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا شیخ کے قول کے باطل ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

علامہ الفلانی ایقاظ الھمم ص ٥٥ میں لکھتے ہیں:

'' واما ما یورد علی الالسنۃ من ان العمل علی الفقہ لا علی الحدیث ،

فتوه لا معنى له ، لانه من البين ان مبنى الفقه ليس الا الكتاب والسنة . واما الاجماع و القياس فكل واحد منهما يرجع الى كل واحد من الكتاب والسنة فما معنى لا ثبات العمل على الفقه ونفى العمل عن الحديث فان العمل بالفقه عين العمل بالحديث كما عرفت . وغاية ما يمكن فى توجيهه ان يقال ان ذلك حكم مخصوص لشخص مخصوص هو من ليس من اهل الخصوص بل العوام الذين هم الهوام لا يفهمون معنى الحديث ومراده ولا يميزون بين صحيحه وضعيفة ومقدمه وموخره ومجمله ومفسره وموضوعه وغير ذلك من اقسامه ..... فيقال ـ لا مثاله ـ ان يعمل بما جاء عن الفقيه لا يعمل بمجرد سماع الحديث لعدم ضبطه ، واما من اهل الخصوص واهل الخبرة للحديث وفنونه فحاشا ان يقال له ان يعمل بما جاء عن فقيه وان كانت الا حاديث الواردة خلاف ذلك لان العمل على الفقه لا على الحديث هذا اثم مع هذا لا يخفى ما فى هذا اللفظ من سوء الادب والشناعة والبشاعة فان التفوه بنفى العمل على الحديث على الطلاق مما لا يصدر عن عاقل فضلا عن فاضل . "

''یعنی جو زبان زد عام ہے کہ عمل فقہ پر ہوتا ہے حدیث پر نہیں تو یہ فضول بات ہے اس کا کوئی معنی ومطلب نہیں اس لیے کہ یہ بات واضح ہے کہ فقہ کی بنیاد ہی کتاب وسنت پر ہے اور اجماع وقیاس دونوں بھی کتاب وسنت کی طرف لوٹتے ہیں لہٰذا حدیث پر عمل نہ کرنے اور فقہ پر عمل ثابت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فقہ پر عمل کرنا عین حدیث پر عمل کرنا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے زیادہ سے زیادہ ہم یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ یہ حکم ایک مخصوص شخص کے لیے ہے جو اہل مخصوص میں ہیں سے نہ ہو بلکہ ان عوام الناس میں سے ہو جو حدیث کے معنی ومفہوم کو نہیں سمجھ سکتے ۔ یعنی وہ صحیح وضعیف ، مقدم ومؤخر ، مجمل ومفسر اور موضوع وغیرہ اقسام حدیث کے درمیان فرق اور تمیز نہیں کر سکے ۔ ایسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ فقیہ عالم جو بیان کرے اس پر عمل کریں صرف محض حدیث کے سننے پر عمل نہ کریں اس لیے کہ اس کو اس میں ضبط حاصل نہیں ہے اور جو اہل خصوص اور اہل علم حدیث اور فن حدیث کے بارے میں معلومات تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں ان کے لیے ہرگز ایسا نہیں کہا جائے گا کہ وہ فقیہ عالم جو بیان کرے اس پر عمل پیرا

ہوں اگر چہ احادیث اس کے بر خلاف ہوں اس لیے کہ حدیث پر عمل نہ کرنا اور فقہ پر عمل کرنا گناہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس لفظ میں جو سوئے ادب، شناعت اور برائی ہے وہ بھی مخفی نہیں۔ اس لیے کہ مطلقاً حدیث پر عمل کرنے کی نفی کرنا کسی فاضل سے در کنار کسی معمولی عقل والے سے بھی صادر نہیں ہوتا۔''

''فقیہ'' سے ان کی مراد وہ شخص ہے جو صحیح اور ضعیف میں فرق اور تمیز کر سکتا ہے اور معنی اور مراد کو سمجھتا ہے نہ کہ وہ شخص ہے جو اپنی رائے سے فتویٰ دے۔ پھر مخدوم صاحب پہلے گروہ (عوام میں سے) ہیں یا دوسرے گروہ میں سے؟ اگر پہلے گروہ میں سے ہیں تو انہوں نے اس رسالہ کو اور دوسری کتابوں کو تصنیف کرنے کی تکلیف برداشت کی؟ اور کیسے روایات کو جمع کر کے وجوہ ترجیح کا ذکر کیا اور ان روایات پر صحت کا حکم لگایا؟ اور اگر وہ دوسرے گروہ سے ہیں تو شیخ کی اس عبارت کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں (عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے)

(اُن کا کہنا ہے):..... وہمہ چنیں اگر ترك نمود مجتہدی عمل، عمل بعض احادیث لا بواسطة علم بضعف سند أو یا نسخ اور یا معارضه .....الخ

اور ان کو مجتہد متعین کی تقلید جائز ہے، اس میں شک ہی نہیں کہ واجب و جائز کا کرنے والا گمراہ اور گمراہ کن نہیں ہے۔ اسی طرح مجتہد نے بعض احادیث پر سند کے ضعیف یا منسوخ یا معارض یا قوی یا اسی طرح دوسرے علم کی وجہ سے عمل چھوڑ دیا، یا نص قطعی کے خلاف ہونے کا قیاس کیا تو اس کی طرف گمراہ یا گمراہ کن کی نسبت نہیں کی جاسکتی.....الخ

(میں کہتا ہوں):..... یہ سب واضح گمان وظنون ہیں اور سب جھوٹ اور احادیث کے بر خلاف ہیں اور ظاہری امور پر موہوم اور خیالی چیزوں کو وارد کرنا تلبیس ہے حسن ظن نہیں بلکہ بلا شبہ غلو اور حد سے تجاوز کرنا ہے جیسا کہ حجۃ اللہ کی عبارت گزر چکی ہے۔

(اُن کا کہنا ہے):..... وہیچ شک نیست کہ سرمایہ مقصود بہر مؤمنین کلام اللہ عزوجل و کلام رسول اوست۔ ﷺ۔ قال اللہ: ﴿اطیعوا اللہ واطیعو الرسول﴾ ولیکن چوں لابداست کہ در اطلاع کما ینبغی بر حقائق کلا میین مذکورین از علم ناسخ ومنسوخ .....الخ

کوئی شک نہیں کہ ہر مؤمن کا سرمایہ مقصود کلام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو'' لیکن چونکہ ضروری ہے کہ دونوں مذکورہ کلاموں کے حقائق پر ناسخ و منسوخ ہونے کا کما ینبغی (جتنا اس کے لیے ضروری ہے) علم اور اطلاع ہو.....الخ

(میں کہتا ہوں) :..... یہ اصطلاحات متاخرین کی وضع کردہ ہیں اور یہ دو وجوہات سے خالی نہیں ۔ یا تو وہ ان کی تعریفات اور حدود کے بارے میں جانتے ہوں گے اس صورت میں وہ مقلد نہیں رہیں گے ، اس لیے کہ ان کے شاگردوں نے ان سے ہی یہ سیکھا ہے اسی طرح آگے تک اسی معنی ومفہوم میں امام شوکانی ارشاد الفحول ص ۲۵۴ میں فرماتے ہیں:

" الا جتهاد على المتأخرين ايسر واسهل من الا جتهاد على المتقدمين ولا يخالف فى هذا من له فهم صحيح وعقل سوى واذا امعنت النظر وجدت هؤلاء المنكرين انما اتوا من قبل انفسهم فانهم لما عكفوا على التقليد واشتغلوا الغير علم الكتاب والسنة حكموا على غير هم بما وقعوا فيه و استعصبوا ما سهله الله تعالىٰ على من رزقه الله العلم والفهم وافاض على قلبه انواع علوم الكتاب والسنة "

یعنی متاخرین پر متقدمین کی بہ نسبت اجتہاد کرنا زیادہ سہل اور آسان ہے ۔ اور جو شخص فہم صحیح اور عقل سلیم کا مالک ہو وہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اور اگر آپ گہری نظر سے دیکھیں گے تو آپ ان منکرین کو پائیں گے کہ انہوں نے اپنی طرف سے یہ چیزیں بیان کئے ہیں ۔ یہ لوگ جب تقلید کی طرف مائل ہو گئے اور اس پر ڈٹ گئے اور کتاب وسنت کے علاوہ دوسرے علوم میں مشغول ہو گئے تو انہوں نے دوسروں پر وہ حکم لگانا شروع کر دیا جس میں وہ خود گرفتار ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو آسان کیا تھا اس کو اس شخص کے لیے مشکل بنا دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم اور فہم عطا کیا اور اس کے دل کو کتاب وسنت کے علوم سے بھر دیا۔

اور جو ایسا نہیں وہ کیسے نکلے اور گناہ ومصیبت میں پڑ گئے پھر ہم مخدوم صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کن لوگوں میں سے ہیں؟ اگر پہلے گروہ (اولین) میں سے ہیں تو خود آپ نے جو اجتہاد سے خالی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ باطل کر دیا اور پھر تصحیح کے ہوتے ہوئے تصنیف کرنے یا تضعیف کرنے کا کوئی معنی ومطلب نہیں ہوتا ۔ اگر متاخرین میں سے ہیں تو ان اصطلاحات کا کیا مطلب ومعنی ہیں جن کو آپ نے ذکر کیا ہے، یہ تو ایسے اسماء ہیں جن کے مسمیات کو آپ جانتے ہی نہیں ۔ چلیں مجتہد کی اتباع (جائز ہونا) فرض کر لیں تب بھی اس جیسی تنگی ودشواری میں بلکہ اس سے بھی زیادہ مشکلات میں پڑ جائیں گے (یعنی تب بھی مسئلہ پیچیدہ ہی رہتا ہے) اس لیے کہ تمام ائمہ کے نظریات وفتاویٰ مختلف ہوتے ہیں ۔ یہ چاروں مشہور ائمہ اور پھر ان کے زمانے میں ہی ان کے علاوہ بھی بہت سے ائمہ تھے مثلاً ابن ابی لیلیٰ، ثوری ، ابوثور ، اوزاعی اور لیث وغیرہ ان میں سے ہر ایک امام نے کسی نہ کسی مسئلہ میں ایک دوسرے کی مخالفت کی ہے ۔ اب مقلد بیچارے کو نہیں معلوم کہ وہ کس امام کی اتباع کرے ۔ پھر ان میں سے ہر ایک سے بھی مختلف روایات منقول ہیں چنانچہ مسئلہ

اسباب ترجیح وتطبیق کی معرفت ، جدید وقدیم قول کی معرفت ، راجح ، مرجوح اور مرجوع عنہ (جس مسئلہ سے رجوع کیا گیا ہو) کی معرفت ، ظاہر روایت وغیرہ اور عام ، خاص ، ظاہر ،نص ، مجمل ، مفصل ، مطلق ، مقید ، منطوق ، مفہوم وغیرہ سب کی معرفت کی طرف لوٹتا ہے ۔ پھر اسی طرح نقل کی تصحیح وتضعیف (یعنی صحیح قرار دینا یا ضعیف قرار دینا) اور بعض نقل وبیان کرنے والوں کو ترجیح دینا (یہ سب پیچیدہ مسائل ہیں لہٰذا) یہ تو "فر من المطر قام تحت المیزاب " یعنی بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے کھڑا ہونے والی بات ہے ۔

اور پھر یہ کہ معاملہ مقلد کے ظن اور گمان پر موقوف ہوگا جبکہ اس کا سرے سے کوئی ظن یا گمان اور خیال نہیں ہوتا ۔ امام سندھی فتح القدیر کے حواشی میں لکھتے ہیں :

" اذا قلنا بعدم جواز العمل بالا حادیث بسبب الظن فی ثبوت الاحادیث عند المقلد . نقول ان ظنه لا عبرة به فتجب ان لا تکون لظنه عبرة فی الاقوال المنقولة عن المجتهدین فحینئذ ینبغی ان لا یجوز لهم العمل بتلك الا قوال بل ینبغی ان یجب علیهم الرجوع الی المجتهدین الاحیاء . وهو فرضوا ان لیس فی الدنیا مجتهد حی فینبغی ان یسقط عن العوام التکلیف بل عن العالم التکالیف غالبها لظهور انهم لا یا خذون فیها بالا حادیث ولا باقوال المجتهدین للزوم العمل بالظن وظنهم لا عبرة به ولا مجتهد فیهم حتی یتبعه غیره وهذا کما تری مصیبة عظیمة " .

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مقلد کے نزدیک احادیث کے (صحیح) ثابت ہونے میں ظن کی وجہ سے حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے ظن کا کوئی اعتبار ہی نہیں (یعنی چونکہ ہم حدیث پر عمل کرنے سے روکنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر چہ مقلد کے پاس بھی عقل ہے لیکن اس کی عقل یا ظن کا کوئی اعتبار نہیں وہ غیر معتبر ہے) لہٰذا ضروری ہوا کہ مجتہدین سے منقولہ اقوال کے بارے میں بھی انکے ظن کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے تو اس صورت میں ضروری ہے ان اقوال پر بھی ان کے لیے عمل کرنا جائز نہ ہو بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندہ مجتہدین کی طرف رجوع کریں جبکہ انہوں نے فرض کر رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی مجتہد زندہ نہیں ہے تو کوئی لائق ٹھہرا کہ عوام سے احکامات پر عمل کی ذمہ داری ساقط ہوجائے بلکہ عالم سے بھی اکثر احکام ساقط ہوں گے اس لیے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ ظن پر عمل لازم آنے کی وجہ سے نہ احادیث کو لیتے ہیں اور نہ ہی اقوال مجتہدین کو اور پھر ان کے ظن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور ان میں سے کوئی اس وقت تک مجتہد نہیں ہوتا جب تک کوئی دوسرا شخص اس کی پیروی نہ کرے اور یہ تو جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ایک بڑی مصیبت ہے ۔

پھر اس میں انتہا تو یہ ہے کہ وہ تمیز اور فرق کرنے کی اہلیت سے بھی عاری ہوتا ہے اس طور

پر اگر ہم تسلیم کر لیں تو ڈر ہے کہ کہیں منسوخ اور ضعیف پر عمل کرنے نہ لگ جائیں۔ اس صورت میں اگر چہ وہ حدیث یا قول لینے میں خطا کرتا ہے لیکن اپنی طاقت کے مطابق وہ صحیح اور درستگی کرنے والا ہوتا ہے۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة : ٢٨٦) یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت اور وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ بلکہ ایسا (اجتہاد کرنے والا) اجر پانے والا ہے اس لیے کہ اس نے جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس کی اتباع کی نیت سے اطاعت رسول ﷺ کے لیے کوشش کی ہے۔ (حدیث ہے) ((انما الا عمال بالنیات)) (متفق علیہ) یعنی اعمال کا دارو مدار صرف نیتوں پر ہے۔ اور اگر کوئی غیر نبی کی اتباع کرے پھر وہ اگر چہ درست عمل کرے تب بھی وہ خطا کار ہے بلکہ گناہگار ہے اس لیے کہ اس نے ایک چیز اپنی طرف سے ایجاد کر دی اور اس کی پیروی کی جس کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں آپ کا خیال ہے اگر وہ خطا اور غلطی کرے تو؟ یہ پہلے والی بات سے زیادہ قریب ہے بلکہ یہ تو مصیبت در مصیبت ہے۔

ان کا کہنا ہے:..... وحصول این علم مر غیر مجتہد را میسر نشود ..... الخ یہ علم خاص کر غیر مجتہد کو حاصل نہیں ہوتا..... الخ

میں کہتا ہوں:..... اللہ تعالیٰ کا فرمان اس کے قول کی تردید کرتا ہے:

﴿الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت : ٦٩)

یعنی جو لوگ ہمارے لیے (ہماری راہ پانے کے لیے) کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ ضرور دکھاتے ہیں۔ یعنی انہیں ہدایت دیتے ہیں۔ جبکہ غیر غواص یعنی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنے والے پر اس کا قیاس نص کے مقابلے میں بالکل باطل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" اذا حكم حاكم فا جتهد فاصاب فله اجر ان واذا حكم ثم اخطأ فله اجر . " (بخاری و مسلم)

جب کوئی حاکم اور قاضی فیصلہ کرتے وقت پوری کوشش کرے اور صحیح فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے لیے دوگنا اجر و ثواب ملے گا اور جب وہ فیصلہ کرنے میں کوشش تو پوری کرے مگر صحیح نہ کر پائے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے عمرو بن العاص اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنے والا صحیح فیصلہ بھی کرے تب بھی وہ باطل ہے۔ اس لیے کہ یہ صرف نبی ﷺ کے کلام پر موقوف نہیں ہے بلکہ آپ کے بعد والوں کے بھی اقوال ہیں بلکہ یہ زیادہ اولیٰ ہے اس لیے کہ اللہ کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کا کلام سمجھنے اور مراد و مقصود تک پہنچنے کی زیادہ قریب ہوتا ہے کیونکہ یہ بالا جماع بلیغ ترین اور بولنے اور سننے میں شیریں ترین کلام ہیں۔ اسی طرح سمجھنے اور فائدہ لینے

میں بھی قریب اور آسان ترین ہوتے ہیں۔ اور اس کا انکار سخت طبیعت والا اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکنے والا ہی کر سکتا ہے۔ اور وہ فہم سمجھ جس کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کلام الٰہی اور خطاب نبوی کو سمجھا وہ ہمارے فہم اور سمجھ کی طرح تھے اور ان کی عقل ہماری عقل کی مانند تھی اس لیے کہ اگر افہام اور سمجھ متفاوت اور مختلف ہوتے اور اس حد تک مختلف ہوتے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عبارات اور احادیث نبوی یہ نہ سمجھ سکتے تو ہم نہ تو اجتہاد امکلّف ہوتے اور نہ تقلید امکلّف ہوتے نہ ہی ہمیں کسی کام کا حکم دیا جاتا اور نہ ہی ہم کو کسی کام سے روکا جاتا۔ اجتہاد اسے اس لیے کہ یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ تقلید اس لیے کہ ہم اس وقت تک تقلید نہیں کر سکتے جب تک ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہمارے لیے تقلید جائز ہے اور جب تک کتاب وسنت سے اس کے جواز پر صریح دلیل نہ ملے تقلید نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ تقلید کے جواز کے قائل ہونے میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جس طرح ہم نے اپنے فہم سے اس دلیل کو سمجھ لیا ہے اسی طرح دوسرے دلائل بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیش گوئی کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے لوگ بھی آئیں گے جو آپ کے زمانہ اور عہد والوں سے زیادہ سمجھ اور فہم والے ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔ فرمایا:

"فرب مبلغ افقه من سامع" یعنی بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ بات کو (براہ راست) سننے والے سے زیادہ سمجھنے والا ہوتا ہے۔ ایک اور لفظ میں یوں ہے "او عی له من سامع" یعنی اس کو سننے والے سے زیادہ یاد کر رکھنے والا ہوتا ہے۔ امیر الیمانی نے اس کو سبل السلام ج ۴ ص ۹۴ میں بیان کیا ہے۔

(ان کا کہنا ہے) :..... اسی وجہ سے عامی یا غیر مجتہد عالم جو ناواقف غوطہ زن کی طرح ہے، مجتہد جو کہ ماہر غوطہ زن کی مانند ہے ان کا دامن پکڑنا لازم وضروری ہے تا کہ مہلک سیلاب میں ڈوبنے سے مامون ومحفوظ رہے۔

(میں کہتا ہوں) :..... جیسا کہ آپ کے قول کے مطابق ان کے لیے حدیث کی معرفت کی کوئی اہلیت حاصل نہیں ہوتی اسی طرح ان کے لیے یہ معرفت بھی حاصل نہیں ہوتی کہ کون اس قابل اور لائق ہے کہ اس کی بات مانی جائے چنانچہ بات پھر وہیں آ گئی جس کے انجام وعواقب سے آپ ڈرتے تھے بلکہ یہ تو مشکل در مشکل اور ایسی دلدل میں پھنستا ہے جس سے چھٹکارا دشوار ہے۔ لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ اس شخص کی بات کو لیا جائے جس سے خطا کا صدور محال ہو یعنی وہ معصوم عن الخطا ہو اس سے غلطیاں نہ ہو سکتی ہوں اور وہ ذات اقدس جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پھر ان کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب وسنت سے غیر کسی واسطہ کے احکام کا اخذ کرنا مشکل ہے۔ اور اس کے اس قول کو اللہ

تعالیٰ کا یہ فرمان رد کرتا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة : ١٨٥)

''یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی اور آسانی کرنا چاہتا ہے وہ تمہارے ساتھ تنگی اور مشکل کرنا نہیں چاہتا۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج : ٧٨)

یعنی اس (اللہ) نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور فرمایا:

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (الدخان : ٥٨)

یعنی بلا شبہ ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں (یعنی آسان عربی زبان میں اتارا تا کہ ہر عربی دان اس کو سمجھ سکے اور اس کو سمجھنے میں ان کو کوئی دشواری نہ ہو) حدیث شریف میں ہے:

((وايم الله لقد تركتكم على مثل البيضاء ليلها ونهار ها سواء))

(ابن ماجه وغيره)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے تم کو بیضاں کی طرح چمکتے ہوئے یعنی روز روشن کی طرح ملت پر چھوڑا ہے جس کی رات اور دن دونوں برابر ہے۔

ان آیات کریمہ اور احادیث کا مدلول یہ ہے کہ دین کے دونوں اصولوں (قرآن وحدیث) سے دین لینا اور حاصل کرنا بہت ہی آسان ہے۔ لہٰذا اس ذات کے قول کے مقابلے میں جس نے ان دونوں کو نازل کیا وہ زیادہ بہتر جانتا ہے جو اس نے نازل کیا ہے۔ فرمایا:

﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ (هود : ١)

یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر حکیم باخبر کی طرف سے صاف صاف بیان کی گئی ہے۔ اور فرمایا:

﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ (القيامة : ١٩)

یعنی پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔

اور اسی طرح اس کا قول نہ اس ہستی کے قول کے مقابلے میں قابل قبول ہے جس نے یہ دونوں اصول اللہ کی طرف سے ہم تک پہنچائے اور وہ بعد میں آنے والوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾

(النحل: ٤٤)

''اور یہ ذکر (قرآن) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

یہ تو آپ ﷺ کے جناب میں سراسر بے ادبی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے آنکھیں بچا کر نظرین چرا کر یہ عذر پیش کرتے ہوئے کھسک جائیں کہ میں تو عامی (جاہل) ہوں یا یہ کہ میں اس حدیث کا مفہوم ومراد نہیں سمجھتا، یا یہ کہ میں ان میں سے محکم ''منسوخ'' مؤول کو نہیں جانتا، یا یہ کہ میں ان احادیث سے اچھی طرح مسائل اخذ نہیں کرسکتا، یا یہ کہ میں استنباط اور اجتہاد نہیں کرسکتا۔ پھر اس پر لوگوں کے اقوال آسان ہوجاتے ہیں اور ان سے مسائل تخریج کرتا ہے حتیٰ کہ ایک مسئلہ سے بے شمار تخریجات کر ڈالتا ہے اور امام صاحب کی بعض روایات کو بعض کے ساتھ تطبیق دیتا ہے ایک کو قوی قرار دیتا ہے۔ اور ایک کو جعیف کہتا ہے، قول قدیم کو قول جدید سے الگ کرتا ہے ان کے درمیان فرق کرتا ہے حتیٰ کہ ان احادیث میں تاویل کرنے کی قدرت رکھتا ہے بلکہ جرأت کرتا ہے جو ان کے امام کے قول کے خلاف ہوں، اور ان احادیث کو اپنے اختراعی قیاسات کے ذریعے رد کرتا ہے اور دل میں پوشیدہ ظنون، اوہام اور گمان کی بنیاد پر ان احادیث کی توہین کرتا اور ان کو کمزور قرار دیتا ہے۔

قسطلانی المواہب اللدنیۃ ج ۲ ص ۷۸ میں لکھتے ہیں:

" ومن الادب معه ﷺ ان لا يستشكل قوله ﷺ بل تستشكل الاراء بقوله عليه السلام ولا يعارض نصه بالقياس بل تهدر الا قيسة وتلقى لنصوصه."

آپ ﷺ کے ساتھ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول کو مشکل تصور نہ کیا جائے بلکہ آپ کے قول کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کی آراء کو مشکل اور ناقابل تصور کیا جائے، آپ ﷺ کے بیان کردہ نص کا قیاس کے ساتھ معارضہ نہ کیا جائے بلکہ قیاس کو چھوڑ کر آپ کے اقوال کو لے لیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ اسی طرح کسی مخالف خیال کی بنا پر آپ کے کلام کو حقیقت سے کسی اور مطلب کی طرف نہ پھیرا جائے جس کو یہ لوگ ''معقول'' نام رکھتے ہیں جبکہ یہ معقول نہیں بلکہ مجہول ہے اور حق سے کوسوں دور ہے، اور ایسے لوگوں کو حق کی طرف لوٹنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کی طرف سے جو بھی حکم آجائے اس کو کسی امام کے قول کے ساتھ موافقت پیدا کئے بغیر مانا جائے (ایسا نہ ہو کہ اپنے امام کے قول

کے موافق ہو تو لے لیا جائے ورنہ چھوڑ دیا جائے) یہ سب آپ ﷺ کی بے ادبی ہے بلکہ یہ آپ ﷺ کے خلاف بڑی جسارت ہے ۔ آپ ﷺ کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ہر بات کو تسلیم کر لیا جائے ، آپ ﷺ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے ۔ جس کو یہ لوگ معقول یا شبہ یا شک کا نام دیتے ہیں ۔ اسی طرح آپ کی حدیث پر لوگوں کی آراء یا اپنے اذہان کی اختر عات کو مقدم نہ کیا جائے ۔ پس تحکیم میں آپ کی حدیث پر لوگوں کی آراء یا اپنے اذہان کی اختر عات کو مقدم نہ کیا جائے ۔ پس تحکیم میں تسلیم میں ، اطاعت وفرمانبرداری میں بھی توحید کی راہ اپنائی جائے (یعنی صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات کو ہی لائق اقتداء واطاعت سمجھا جائے) جس طرح رسولوں نے عبادت میں ، خضوع و انابت میں ، اور توکل ، بھروسہ کرنے میں توحید اختیار کیا ۔ توحید کی دو قسمیں ہیں دونوں توحیدوں کو مانے بغیر نجات نہیں ہے ایک مرسل (بھیجنے والے) اللہ کی توحید کی ، دوسری رسول کی متابعت و پیروی میں توحید اختیار کرنا ، اس کے علاوہ نہ کسی غیر کی طرف فیصلہ لے جایا جائے اور نہ کسی اور کے فیصلہ پر راضی ہوا جائے ۔

رسالہ " کشف الرین " پر تنقید سے فارغ ہوا اور حق باطل پر غالب ہوا ۔ ہم نے اس مسئلہ سے تمام شکوک وشبہات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وضاحت کے ساتھ دور کر دیے ۔ اللہ ہی کے لیے حمد اور شکر ہے کہ اس نے اپنے اس کمزور بندے کو اس کی توفیق دی ۔ اور درود وسلام ہوں سردار دو عالم پر ، اور ساری عمر تا قیامت جہاں سب کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا بہتری اور اچھائی میں اللہ تعالیٰ اضافہ فرماتا رہے اور برائی سے بچائے رکھے ۔ آمین

المقالة الرابعة

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی کے درمیان مناظرہ رفع الیدین کی اصل حقیقت

شیخ المؤفق بن احمد المکی نے اپنی کتاب ''مناقب امام ابوحنیفہ'' کی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۳۰ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی کے مابین ایک مناظرہ رفع الیدین کے متعلق نقل کیا ہے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے روایتاً و درایتاً ثابت کیا ہے کہ یہ مناظرہ جھوٹ اور من گھڑت ہے اور اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

(الازہری)

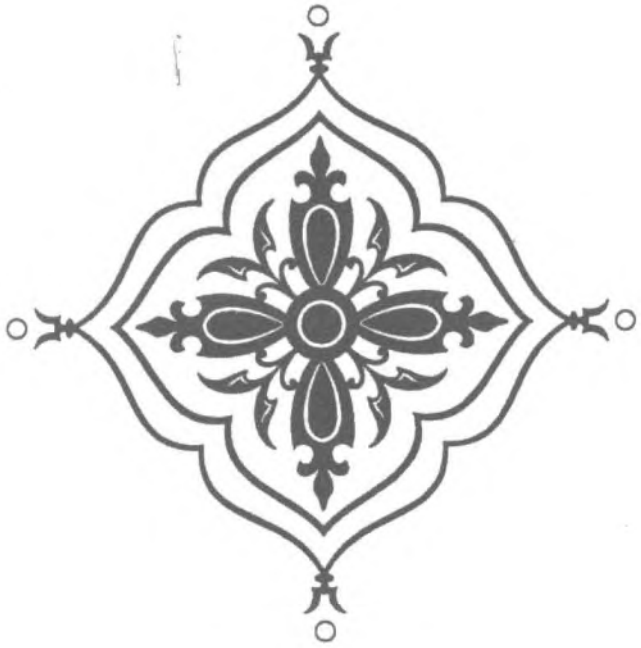

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من مسند ابی حنیفه لا بن یعقوب قال حدثنا محمد بن زیاد الرازی اخبر نا سلیمان بن الشاذ کونی قال سمعت سفیان بن عیینه یقول اجتمع ابو حنیفه والاوزاعی فی دار الحناطین بمکة فقال الاوزاعی لا بی حنیفة ما بالکم لا تر فعون ایدیکم فی الصلاة عن الرکوع وعند الرفع منه فقال ابو حنیفة لا جل انه لم یصح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة وعند الرکوع وعند الرفع منه فقال له ابو حنیفة حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والا سود عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوٰة ولا یعود لشیء من ذالك۔

فقال الاوزاعی احدثك عن الزهری عن سالم عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم وتقول لی حدثنی حماد عن ابراهیم فقال ابو حنیفة کان حماد بن ابی سلیمان افقه من الزهری وکان وابراهیم افقه من سالم وعلقمة لیس بدون ابن عمر فی الفقه وان کانت لا بن عمر صحبة وله فضل الصحبة والاسود له فضل کثیر وعبد الله عبدالله فسکت الاوزاعی ۔

سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی شہر مکہ میں دار الحناطین میں اکٹھے ہوئے تو اوزاعی نے ابوحنیفہ سے کہا کہ تم لوگ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے ؟ ابوحنیفہ نے کہا اس لئے کہ آپ ﷺ سے رفع یدین تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور لوٹتے ثابت نہیں ہے۔

ابوحنیفہ نے کہا کہ حماد نے ابراہیم سے ابراہیم نے علقمہ اور اسود سے اور انہوں نے ابن مسعود سے روایت کی ہے آپ ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور پھر کسی بھی فعل نماز میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ اوزاعی بولے کہ میں آپ کو زھری سے وہ سالم سے اور وہ اپنے والد ابن عمر سے وہ اللہ کہ نبی سے بتا رہا ہے اور آپ حماد سے اور وہ ابراہیم سے اسی والی بات کرتے ہیں تو ان سے ابوحنیفہ نے کہا کہ حماد بن ابی سلیمان زھری سے فقہ میں بڑھ کر تھے اور ابراہیم سالم سے فقہ میں زیادہ تھے اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں اگر چہ ابن عمر صحابی ہیں اور فضیلت صحبت انہیں حاصل ہے اور اسود بھی بڑی فضیلت والے تھے باقی عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہیں. یہ سن کر اوزاعی خاموش ہو گئے۔

قال المؤلف:..... هـذا الاسـناد لا يفيد لهم اِلّا الهبوط كما تراهفى غاية السقو ط فانه جامع لسبعة بلايا .

احد ها:..... ابو الفرج سعيد بن ابى الرجاء وهو مجهول لم نقف على ترجمة .

فان قلت:..... كيف تطلقون الجهالة على من لا تقفون على ترجمته .

قلنا:..... الجواب عن هذا باربعة وجوه .

اوّلاً:..... فـان الـلـه سبـحـانه تعالى لم يُكَلِّفُنَا بان ناخذ ديننا عمن لا نعرفه بل وقال سبحانه وتعالىٰ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾

ثانياً:..... فـلان انـه الـقـاضى اذا وقف فى قبول شهادة من لا يعرفه فى فَاْولىٰ بنا ان موقف فى مثل هذا الامر العظيم فلان يحتمل ان يكون ذالك الرجل ممن يرغب فى الرواية عنه فكيف نعتمد عليه والله تعالىٰ دُرالقائل

فـان كنت لا تدرى فتلك مصيبة

وان كـنت تدرى فالمصيبة اعظم

فـان كثيـرا من الاحناف قدا اطلقوا الجهالة على من لم يقفوا على ترجمته كالحافظ الـزيلعى . فى نصب الراية والفاضل عبد الحئى اللكهنوى فى تصانينه وغير ها فاذا جاز لهم ذالك فجاز لنا ..... .

ثالثاً:..... شيـخة ابـو الحسين احمد بن محمد الا سكاف وهو ايضاً مجهول لم نرمن ترجم له .

شيـخ الشيخ الاسكاف ابو محمد الحارثى اسمه عبدالله بن محمد بن يعقوب الحارثى البخارى السبذمونى وهو وضاع متكلم فيه فقد قال ابو سعيد الرواس يتهم بـوضـع الـحـديـث وقال احمد السليمانى كان يضع هذا الاسناد على هذا المتن ، وهـذا الـمتـن على هذا الا سناد وهذا ضرب من الوضع ، وقال ابو زرعة احمد بن الـحسيـن الـرازى ضـعيف وقـال الحاكم هو صاحب عجائب بافراد عن الثقات . وقـال الـخـليـلـى هـو ليّـن ضـعـفوه حدثنا عنه ملاحمى واحمد بن محمد البصير بـعـجـائـب وكـان يـد لس قال الخطيب لا يحتج به كان صاحب عجائب و مناكير وغـرائـب وليـس بـمـوضـع الـحـجة كـذا فـى لسـان الميزان للحافظ ابن حجر العسقلانى .

راقم کہتا ہے: یہ سند انہیں تباہی کے سوا کیا دے سکتی ہے کیونکہ یہ جیسا کہ تم دیکھو گے انتہائی گری پڑی سند ہے جو کہ سات آفات پر مشتمل ہے۔

پہلی آفت:..... ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء مجہول ہے ہمیں اس کے حالات زندگی نہیں ملے۔

پس اگر تم اعتراض کرو: جس کے حالات زندگی تمہیں نہیں مل سکے اس کے مجہول ہونے کا حکم کیسے لگا سکتے ہو۔

ہمارا جواب ہوگا: چار وجوہات کی بنا پر!

اول:..... یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا مکلّف نہیں بنایا کہ ہم کسی ایسے شخص سے دین اخذ کریں جسے ہم جانتے ہی نہیں بلکہ اللہ کا فرمان ہے کہ ﴿وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ اور اس چیز کے پیچھے نہ ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

دوم:..... یہ کہ اگر قاضی دو پیسوں میں انجان آدمی کی گواہی کے بارے میں توقف کر سکتا ہے تو پھر اس جیسے عظیم معاملے میں ہمارے لائق یہ ہی ہے کہ رک جائیں کیونکہ (سوم) ہوسکتا ہے کہ وہ مجہول الحال شخص روایت حدیث میں معتبر نہ ہو۔ اور کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ:

فان كنت لا تدرى فتلك مصيبة

وان كنت تدرى فالمصيبة اعظم

''پس اگر تم نہیں جانتے تو یہ ایک آفت ہے اور اگر جانتے ہو تو آفت اور بھی بڑی ہے''

چہارم:..... بہت سے حنفی علماء بھی مجہول ہونے کا حکم لگا دیا کرتے ہیں ایسے راویوں پر جن کے حالات پر مطلع نہیں ہوتے جیسا کہ حافظ زیلعی نصب الرایہ میں اور علامہ لکھنوی اپنی مختلف تصانیف میں اور اسی طرح دوسرے بھی تو جب یہ ان کے لیے روا ہے تو ہمارے لیے بھی جائز ہے۔

دوسری آفت:..... اس کا استاد ابو الحسن احمد بن محمد الاسکاف وہ بھی مجہول ہے ہم نے نہیں پایا کہ کسی نے اس کے حالات لکھے ہوں۔

تیسری آفت:..... اسکاف کے استاد کا استاد ابو محمد الحارثی جس کا نام عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری ہے یہ راوی وضاع (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) مجروح راوی ہے ابو سعید المدراسی نے کہا کہ اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے (یتهم بوضع الحديث) احمد السلیمانی نے کہا کہ اس سند کو اُس متن پر اور اس متن کو اُس سند پر فٹ کر دیتا تھا (اور یہ روایات گھڑنے کی ایک قسم ہے) ابو زرعۃ احمد ابن الحسین الرازی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ حاکم کا کہنا ہے کہ آں جناب ثقہ راویوں سے عجیب وغریب منفرد روایات بیان کرتے ہیں۔

قال المؤلف :..... وذكر المترجم ابن الجوزى فى الضعفاء وذكره السمعانى فى كتاب الانساب فى باب السبذ مونى . وقال كان شيخاً مكثراً من الحديث غير انه كان ضعيفاً فى الرواية غير موثقا به . (١هـ)

وقال الحافظ ابن منده . وهو تلميذ المترجم كان غير ثقه وله مناكير كذا فى الجواهر المضية لابى محمد عبدالقادر القرشى الحنفى وقال الشيخ عبدالوهاب المدراسى فى كشف الاحوال والسيوطى فى ذيل اللائى . قال فى الميزان متهم بوضع الحديث ، وقال فى المغنى يا تى بعجائب واهية . (١هـ)

وذكره الفاضل عبدالحى اللكهنوى فى الفوائد البهية فى تراجم الحنفية وذكر عن جماعة ـ وهم الذين قد منا ذكر هم ـ تضعيفه واقرهم على ذالك وقال فى اِمام الكلام ، واما ما ذكر عبدالله بن يعقوب السبذ مونى يعنى المترجم فى كشف الاسرار اَن عشرة من الصحابة كانوا ينهون عن القراء ة ..... فليس بمستندِ بسند مع كون السبذ مونى مجرو حاً عند المحدثين وان كان معدودًا فى فقها ء الدين . (١هـ)

وذكر الامام ابن العجمى فى كتاب الكشف الحثيث عمن رمى بوضع الحديث .

ورابعها:..... ان الاسناد هذا مع كونه كما عرفت مدلس كما عرفت من كلام الخليلى الذى ذكر ناه انفا نقلاً عن اللسان .

فان قلت :..... قد صرح ههنا السبذ مونى بالسماع فقال انبا محمد بن ابراهيم فاندفعت تهمت التدليس وبالله تعالىٰ التو فيق .

الجواب:..... عن هذا بو جهين . **اَوّلًا**:..... فان قوله انبا لا يستلنرم التصريح بسماعه منه وانما يستلزمه لفظ حدثنا " واخبرنا " " وانبانا " " وسمعنا " وغير ذالك مما يدل على نسبة التحديث والاخبار الى من يروى عن شيخه بخلاف لفظ " حدّث " " واخبر "" انبا " فانه لا يدرى من الذى حدّثهاو اخبر ه او انبأه .

ثانياً: ..... فان سلمنا ان السبذ مونى قد صرح ههنا بسما عة من شيخه وان لم يكن كذا لك لكن لا يفيد ه ذالك شيئاً لان السبذ مونى هذا مجروح من وجه آخر حاشا التدليس . وهوالوضع وتقليب الاسناد والمتن والا تيان بالعجائب والافراد عن الثقات كما عرفت .

خلیلی کہتے ہیں: ڈھیلا راوی ہے (لین) محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحمی اور احمد بن محمد البصیر نے اس کی عجیب وغریب روایات ہمیں سنائیں اور تدلیس بھی کرتا تھا۔ خطیب نے کہا قابل حجت نہیں عجیب، منکر اور منفرد روایتیں لاتا ہے حجت کے قابل نہیں۔ یہ تمام اقوال حافظ ابن حجر کی لسان المیزان میں ہیں۔

قال المؤلف: .....ابن الجوزی نے حضرت صاحب کو الضعفاء میں درج کیا ہے اور سمعانی کتاب الانساب میں السبذ مونی کے باب میں کہتے ہیں کہ کان شیخا مکثرا من الحدیث (استاد اور کثرت سے روایت کرنے والا تھا) مگر روایت میں ضعیف تھا قابل اعتبار نہ تھا (غیر موثق بہ) حافظ ابن مندہ جو کہ ان صاحب حارثی کے شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں کان غیر ثقہ ولہ مناکیر (غیر معتبر تھے اور ان کی روایات منکر ہیں) یہ اقوال الجواہر المضیۃ ابو محمد عبدالقادر القرشی الحنفی کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ شیخ عبدالوھاب المدراسی کشف الاحوال اور سیوطی ذیل اللائی میں کہتے ہیں کہ ذہبی نے میزان میں کہا کہ اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے اور مغنی میں لکھا کہ عجیب واھیات روایتیں لاتا ہے۔ فاضل عبدالحی لکھنوی نے الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ میں مذکورہ بالا حضرات سے اس راوی کی تضعیف نقل کی ہے اور ان کی بات کا اقرار کیا ہے اور امام الکلام میں کہا کہ وہ جو عبداللہ بن یعقوب السبذ مونی نے کشف الاسرار میں نقل کیا ہے کہ دس صحابہ قرأت سے منع کرتے تھے وہ کسی سند سے منقول نہیں ہے مزید یہ کہ سبذ مونی (حارثی بخاری) فقہاء دین میں سے ہونے کے باوجود محدثین کے نزدیک مجروح راوی ہے۔ امام ابن العجمی نے الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث میں اسے درج کیا ہے (ایک سریع تحقیق ان راویوں کی جن پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے)

چوتھی آفت:.....محترم الحارثی یہ سب کچھ جو ابھی بیان ہوا اس کے ساتھ ساتھ مدلس بھی ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی خلیلی کا قول لسان المیزان سے نقل کیا۔ پس اگر کوئی کہے کہ سبذ مونی نے یہاں پر سماع کی تصریح کی ہے اور کہا کہ انبا محمد بن ابراہیم لہٰذا تہمت تدلیس دفع ہوگئی۔ اللہ کی توفیق سے اس بات کا جواب دو شقوں سے ہے۔

اول:..... یہ کہ اس کا قول انبا سماع کی تصریح کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ حدثنا، اخبرنا، انبانا، سمعنا اور اس طرح کے الفاظ ہوں جو کہ اس شیخ راوی سے سماع اور اس کی تحدیث پر دلالت کرتے ہوں بخلاف حدث، اخبرنا اور انبا وغیرہ الفاظ کے کیونکہ ان الفاظ سے معلوم نہیں ہوتا کہ اس شیخ (استاد) نے وہ حدیث کس کو سنائی؟

ثانیاً:..... یہ کہ بالفرض مان لیا کہ استاد نے سماع کی تصریح کر دی ہے اپنے شیخ سے اگر چہ ایسا نہیں ہے پھر

ومن المعلوم ان تدليس المجروح من وجه آخر لا يقبل اصلاً ولو صرح بالسماع فقد قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی طبقات المدلسین وهم یعنی المدلیسن علی خمس مراتب فذکر الاربع ثم قال الخامسة من ضعف بامر آخر سوی المدلیس فحدیثهم مردود ولو صرحوا بالسماع الذین یوثق من کان ضعفه یسیراً کا بن لهیعة . (۱ هـ)

وقد عرفت من کلامنا ان الجرح الواقع فی الاسناد المترجم له فی غایة الشدة فتدلیسه فی غایة الرد فافهم ـ.

وخامس:..... شیخ الاستاذ محمد بن ابراهیم الرازی وهو الطیالسی الجوال متروك متهم بالوضع فقد قال الدار قطنی الذی عده الذهبی من المعتد لین واقره علی ذالك السخاوی فی فتح المغیث والفاضل عبدالحی اللکهنوی فی الرفع والتکمیل " متروك " قال مرة دجال یضع الحدیث وضعفه ابو احمد الحاکم وقال لو اقتصر علی سماعه وقال الصغار تو همت ان الناس لا یحملون حدیثه لضعفه وقال شیرویه تکلموا فیه وقال ابو حازم العبدی حدث عن شیوخ لم یدرکهم . قال البرقانی بئس الرجل واتهمه الخطیب بوضع الحدیث وسرقته کذا فی اللسان .

سَادِسَهَا:..... انه قد عرفت من کلام ابی حازم العبدی ان محمد بن ابراهیم هذا قد حدث عن شیوخ لم یدرکهم وعلی ذلك فهذا السند مع سقوطه عن حد الا حتجاج بوجوه کثیره یحتمل الانقطاع و من المعلوم ان الخبر المنقطع مردود باتفاق اصحاب الا صول

وسابعها:..... سلیمان بن الشاذ کونی اسم والده دا ودوهو کذاب مشهور فقد کذبه امام هذا الشان یحی بن معین وقال مرة : فی حدیث ذکره عن المترجم یضع الحدیث وقال کان یضع الاسانید فی الوقت . وقال صالح جزرة : ما رأیت احفظ منه وکان یکذب فی الحدیث . فقال البغوی : رماه الائمه بالکذب . فقال الامام احمد بن حنبل : محصله ـ فما لیس احد اکذب منه وسماه عبدالرزاق : عدوالله الکذاب الخبیث فقال : عبدالمؤمن بن خلف النسفی : سالت جزرة : اسمه صالح بن محمد کان اما ماً فی هذا الشان بما وراء النهر عنه فقال : ما رأیت احفظ منه فقلت بای شی کان متهماً فقال بالکذب وکان یرمی یعنی بالغلام .

بھی اس سے اُسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ آں جناب پر تدلیس کے علاوہ بھی جرح موجود ہے اور وہ یہ کہ روایات گھڑنا اور سندیں بدلنا اور متن تبدیل کرنا اور ثقہ راویوں سے عجیب وغریب منفرد روایتیں نقل کرنا جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اور یہ بات اصول حدیث میں تسلیم شدہ ہے کہ جس پر تدلیس کے علاوہ بھی جرح موجود ہو اس کی روایت قطعا قابل قبول نہیں ہے اگر چہ سماع کی تصریح بھی کردے ۔ حافظ ابن حجر طبقات المدلسین میں پانچ طبقات بیان کرتے ہوئے پانچویں طبقے کے متعلق کہتے ہیں الخامسة من ضعف بوجه امر اٰخر سوى التدليس فحد يثهم مردود ولو صرحوا بالسماع الا ان يو ثق من كان ضعفه يسيرا كا بن لهيعة ۔ پانچواں طبقہ جو کہ تدلیس کے علاوہ کسی اور وجہ سے بھی ضعیف قرار دیا گیا ہو تو ان کی روایت مردود ہے سوائے یہ کہ اس کی توثیق ہوجائے جبکہ ضعف تھوڑا ہو جیسا کہ ابن لھیہ۔

قال المولف : اور آپ ہماری مذکورہ بالا گفتگو سے جان چکے ہیں کہ استاد محترم پر جرح انتہائی سخت ہے لہٰذا ان کی تدلیس بھی آخری درجے میں مردود ہے۔

پانچویں آفت : استاد حارثی سبذ مونی کے استاد محمد بن ابراہیم الرازی جو کہ طیالسی اور جوّال بھی کہلاتے ہیں متروک راوی ہیں اور حدیث گھڑنے کا الزام ہے کہ ان کے بارے میں دار قطنی نے جنہیں ذہبی نے معتدلین میں سے شمار کیا ہے اور سخاوی نے ذہبی کی اس بات کا فتح المغیث میں اقرار کیا ہے اور عبدالحی لکھنوی نے الرفع والتکمیل میں کہا کہ دار قطنی معتدل ہیں وہ دار قطنی اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں متروک ہے اور دوسرے مقام پر کہتے ہیں دجال يضع الحديث بڑا ٹھگ ہے حدیث گھڑتا ہے۔ حاکم نے بھی اسی کے متعلق کہا کہ ضعیف راوی ہے کاش سننے پر ہی اکتفا کرتا (لو اقتصر على سماعه) صفار کہتے ہیں میرا خیال ہے اس کے ضعف کی وجہ سے لوگ اس کی روایتیں نہیں لیتے ۔ شیرویہ نے کہا ''اس کے بارے میں محدثین نے کلام کیا ہے'' تكلمو فيه ۔ ابو حازم نے کہا ان شیوخ سے روایت کرتا ہے جن کو اس نے پایا ہی نہیں ۔ برقانی نے کہا بہت برا آدمی ہے اور خطیب نے اس پر حدیث گھڑنے اور چرانے کا الزام عائد کیا ہے۔ یہ تمام اقوال لسان المیزان میں ہیں۔

چھٹی آفت:..... ابو حازم العبدی کے کلام سے آپ جان چکے ہیں کہ یہ محمد بن ابراہیم ان شیوخ سے روایتیں کرتے ہیں. جن کو پایا ہی نہیں ایسی صورت میں یہ روایت کئی وجوہات سے نا قابل حجت ہونے کے ساتھ انقطاع کا بھی احتمال رکھتی ہے اور یہ بات اھل اصول کے نزدیک مسلمہ ہے کہ خبر منقطع مردود ہے

ساتویں آفت:.....سلیمان بن الشاذ کونی ان کے والد کا نام داؤد ہے اور یہ مشہور کذاب (جھوٹے ہیں، اس فن کے امام یحی بن معین نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر اس کی روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ روایتیں گھڑتا تھا۔ مزید کہا کہ اسی وقت سندیں تیار کر لیتا تھا۔ صالح جزرۃ کہتے ہیں اس سے بڑھ کر تیز

وقال الا مام البخارى : فيه نظر وقال النسائى" ليس بثقه " وقال ابو حاتم ليس بشىء

متروك الحديث وترك حديثه ولم يحدث عنه .

وقال ابو احمد الحاكم : متروك الحديث وقال العجلى رجلُ سوءٍ ماجن كان يحفظ وَبَخّه ابو اسامة على صحبة الغلام كذا فى اللسان . فان قلت: قال عبدان الا هوازى : معاذ الله ان يتهم انما كانت كتبه فذهبت فكان يحدث من حفظه ورجح قوله هذا ابن عدى۔ الذى عده الذهبى من المعتدليں واقره على ذالك السخاوى فى فتح المغيث والفاضل عبدالحى اللكهنوى فى الرفع والتكميل فكيف تتهمونه بالكذب ،

قلنا:..... اما عبدان فليس له مقدار بالنسبة الىٰ هو لاء النفاد الجياد واما ابن عدى فهو وان كان من المعتدلين لكن خالفه الامام احمد وهو ايضاً قد عده هولاء الثلاثة من المعتد لين وهوافضل منه بدر جات فكذبه ووافقه علىٰ ذالك جماعة من اهل هذا الشان كما عرفت فافهم .

قال المولف : ولو سلمنا ان المترجم يرى من الكذب بل قد تغير حفظه فلا يضر نا ذالك ايضاً لان حديث المتغير حفظه ايضاً معدو من اقسام الخبر المردود كما لايخفى على الماهر بالاصول وفى كلتيهما الصورتين نصرة لنا ونكبة لعدو نا وبالله تعالىٰ التو فيق ومنه الوصول الى التحقيق .

قال المؤلف: ..... وقد جرحه سوىٰ من ذكرناه فقد قال السيوطى فى الذيل واعد والمدراسى فى الكشف متروك "١ هـ". وذكره العقيلى وابن الجوزى فى الضعفاء وقال الشيخ محمد مر تضى الحسينى الزبيدى فى عقو دا الجواهر المنفيه بعد ذكر هذه المناظرة عن الحارثى باسناده وسليمان الشاذكونى . واه "١ هـ""

قال المؤلف:..... فقد ظهر بفضل الله تعالىٰ ومنه وكرمه ان هذا لخبر كذب باطل ولا يقبل مثله عاقل فالعجب ثم العجب من الا حناف كيف فرحوا بمجرد وجدان هذه المناظرة ولم ينظروا الى حال اسناد ها هل هو قابل الا حتجاج ام لا فعليهم بالانصاف وترك الا عتساف وبالله تعالىٰ التو فيق وهو حسبى ونعم الرفيق .

حافظے والا میں نے نہیں دیکھا اور حدیث بیان کرتے ہوئے جھوٹ بولتا تھا۔ بغوی نے کہا کہ ائمہ حدیث نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا ہے امام احمد نے جو کچھ اس کے متعلق فرمایا اس کا خلاصہ یہ کہ " لیس احد اکذب منه " اس بڑھ کر کوئی جھوٹا نہیں ہے۔ عبدالرزاق نے اس کا نام رکھا (عدو الله الکذاب الخبیث) اللہ کا دشمن جھوٹا خبیث عبدالمومن بن خلف النسفی نے کہا کہ میں نے صالح جزرہ جو کہ ماوراء النھر میں اس فن کے امام تھے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس سے بڑھ کر تیز حافظے والا نہیں دیکھا تو میں نے پوچھا پھر اس پر کیا الزام تھا بولے جھوٹ بولنے کا اور لڑکوں کے ساتھ ملوث ہونے کا بھی۔ امام بخاری کہتے ہیں "فیه نظر" اس کو دیکھنا پڑے گا نسائی کہتے ہیں " لیس بثقة " معتبر نہیں ہے ابو حاتم نے کہا " لیس بشی " کچھ بھی نہیں ہے "متروك الحدیث وترك حدیثه ولم یحدث عنه" حاکم نے کہا" متروك الحدیث " عجلی فرماتے ہیں " رجل سوء ما جن وبخه ابو اسامه علی صحبة الغلام " برا آدمی ہے فحش باتیں کرتا اور اسامہ نے لڑکوں کی صحبت پر اسے ٹوکا تھا۔

(لسان المیزان)

اگر کوئی کہے کہ عبدان الاھوازی نے کہا ہے کہ " معاذ الله ان یتهم" اللہ کی پناہ جو اس پر کوئی الزام ہو صرف یہ کہ اس کی کتابیں کھو گئی تھیں پھر اپنی یاداشت سے بیان کرتا تھا اور ابن عدی نے عبدان کے اس قول کو ترجیح دی ہے اور ابن عدی کو ذہبی نے معتدلین میں سے شمار کیا ہے اور سخاوی نے فتح المغیث میں اور لکھنوی نے الرفع والتکمیل میں اس کی تائید کی ہے تو پھر آپ کس طرح اس پر الزام عائد کرتے ہیں جھوٹ کا؟

ہم کہتے ہیں جہاں تک عبدان کا سوال ہے تو اس کے قول کی کوئی قیمت نہیں بنتی مذکورہ بالا ماہرین نقد کے مقابلے میں اور ابن عدی اگر چہ معتدلین میں سے ہے مگر امام احمد بن حنبل نے اس کی اس معاملے میں مخالفت کی ہے اور ان کو بھی ان تینوں نے معتدلین میں سے شمار کیا ہے اور وہ ابن عدی سے کہیں زیادہ فضیلت کے حامل ہیں تو انہوں نے شاذ کونی کی تکذیب کی ہے اور اس فن کے ماھرین کی ایک جماعت نے ان کی تائید کی ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا اس لیے اس بات کو خوب سمجھ لو۔

قال المؤلف:.....اور اگر ہم مان لیں کہ جناب شاذ کونی جھوٹ سے تو بری ہیں مگر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا تو اس سے بھی ہمیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ جس کا حافظہ خراب ہو گیا ہو اس کی روایت بھی مردود اقسام میں سے شمار کی جاتی ہے جیسا کہ اصول حدیث کے ماھرین پر مخفی نہیں اور دونوں صورتوں میں جیت ہماری اور ناکامی مخالف کی ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور حقیقت تک پہنچانے والا ہے۔

قال المؤلف:.....اور مذکورہ بالا نقاد کے علاوہ بھی علماء حدیث نے اس پر جرح کی ہے۔ سیوطی نے

قال المؤلف:..... اما ثانیاً: ولو سلمنا ان هذه المناظرة ثابتة ، معاذ الله تعالیٰ من ان نقول ذالك۔ ما كانت فيه فائدة لمخالفنا وانا ان شاء الله نتكلم على اجوبة ابى حنيفة التى اجاب بها الا مام الاوزاعى فيما يزعمون بما يسّر الناظرين فانظر اليها بعين الانصاف ولا تكن من الغافلين ۔

قال المؤلف:..... "لاجل انه لم يصح عن رسول اللّٰه ﷺ فيه شيى" فباطل جدا لا يلتفت اليه لانه قد ثبت الرفع عن رسول الله ﷺ بطرق كثيرة حتى بلغ حد التواتر تفيد العلم اليقين كما صرح بذلك العلامة مجدد الدين الفيروز آبادى فى سفر السعادة والسيوطى فى الازهار المتناثرة ۔ والامام ابن حزم الاندلسى الظاهرى فى "المحلى" وغير هم وقد تتبعت انا اسماء الصحابة الذين روا هذا الحديث عن رسول الله ﷺفبلغ سبعة عشر رجلاً اويزيدون وسا ذكر ان شاء الله تعالیٰ اخباركله فى رسالة التى اردت تاليفها فى مسئلة رفع اليدين واما ههنا فنذكر نبذة منها ليظهر لك تصديق ما قلنا وتكذيب من خالفنا وبالله التوفيق .

الحديث الاول:..... قال الامام البخارى فى صحيحه

حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبر نا عبدالله بن المبارك قال اخبرنا يونس عن الزهرى قال اخبره سالم بن عبدالله عن عبدالله بن محمد قال : رأيت رسول اللّٰه ﷺ اذا قام فى الصلوة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه وكان يفعل ذالك حين يكبر للركوع ويفعل ذالك اِذا رفع راسه من الركوع ويقول سمع الله لمن حمده ولا يفعل ذلك فى السجود ۔ "أ هـ"

قال المؤلف:..... هذا حديث صحيح بل اصح ولا يشك فى صحته لان احاديث البخارى لا خلاف فى صحتها وهذا الحديث كان لمن له قلب صاف لكن لدينا مزيد .

الحديث الثانى:..... قال البخارى فى صحيحه

حدثنا اسحاق الواسطى قال حدثنا خالد بن عبدالله عن خالد عن ابى قلابة انه راى مالك بن الحويرث اذا صلىٰ كبر ورفع يديه واذا اراد ان يركع رفع يديه واذا رفع راسه من الركوع رفع يديه وحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صنع هكذا .

الذیل میں اور مدراسی نے الکشف میں کہا کہ یہ متروک ہے۔ عقیلی اور ابن الجوزی نے اسے ضعفاء میں درج کیا ہے اور شیخ مرتضی زبیدی نے عقود الجواھر المنیفہ میں اس کے سند سے یہ مناظرہ نقل کرنے کے بعد کہا کہ سلیمان الشاذ کونی واہ۔ گیا گزرا ہے۔

قال المؤلف:..... پھر یہ کہ اگر ہم مان لیں کہ یہ مناظرہ ثابت ہے اور اللہ کی پناہ کہ ہم ایسا کریں۔ پھر بھی ہمارے مخالف کو اس سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ ہم ان شاء اللہ ان جوابات پر بھی گفتگو کر لیتے ہیں جو کہ ان کے گمان کے مطابق امام ابوحنیفہ نے امام اوزاعی کو دیے ہیں لہٰذا اس پر بھی غور فرمایئے اور غفلت کا شکار نہ ہوں۔

قال المؤلف:..... جہاں تک امام ابوحنیفہ سے منسوب اس بات کا تعلق ہے کہ " لاجل انه لم يصح عن رسول الله ﷺ الخ "کیونکہ آپ ﷺ سے تکبیر تحریمہ، رکوع میں جاتے اور لوٹتے وقت رفع الیدین ثابت نہیں" اس کا جواب یہ آپ ﷺ سے بہت سے طرق سے ان مواقع پر رفع الیدین ثابت ہے یہاں تک کہ حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے اور یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادۃ میں اور سیوطی نے الازھار المتناثرہ میں اور امام ابن حزم اندلسی نے المحلی میں تصریح کی ہے اور ان کے علاوہ علماء نے بھی۔ اور خود میں نے ان صحابہ کے اسماء کا تتبع کیا جن سے یہ روایت مرفوعا مروی ہے تو یہ تعداد "۱۷" سترہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تک جا پہنچی۔ میں انشاء اللہ ان سب کی روایات ذکر کروں گا اس کتاب میں کہ جو رفع الیدین کے مسئلے میں تالیف کرنے کا ارادہ ہے باقی یہاں پر ہم اس میں سے کچھ ذکر کریں گے تاکہ ہماری تصدیق اور مخالف کی تکذیب واضح ہو جائے اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

پہلی حدیث:..... امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں ' حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبر نا عبدالله بن المبارك قال اخبر نا يونس عن الزهرى قال اخبر ه سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر قال : "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور ایسا ہی کرتے جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی ایسا ہی کرتے اور فرماتے سمع الله لمن حمده اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے۔

قال المؤلف:..... یہ حدیث صحیح بلکہ اصح ہے اور اس کے صحیح ہونے میں کلام نہیں کیونکہ بخاری کی احادیث کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں۔ اور یہ روایت ہی سمجھ بوجھ رکھنے والے کے لیے کافی ہے مگر ہمارے پاس اور بھی ہیں۔

دوسری حدیث:..... " حدثنا اسحاق الواسطى قال حدثنا خالد بن عبدالله عن خالد عن ابى قلابة انه رأى مالك بن الحويرث اذا صلى " کہ جب نماز پڑھتے اللہ اکبر کہتے اور

قال المؤلف:..... هذا الحديث اخرجه جماعة نسوى البخارى ونا هيك هذا السند الذى لا يتكلم فى رجاله بل يقبلونه ويعتمد عليهم وبالله تعالىٰ التو فيق .

الحديث الثالث:..... قال البيهقى فى سنن الكبرى اخبر نا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله الصفار الزاهد املاء من اصل كتابه قال قال ابو اسماعيل محمد بن اسماعيل السلمى صليت خلف ابى النعمان محمد بن الفضل فرفع يديه حين افتتح للصلوٰة حين ركع وحين رفع راسه من الركوع فسالته عن ذلك فقال صليت خلف حماد بن زيد فرفع يديه حين افتتح الصلوة وحين ركع وحين رفع راسه من الركوع فسالته عن ذلك فقال صليت خلف ايوب السختيانى فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع فسالته فقال رأيت عطاء بن ابى رباح يرفع يديه اذا افتتح الصلوةوا ذا ركع واذا رفع راسه من الركوع فسالته فقال صليت خلف عبدالله بن الزبير فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع فسالته فقال عبدالله بن الزبير صليت خلف ابى بكر الصديق رضى الله عنه فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع وقال وابو بكر صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا رفع راسه من الركوع . "اٰهـ"

قال المولف : هذا الاسناد صحيح لا غبار عليه وسنحقق ذالك ان شاء الله تعالىٰ فى رسالتنا الموعودة وقال البيهقى عقيب هذا الخبر رواته ثقات .

الحديث الرابع:..... قال البيهقى فى السنن الكبرىٰ

اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ثنا ابو جعفر احمد بن عبيد الحافظ وابو القاسم عبد الرحمن بن الحسن القاضى الاسديان بهمدان قالا : ثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزيل الهمدانى ثنا آدم بن ابى اياس ثنا شعبة ثنا الحكم قال: رأيت طاوساً كبر فرفع يديه حذو منكبيه عند التكبير وعند ركوعه رفعه راسه من الركوع فسالت رجلا من اصحابه فقال انه يحدث به عن ابن عمر عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم .

رفع الیدین کرتے کہ انہوں نے مالک بن حویرث کو دیکھا اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا۔ (بخاری)

قال المؤلف:...... اس حدیث کو بخاری کے علاوہ بھی محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ کیا ہی خوب سند ہے کہ جس کے راویوں پر کوئی کلام نہیں ہے بلکہ سارے مقبول اور معتبر ہیں۔

تیسری حدیث:...... اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله الصفار الزاهد املاء من اصل كتابه قال قال ابو اسماعيل محمد بن اسماعيل السلمی " صليت خلف ابی النعمان محمد بن الفضل "میں نے ابوالنعمان محمد بن فضل کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع الیدین کیا جب نماز شروع کی اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ میں نے ایوب سختیانی کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ رفع الیدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے لوٹتے تو میں نے ان سے پوچھا تو بولے میں نے عطاء بن ابی رباح کو دیکھا کہ رفع الیدین کرتے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے لوٹتے تو میں نے ان سے پوچھا وہ بولے میں نے عبداللہ ابن الزبیر کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے لوٹتے تو رفع الیدین کرتے تھے تو میں نے ان سے پوچھا تو عبداللہ ابن الزبیر نے کہا کہ میں نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ رفع الیدین کرتے جبکہ نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے رکوع سے لوٹتے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ رفع الیدین کرتے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے لوٹتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی)

قال المؤلف: ...... یہ سند صحیح ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اور یہ بات ہم اوپر بیان کردہ رسالے میں ان شاء اللہ ثابت کردیں گے۔ اور بیہقی اس روایت کو لانے کے بعد کہتے ہیں "رواته ثقات" اس کے راوی معتبر ہیں۔

چوتھی حدیث:...... اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ثنا ابو جعفر احمد بن عبيد الله الحافظ وابو القاسم عبدالرحمان بن الحسن القاضی الاسديان بهمذان قال ثنا ابراهيم ابن الحسين الهمدانی ثنا آدم ابن ابی اياس ثنا شعبة ثنا الحكم قال "میں نے طاؤس کو دیکھا کہ انہوں نے اللہ اکبر کہا پھر دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے تکبیر (تحریمہ) کے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے ہوئے تو میں نے ان کے شاگردوں میں سے کسی سے پوچھا تو انہوں

ثم قال البیهقی قال ابو عبدالله الحافظ فالحدیثا ن کلا هما محفوظان، عن ابن عمر عن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم فان ابن عمر رأی النبی صلی الله علیه وسلم فعلهٗ ورای اباه فعله ورواه عن النبی صلی الله علیه وسلم . "اٰهـ"

الحدیث الخامس:..... اخرج البیهقی فی الخلافیات من طریق ابن وهب اخبر نی حیوة بن شریح الحضر می عن ابی عیسی سلیمان بن کسان المدنی عن عبدالله بن القاسم قال : بینما الناس یصلون مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ خرج علیهم عمر بن الخطاب فقال اقبلوا علی بوجو هکم اصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم التی کان یصلی ویامر بها فقام مستقبل القبلة ورفع یدیه حتی حاذی بهما منکبیه ثم کبرثم کبر ثم رکع کذالك حین رفع فقال للقوم هکذا کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی بنا ، کذا فی نصب الرایة للزیلعی الحافظ .

قال المؤلف:..... ان شاء الله تعالیٰ نکتب ما یتعلق بهذا الحدیث فی رسالتنا المو عودة واما الآن فنقول ناهیك یا طالب الحق لتصحیح هذا الحدیث سکوت الحافظ الزیلعی علیه مع کونه حنیفًا فافهم .

وقد قال المولوی محمود الحسن الدیوبندی فی احسن الفتاوی وان سکتواعن الرد بعد بلغهم روایة الحدیث فهو مقبول ایضاً لان السکوت فی موضع الحاجة لا یحمل الا علی وجه الرضابالمسموع فالمرئی فکان سکوتهم عن الرد دلیل التقریر اذا لم یکن کذا لك لتطرقت نسبة التقصیر الیهم وانهم لم یتنبهوا بذلك . "اٰهـ"

قال المؤلف:..... وفی هذا الحدیث دلیل علی انه صلی الله علیه وسلم قد امر نا برفع الیدین امره صلی الله علیه وسلم للو جوب مالم یکن له قرینة کما تقرر فی مقره فرفع الیدین واجب لا شك فیه فسبحان من جاء بفضله الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهو قا .

الحدیث السادس:..... قال الدار قطنی فی سننه

حدثنا دعلج بن محمد حدثنا عبدالله بن شیراویه ثنا اسحاق بن راهویة انا النضر بن شمیل نا حماد بن سلمة عن الازرق بن قیس عن حطان بن عبدالله عن

نے کہا کہ وہ اس عمل کی روایت عبداللہ بن عمر سے وہ عمر بن خطاب سے اور وہ آپ ﷺ سے کرتے ہیں (السنن الکبریٰ للبیھقی) یہ روایت لا کر بیہقی کہتے ہیں ابوعبداللہ الحافظ کہا کرتے کہ یہ دونوں روایتیں محفوظ ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خود بھی آپ ﷺ کو یہ عمل کرتے دیکھا اور ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ عمل کرتے پایا اور آپ ﷺ سے روایت بھی کیا۔

پانچویں حدیث:..... بیہقی الخلافیات میں ابن وھب کے طریق سے کہتے ہیں اخبر نی حیوۃ بن شریح الحضرمی عن ابی عیسیٰ سلیمان بن کیسان المدنی عن عبداللہ بن القاسم قال لوگ آپ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عمر بن خطاب تشریف لائے اور فرمایا میری جانب متوجہ ہو جاؤ تا کہ میں تمہیں آپ ﷺ کے طریقے سے جس طرح آپ ﷺ پڑھتے اور حکم فرماتے تھے نماز پڑھاؤں۔ پھر قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کئے پھر تکبیر کہی پھر اسی طرح رکوع کیا اور رکوع سے اسی طرح اٹھے تو لوگوں نے کہا کہ اسی طرح آپ ﷺ ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(نصب الرایہ للزیلعی)

قال المؤلف:..... ہم اپنے خاص رفع الیدین سے متعلق رسالے میں اس روایت پر بھی انشاء اللہ بحث کریں گے باقی اس وقت اتنا ہی کافی ہے کہ حافظ زیلعی نے باوجود حنفی ہونے کے اس روایت پر خاموشی اختیار کی ہے۔

اور علامہ محمود الحسن دیوبندی احسن الفتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ اگر علماء حدیث کسی روایت کو سننے اور دیکھنے کے بعد خاموشی اختیار کریں تو وہ روایت ان کے نزدیک مقبول ہوگی کیونکہ جہاں بولنے کی حاجت ہو وہاں خاموشی اس بات پر راضی ہونے کی دلیل ہے لہٰذا ان کی خاموشی رضا پر دلیل تقریری سمجھی جائے گی کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کا مطلب یہ کی انہوں نے کوتاہی کہ اور اس بات پر متنبہ نہ کیا۔

راقم کہتا ہے:..... اس حدیث میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں رفع الیدین کرنے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ کا حکم وجوب کے لیے ہی سمجھا جائے گا جب تک کہ کوئی قرینہ اس کے مخالف نہ ہو جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ پر مسلمہ ہے لہٰذا رفع الیدین واجب ہے اس بات میں کوئی شک نہیں ہے پس پاک ہے ذات باری تعالیٰ جس کے فضل وکرم سے حق ظاہر ہوا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا۔ بیشک باطل بھگوڑا ہے۔

چھٹی حدیث:..... ''دارقطنی اپنی سنن میں کہتے ہیں '' حدثنا دعلج بن احمد حدثنا عبداللہ بن شیرویہ حدثنا اسحاق بن راھویہ انا النضر بن شمیل نا حماد بن سلمہ عن الازرق بن قیس عن حطان بن عبداللہ عن ابی موسی الاشعری'' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز دکھاؤں؟ پھر تکبیر کہی اور رفع الیدین کیا، پھر رکوع کے لیے تکبیر

ابی موسیٰ الاشعری قال هل اریکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فکبر ورفع یدیه ثم کبر رفع یدیه للرکوع ثم قال سمع الله لمن حمده ثم یرفع یدیه ثم قال هکذا فا صنعوا ولا یرفع بین السجد تین .

الحدیث السابع:..... قال الحافظ ابو دائود السجستانی فی سننه

حدثنا الحسن بن علی نا سلیمان بن داود الهاشمی نا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن موسی بن عقبة عن عبدالله بن الفضل بن ربیعة بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالرحمن الا عرج عن عبید الله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان اذا قام الی الصلوة المکتوبة کبر ورفع یدیه حذو منکبیه ویضع مثل ذلك اذا قضی قرأته واراد ان یر کع ویصنعه اذا رفع راسه من الرکوع ولا یرفع فی شی من صلواته وهو قاعد واذا قام من السجد تین رفع یدیه کذلك وکبّر .

قال المؤلف:..... وفی هذا القدر کفایة لمن له درایة فانظر یا طالب الحق هل تجه فی هذه الروایات تصدیق ما ادعینا وتکذیب ما اوعی مخالفنا فبطل تعلقهم بهذا القول جملة وَاَنحَمْدُ لِلّٰه تعالیٰ کَثِیرًا .

قال المؤلف:..... واما قوله کان حماد بن ابی سلیمان افقه من الزهری فبا طل جدا وانا ان شاء الله تعالیٰ نذکر الشواهد علی بطلان ذالك وثبت ان الزهری افضل من حماد وافقه واعلم فانظر الیها بعین الیقین .

الشاهد الاول:..... قال ابن سعد فی الطبقات :

وکان الزهری ثقة کثیر الحدیث والعلم والروایة فقیها جا معاً وقال فی ترجمة حماد کان ضعیفاً فی الحدیث واختلط فی آخرا مره وکان مرجیئًا وکان کثیر الحدیث اذا قال برایه اصاب واذا قال عن غیر ابراهیم اخطأ .

الشاهد الثانی:..... قال النسائی احسن اسانید تروی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم اربعة الزهری عن علی بن الحسین عن ابیه عن جده والزهری عن عبید الله عن ابن عباس الخ

وقال فی ترجمة حماد ثقة الا انه مرجیئًی کذا فی التهذیب .

کہی اور رفع الیدین کیا، پھر "سمع الله لمن حمده" کہا اور رفع الیدین کیا، پھر فرمایا اسی طرح کیا کرو اور دونوں سجدوں کے مابین رفع الیدین نہ کیا جائے۔

ساتویں حدیث:...... امام ابوداؤد سجستانی اپنی سنن میں کہتے ہیں " حدثنا الحسن ابن علی نا سلیمان بن دائود الهاشمی نا عبدالرحمان بن ابی الزناد عن موسی بن عقبة عن عبدالله بن الفضل بن ربیعة بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالرحمن الاعرج عن عبید الله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم" کہ آپ ﷺ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند فرماتے اور قرات ختم کرنے کے بعد جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو بھی ایسا ہی کرتے اور یہ عمل کرتے جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے اور نماز میں جب بیٹھے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو ایسا ہی کرتے اور تکبیر کہتے۔

راقم کہتا ہے: سمجھدار کے لیے اس میں ہی کفایت ہے تو پھر اے حق کے طلبگار کیا ان روایات سے ہماری بات کی تصدیق اور مخالفین کی تکذیب نہیں ہوتی؟ لہٰذا ان کا اس قول سے استدلال کہ" رفع الیدین رکوع سے پہلے اور بعد میں ثابت نہیں" باطل ہوا۔ والحمد لله۔

امام زہری اور شیخ حماد میں سے زیادہ فقیہ کون؟

راقم کہتا ہے:...... اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حماد بن ابی سلیمان زہری سے بڑا فقیہ ہے یہ بالکل باطل ہے اور ہم انشاء اللہ اس کے باطل ہونے کے دلائل پیش کریں گے اور ثابت کریں گے کہ زہری حماد سے زیادہ فقیہ اور بڑا عالم ہے لہٰذا اس بات کو بھی یقین کی آنکھ سے دیکھنا۔

پہلی دلیل:...... ابن سعد طبقات میں کہتے ہیں کہ" زہری ثقہ کثرت سے روایت کرنے والے اور بہت علم والے تھے۔ فقیہ، جامع شخصیت تھے"۔ اور حماد کے بارے میں کہا" حماد حدیث میں ضعیف تھے آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگئے، مرجئہ میں سے تھے، روایت کثرت سے کرتے تھے جب اپنی رائے سے کچھ کہتے تو درست فرماتے اور جب ابراہیم کے علاوہ کسی دوسرے سے روایت کرتے تو غلطی کر جاتے۔"

دوسری دلیل:...... امام نسائی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے مروی اسانید میں سے سب سے بہتر سندیں چار ۴ ہیں (۱)...... زہری علی بن حسین سے ان کے والد سے ان کے دادا سے اور (۲)...... زہری عبید اللہ سے ابن عباس سے الخ اور حماد کے بارے میں کہتے ہیں حماد ثقہ ہے مگر مرجئہ میں سے ہے۔ (التھذیب)

تیسری دلیل: امام ابن حبان اپنی کتاب الثقات میں فرماتے ہیں کہ" زہری نے آپ ﷺ کے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور اپنے دور کے سب سے بڑے حافظ تھے اور متون احادیث کو سب سے بہتر انداز

الشاهد الثالث:..... قال الامام ابن حبان فی ثقاته فی ترجمة الزهری رای عشرة من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وکان من احفظ اهل زمانه واحسنهم سیا قاً لمتون الاخبار وکان فقیهاً فاضلاً .

وقال فی ترجمة حماد " یخطی وکان مرجئاً"

الشاهد الرابع:..... قال الحافظ الذهبی فی المیزان فی ترجمة الزهری ا" الحافظ الحجة کان یدلس فی النار وقال فی تذکرة الحفاظ " مناقب الزهری واخبار تحتمل اربعین ورقة

وقال فی المیزان فی ترجمة حماد " تکلم فیه للارجَاءِ " . "اٰ هـ"

الشاهد الخامس:..... قال الامام ابن القیسرانی فی کتاب الجمع بین کتابی ابی نصر الکلا بازی وابی بکر الاصبهانی فی ترجمة الزهری یقال انه رای عشرة من الصحابة وکان احفظ الناس فی وقته واحسنهم سیا قاً للمتون "اٰ هـ" وقال فی ترجمة حماد " وکان الاعمش یسیئ الرای فیه " . "ا هـ"

الشاهد السادس:..... قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تقریب التهذیب فی ترجمة الزهری الفقیه الحافظ متفق علی جلالته واتقانه وثبته وهو من راس الطبقة الرابعة وقال فی ترجمة حماد فقیه ثقة صدوق له اوها م من الخامسة رمی بالارجاء . "اٰ هـ"

الشاهد السابع:..... وهو من اعظم الشواهد قال العلامة علی القاری فی شرح مسند ابی حنیفة فی الزهری " وهم اجلاء فی الروایة مع قلة الواسطة فان اسناد ثلاثی " . "اٰ هـ"

وقال فی حماد وابراهیم " وهما غیر مشهور فی نقل السنة بالنسبة الی ما تقدم مع کثرة الواسطة وقال اسناد ه رباعی . "اٰ هـ"

الشاهد الثامن:..... قال الحافظ صفی الدین الخزرجی فی الخلاصة فی ترجمة الزهری " احد الائمة الا علام وعلم الحجاز والشام " وقال فی ترجمة حماد " قال النسائی ثقة مرجئ "

الشاهد التاسع:..... ان الحافظ ابا جعفر العقیلی قد ذکر حماد فی ضعفائه ولم یذکر الزهری فیهم " .

میں بیان کرنے والے اور ایک فقیہ اور فاضل شخص تھے۔ اور حماد کے حالات میں لکھا کہ ''غلطیاں کرتا تھا اور مرجئہ میں سے تھا۔''

چوتھی دلیل:..... حافظ ذہبی میزان میں زہری کے متعلق کہتے ہیں " الحافظ الحجة" کبھی کبھی تدلیس کیا کرتے تھے۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں کہا کہ زہری کے فضائل اور حالات چالیس (۴۰) صفحات چاہتے ہیں ''اور میزان میں حماد کے حالات میں کہا کہ بدعت ارجاء کی بناء پر اس میں کلام کیا گیا ہے۔

پانچویں دلیل:..... امام ابن القیسرانی " الجمع بین کتابی ابی نصرا لکلابازی وابی بکر الاصبهانی " میں زہری کے حالات میں لکھتے ہیں'' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور اپنے دور کے سب سے بڑے حافظ اور سب سے بہتر متن بیان کرنے والے تھے الخ اور حماد کے حالات میں کہتے ہیں کہ اعمش ان کے بارے میں بری رائے رکھتے تھے۔

چھٹی دلیل:..... حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں زہری کے حالات میں لکھتے ہیں کہ "الفقیه الحافظ المتفق علی جلالته واتقانه وثبته وهو من راس الطبقة الرابعة" اور حماد کے بارے میں کہا کہ ثقہ ہے صدوق ہے اس کے اوھام بھی ہیں پانچویں طبقے سے ہے اس پر ارجاء کا الزام ہے''

ساتویں دلیل:..... اور یہ بڑی دلیلوں میں سے ہے ملا علی قاری مسند ابی حنیفہ کی شرح کرتے ہوئے زہری کی سند کے بارے میں کہتے ہیں اور یہ لوگ روایت حدیث میں بڑے (بزرگ) ہیں مزید یہ کہ واسطے بھی کم ہیں کیونکہ سند ثلائی (تین واسطوں والی) ہے۔ اور حماد اور ابراہیم کے بارے میں کہا کہ'' یہ دونوں نقل حدیث میں پیچھے مذکور راویوں کے مقابلے میں کم مشہور ہیں مزید یہ کہ واسطے بھی زیادہ ہیں کیونکہ یہ سند رباعی (چار واسطوں والی) ہے۔

آٹھویں دلیل:..... حافظ صفی الدین الخزرجی الخلاصۃ میں زہری کے حالات میں کہتے ہیں بڑے بڑے اماموں میں سے ایک اور حجاز اور شام کے بڑے عالم'' جبکہ حماد کے حالات میں لکھا ''نسائی نے کہا کہ ثقہ ہیں مرجئہ ہیں۔''

نویں دلیل:..... حافظ ابو جعفر عقیلی نے حماد کو الضعفاء میں درج کیا ہے جب کہ زہری کو نہیں۔

دسویں دلیل:..... جدا مجد سید وسند ابو تراب رشد اللہ شاہ نے ان دونوں زہری اور حماد کو" کشف الاستار عن رجالی معانی الاثار" میں ذکر کیا ہے اور وہ ہی فرمایا ہے جو کہ صاحب تقریب نے کہا۔

راقم کہتا ہے:..... تو پھر اللہ کے فضل سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ زہری حماد سے بڑے فقیہ ہیں لہٰذا کسی کا یہ کہنا کہ حماد زہری سے بڑا فقیہ ہے قابل التفات نہیں ہے۔

کیا ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ ہیں؟

راقم کہتا ہے: اور پھر یہ قول کہ ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ ہیں بالکل ہی غلط بات ہے ان شاء اللہ

الشاهد العاشر:..... ان الـجد الامجد السيد السند ابا االتراب رشدا لله شاه رحمه الله ..... قد ذكر هما فى كشف الاستارعن رجال معانى الاثار وقال فيهما بمثل ما قال صاحب التقريب .

قال المؤلف:..... فقد ظهر بفضل الله تعالىٰ " ان الزهرى افقه من حماد فلا التفات الىٰ من فضل حماد على الزهرى وبالله تعالىٰ التوفيق .

قال المئولف :ـ واما قوله " وكان ابراهيم افقه من سالم " ففى غاية البطلان فانا ان شـاء الله تعالىٰ نذكر الشواهد على ذالك فانظر اليها بعين اليقين ثم لترونَّها يعنى اليقين .

الشاهد الاول:..... قـال الـعجلى فى سالم " مدنى تابعى ثقة " . وقال فى ابراهيم بن يزيد النخعى كان رجلاً صالحًا فقيهاً متوقياً قليل التكلف كذافى التهذيب .

الشاهد الثانى:..... ان ابـن حبـان ذكـرا ابراهيم فى ثقاته ولم يذكر يما يتعلق بشانه اما سـالم فقال فى ترجمته كان يشبه اباه فى السمت والهدى ..... وكان اشبه ولد عمر به . "اٰ هـ"

الشاهد الثالث:..... قـال الامـام النووى فى تهذيب الاسماء فى ترجمه سالم اجمعوا عـلـى امامته وجلا لته وزها دته وعلو مر تبته وفى تاريخ ابن ابى خيثمة ان ابن عمر كان يلقى ابنه سالما فيقبله ويقول آلاتعجبون من شيخ يقبل شيخاً انتهى مختصرا .

وقال فى ترجمته ابراهيم ـ اجمعوا على تو ثيقه وجلا لته وبراعته فى الفقه .

الشـاهد الرابع :..... قـال الـحـافـظ الذهبى فى تذكرة الحفاظ فى ترجمة سالم الفقيه الـحـجة احد من جمع بين العلم والعمل والزهد والشرف وقال فى ترجمة ابراهيم وكان من العلماء ذوى الاخلاص . "اٰ هـ"

الشاهد الخامس:..... قال الحافظ ابن حجر فى التقريب فى ترجمة سالم احد الفقهاء السبـعة كـان ثبتـاً عابداً فاضلاً كان يشبه بابيه فى الهدى والسمت من كبار الثامنة .

وقال فى ترجمة ابراهيم ثقة الاانه يرسل كثيراً من الخامسة .

الشـاهد السادس:..... ان ابـراهيـم مـر مـى بـالتـدليـس فقد ذكره الحافظ فى طبقات المدلسين فى المر تبة الثانية وقال ذكر الحاكم انه كان يد لس وقال ابو حاتم لم يلق

اس کے دلائل بھی ہم ذکر کریں گے پھر آپ خود ہی انصاف کرلیں۔

پہلی دلیل:..... عجلی نے سالم کے متعلق کہا کہ ''مدنی ہیں تابعی اور ثقہ ہیں اور ابراہیم کے متعلق کہا'' ابراہیم بن یزید النخعی ایک اچھے آدمی، فقیہ، تکلف سے بچنے والے تھے۔ (تھذیب)

دوسری دلیل:..... ابن حبان نے ابراہیم کو الثقات میں ذکر کیا اور اس کے متعلق اور کچھ نہ لکھا۔ لیکن سالم کے متعلق لکھا ''عمل اور کردار میں اپنے والد ابن عمر کے مشابہ تھے اور حضرت عمر کے خاندان میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ۔

تیسری دلیل:..... امام نووی نے تہذیب الاسماء میں سالم کے متعلق کہا محدثین کا ان کی امامت پر۔ بزرگی اور پرہیز گاری پر اتفاق ہے اور تاریخ ابن ابی خیثمہ میں ہے کہ عبداللہ بن عمر اپنے بیٹے سالم سے ملتے تو انہیں چومتے تھے پھر فرماتے کیا تمہیں حیرانی نہیں ہوتی کہ ایک بوڑھا بوڑھے کو چوم رہا ہے اور ابراہیم کے حالات میں لکھا کہ اس کے ثقہ ہونے، بزرگ ہونے اور فقہ میں تیز ہونے پر اتفاق ہے۔

چوتھی دلیل:..... حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں سالم کے متعلق کہا کہ " الفقیه الحجه" ان لوگوں میں سے ایک جو علم، عمل، پرھیز گاری اور بلند مرتبے کے جامع تھے۔ اور ابراہیم کے بارے میں کہا کہ ''مخلص علماء میں سے تھے۔

پانچویں دلیل:..... حافظ ابن حجر التقریب میں کہتے ہیں کہ '' سالم مدینے کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ معتبر، عبادت گذار، فضیلت والے تھے عمل اور کردار میں اپنے والد کے مشابہ تھے من کبار الثامنہ اور ابراہیم کے بارے میں کہا کہ ''ثقہ ہے مگر کثرت سے ارسال کرتا ہے من الخامسة"

چھٹی دلیل:..... ابراہیم پر تدلیس کا الزام ہے حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں دوسرے طبقے میں انہیں درج کیا ہے اور کہا کہ حاکم نے ذکر کیا ہے کہ وہ تدلیس کرتے تھے اور ابو حاتم نے کہا کہ کسی صحابی سے نہیں ملے سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور ان سے بھی کچھ سنا نہیں اور کثرت سے ارسال کرتے تھے اور خاص طور پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور حضرت انس اور ان کے علاوہ صحابہ سے مرسلا روایت کی باقی وہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ حافظ نے ابراہیم کو مدلسین کے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے اور طبقہ ثانیہ کی تدلیس مقبول ہے اگر چہ سماع کی تصریح نہ کریں جیسا کہ حافظ نے طبقات کے شروع میں واضح کر دیا ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ ٹھیک ہے مگر سالم اس مرتبے سے بالکل بری ہے لہٰذا یہ اس کے لیے باعث، فضیلت ہے۔

راقم کہتا ہے:..... تو یہ دلائل بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ سالم مطلقاً ابراہیم سے افضل ہے خوب سمجھ لو۔

راقم کہتا ہے:..... باقی رہی یہ بات کہ " علقمة ليس بدون ابن عمر "من گھڑت بیکار باتوں میں سے ہے اس بات کے قائل کو کیا شرم نہیں آئی؟ کس طرح علقمہ کا موازنہ ایک صحابی سے کر رہا ہے؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

احـد من الصحابة الاعائشة ولم يسمع منها وكان ير سل كثير ا وكان سماعه من ابن مسـعـود وحـدث عـن انـس وغيـره مـر سلاً واما فهو برئٌ من تهمة التدليـس .

فان قلت:..... ابـراهيـم مـن الـمـرتبة الثـانية وهم الحديث تدليسهم مقبول وان لم يصرحوا بالسماع كما صرح بذالك الحافظ فى اول الطبقات .

قلنا:..... هبكم ولكن لسالم برى من هذه المرتبة ايضاً فبقى له مزيد عليه فافهم .

قال المؤلف:..... فهـذه الشـواهد تشهد باعلى النداء ان سالماً افضل من ابراهيم على الا طلاق فافهم ـ

قال المؤلف:..... اما قوله " وعلقمة ليس بدون ابن عمر رضى الله عنهما فى الفقه وان كانت لا بن عمر صحبة فله فضل الصحبة " فمن الا باطيل البد يعيه اما يستحيى لهذا الـقـائـل كيف يواز ن علقمة مع رجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وقد قـال الـنبـى صـلى الله عليه لا تسبوا اصحابى والذى نفسى بيده لو ان احدكم انفق مثـل احـد ذهبـا مـا ادرك مـد احـد هم وَلا نصيفهٗ اخرجه الترمذى فى سننه باسناد صحيح وصححه .

فكيف يقابل علقمة مثل رجل لهذا شانه وانا ان شاء الله تعالىٰ نذكر الشواهد الباقية على ذالك .

الشاهد الاوّل:..... قـال الامـام النووى فى تهذيب الاسماء فى ترجمة ابن عمر وكان شـديـد الاتباع لا ثار رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انه ينزل منازله ويصلى فـى مكان صلى فيه ويبرك ناقته فى مبرك ناقته ونقلوا ان النبى صلى الله عليه وسلم نزل تحت شجرة فكان ابن عمر يتعاهد ها بالماءِ لئلاتبتئس .....

ومـنـا قبه كثير ه مشهورة بل قَلَّ نظيره فى المتابعة لرسول الله صلى الله عليه وسلم فى كل شى من الاقوال والا فعال وفى الزهاد فى الدنيا ومقاصدها والتطلع الى الريا سة وغيرها ـ

وقال فى ترجمة علقمة ـ التابعى الكبير الجليل الفقيه البارع .

الشـاهد الثانى:..... وهـو مـن اعـظـم الشواهد ـ ان النبى صلى الله عليه وسلم سماه رجلاً صـالحاً كما وقع فى رواية الصحيحين ووقع فى روايتهما ايضاً انه صلى الله عليه وسلم قال نعم الرجل عبدالله " . ..... الخ

نے فرمایا" لا تسبوا اصحابی والذی نفسی بیدہ لو ان احد کم انفق مثل احد ذھبا ما ادرك مد احد ھم ولا نصیفہ " میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی صدقہ کرے تو میرے صحابہ کے ایک سیر بلکہ آدھے سیر کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔ امام ترمذی نے صحیح سند سے اس روایت کو بیان کیا اور صحیح قرار دیا ہے۔

پھر کس طرح علقمہ کا موازنہ کیا جاسکتا ہے ایسے انسان سے جس کا یہ مقام اور مرتبہ ہو اور ان شاء اللہ ہم اس کے لیے مزید شواہد بھی پیش کریں گے۔

پہلی گواہی:..... امام نووی تہذیب الاسماء میں عبداللہ بن عمر کے حالات میں فرماتے ہیں" وہ رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں بہت سخت تھے یہاں تک کہ ان کے منزل کرنے کے مقامات پر منزل کرتے، جہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی وہاں نماز پڑھتے، جہاں انہوں نے اونٹنی بٹھائی وہاں اونٹنی بٹھاتے اور بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے رکے تو عبداللہ بن عمر اسے پانی دیا کرتے کہ کہیں سوکھ نہ جائے۔ اور ان کے مناقب بہت زیادہ اور مشہور ومعروف ہیں بلکہ آپ ﷺ کی متابعت میں ان کی مثال ملنی مشکل ہے ہر قسم کے اقوال اور افعال میں دنیا اس کے مقاصد اور طلب ریاست سے بے نیاز ہونے میں اور اس کے علاوہ کئی مناقب وفضائل ہیں۔" اور علقمہ کے حالات میں لکھتے ہیں بڑے بزرگ تابعی ماہر فقیہ ہیں۔

دوسری گواہی:..... اور یہ سب سے بڑی گواہی ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں رجلا صالحا (اچھا آدمی) قرار دیا جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے اور ان دونوں کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "نعم الرجل عبداللہ" کیا ہی خوب آدمی ہے عبداللہ۔

راقم کہتا ہے:..... آپ ﷺ کا یہ فرمان ہی ہمارے لیے کافی ہے پھر کہاں علقمہ اور کہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

تیسری گواہی:..... حافظ نے تقریب میں عبداللہ بن عمر کے حالات میں لکھا۔ صحابہ میں سے کثرت سے روایت کرنے والے عبادلہ میں سے ایک اور آثار کے اتباع میں شدید ترین تھے اور علقمہ کے متعلق لکھا ثقہ، معتبر، فقیہ اور عابد تھے۔

چوتھی گواہی:..... زہری کہتے ہیں ابن عمر کی رائے کو ترک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ آپ ﷺ کے بعد ساٹھ سال رہے ان پر آپ ﷺ کی کوئی چیز مخفی نہیں رہی اور نہ ہی صحابہ کرام کا کوئی معاملہ ان سے چھپا رہا۔ (تہذیب الاسماء للنووی)

راقم کہتا ہے:..... یہ گواہی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو بڑی مضبوط گواہی ہے کیونکہ ایک بات جو کہ فن رجال

قال المؤلف:..... فهذا يكفينا منه صلى الله عليه وسلم فاين مقدار مثل علقمة ومن مثله فافهم .

الشاهد الثالث:..... قال الحافظ فى التقريب فى ترجمة عبدالله بن عمر وهو احد المكثير ين من الصحابة والعبادلة وكان اشدا لناس اتباعا للا ثر . "اھ" وقال فى ترجمة علقمة ثقة ثبت فقيه عابد۔ "اھ"

الشاهد الرابع:..... قال الزهرى لا يعدل برای ابن عمر فانه ا قام بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستين سنة فلم يخف عليه شى من امره وَلاَ من امر الصحابة كذا فى تهذيب الاسماء للنوا وى .

قال المؤلف:..... هذا كما ترى من اقوى الشواهد لا ن من المعلوم الناس لا يخفىٰ على الماهر بفن الرجال ۔ ان الزهرى متا خر من علقمة فلا مانع من ان يكون قد صادف راى علقمة ايضاً واما كون الزهرى متا خرا من علقمة فلا ن صاحب التقريب قد عده من الطبقة الرابعة وعن علقمه من الطبقة الثانية فافهم .

الشاهد الخامس:..... ان لا بن عمر صحبة وقدر ای النبى صلى الله عليه وسلم وسمع منه وتفقه به بخلاف علقمة فما مقدار فقهه بمقابلة فقه ابن عمر ، قد قال البيهقى رحمة الله عليه فى معرفة السنن والاثار ان الشافعى رحمة الله عليه ذكر الصحابة فى رسالته القديمة واثنى عليهم بماهم اهله ، ثم قال وهم فو قنا فى كل علم واجتهاد وورع وعقل لو امر استدرك به علم واستنبط اٰرائهم لنا احمد واولىٰ بنا من آرائنا عند انفسنا .

الشاهد السادس:..... ان للصحابة باسرهم خصيصة وهى ان لا يسئل عن عدالة احد منهم بل ذالك اسر مفروغ منه لكونهم على الاطلاق معد لين بنصوص الكتاب والسنة واجماع من يعتد به فى اجماع الامة كذا فى المقدمة لا بن الصلا ح .

قال المؤلف:..... وغير الصحابة كلهم كما يعتبر به اصلاً حتى يطلق عليه لفظ من الفاظ التعديل وان كان من كبار التابعين كما لا يخفى على الماهر بالاصول .

الشاهد السابع:..... ان الصحابة وان لم يسم مثلاً ان يقول التابعى حدثنى رجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ولم يسمه كما نقل ذالك الخطيب فى

کے ماہر پر مخفی نہیں ہوسکتی یہ کہ زہری علقمہ سے متاخر ہے صاحب تقریب نے اسے طبقہ رابعہ جبکہ علقمہ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے لہٰذا یقیناً زہری کے لیے علقمہ کی رائے بھی دیکھی بھالی رہی ہوگی۔

پانچویں گواہی:...... عبداللہ بن عمر صحابی ہیں آپ ﷺ کو دیکھا اور ان سے سنا اور سمجھا جبکہ علقمہ کو ایسی کوئی فضیلت نہ ملی لہٰذا علقمہ کی فقہ کا ابن عمر سے کیا مقابلہ؟ بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں کہتے ہیں کہ امام شافعی نے اپنے قدیم رسالے میں صحابہ کا تذکرہ کیا اور ان کی حمد وثنا کی جس کے وہ مستحق ہیں پھر کہا کہ وہ ہم سے ہر علم، اجتہاد، پرہیز گاری، عقل اور ہر اس معاملے میں کہ جس سے کوئی علم سیکھا جائے یا مسئلہ نکالا جائے بڑھ کر تھے۔ اور ان کے آراء ہمارے نزدیک زیادہ محمود اور ہماری اپنی آراء سے ہمیں زیادہ محبوب ہیں۔

چھٹی گواہی:...... صحابہ کرام کی خصوصیت ہے کہ ان کی عدالت سے متعلق کوئی سوال نہیں اٹھایا جاسکتا بلکہ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ کتاب وسنت کی رو سے صحابہ مطلقاً عادل اور ثقہ ہیں۔ اہل اجماع کا اس بات پر اتفاق ہے جیسا کہ مقدمہ ابن الصلاح میں ہے۔

راقم کہتا ہے:...... صحابہ کرام کے علاوہ کسی کا تب تک اعتبار نہیں جب تک کہ الفاظ تعدیل میں سے کوئی لفظ ان کے لیے ائمہ جرح وتعدیل سے ثابت نہ ہو. بھلے سے وہ شخص کبار تابعین میں سے ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ یہ قاعدہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

ساتویں گواہی:...... صحابہ حجت ہیں اگر چہ ان کا نام نہ بھی ذکر کیا جائے مثال کے طور پر کوئی تابعی بیان کرے کہ مجھے آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک نے بتایا، یہ بات خطیب بغدادی نے الکفایۃ میں احمد بن حنبل اور دوسروں سے نقل کی ہے۔ لیکن تابعی کے لیے ایسا نہیں ہے اگر تابعی کا نام مذکور نہ ہو تو اسے مجہول قرار دے دیا جائے گا یہ بات اہل علم کے ہاں معروف ہے۔

آٹھویں گواہی:...... الکفایہ میں صحابہ کرام کی تعریف وتوصیف کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ (صحابہ) تمام تعدیل کرنے والوں اور تزکیہ دینے والوں سے جو کہ ان کے بعد ہیں قیامت تک ان تمام سے وہ (صحابہ) افضل ہیں اور تمام علماء کا یہ مذہب اور تمام اھل فقہ کا یہ ہی مسلک ہے۔

نویں گواہی:...... ذہبی ابن عمر کے بارے میں کہتے ہیں "زبردست امام وسیع علم والے، کثرت سے اتباع کرنے والے، زاہد، اعلیٰ مرتبے والے، مضبوط دین والے، بڑے محترم تھے۔ (الخلاصۃ للخزرجی) اور تذکرۃ الحفاظ میں کہتے ہیں "خلافت کی صلاحیت رکھتے تھے اس لیے تحکیم کے دن ان کا نام بھی خلافت کے لیے لیا گیا تھا باوجود اس کے کہ حضرت علی جیسا امام موجود تھا اور فاتح عراق سعد بن ابی وقاص موجود تھے اور بھی محترم صحابہ موجود تھے اور ان کے فضائل بہت ہیں آپ ﷺ نے بالتصریح ان کی تعریف فرمائی اور صالح انسان قرار دیا۔ اور تذکرہ میں علقمہ کے متعلق لکھا کہ "فقیہ، امام، ماہر، خوبصورت تلاوت والے جیسا کہ

الكفاية عن احمد بن حنبل وغيره بخلاف التابعى فانه ان لم يسم يطلق عليه الجهالة كما لا يخفى على الما هر بهذا الشان وبالله تعالىٰ التوفيق .

الشاهد الثامن:...... قال الخطيب فى الكفاية بعد ثنائه على الصحابة " وانهم افضل من جميع المدلين والمز كين الذين يجيئون من بعد هم ابد آلا بدين لهذا مذهب كافة العلماء ومن يعتد بقوله من الفقهاء .

الشاهد التاسع:...... قال الذهبى فى ابن عمر " وكان اما ما ستينا واسع العلم كثير الاتباع وافر النسك كبير القدر متين الدربانة عظيم الخرمة " كما فى الخلاصة للخزرجى .

وقال فى تذكره الحفاظ فى ترجمة " وكان يصلح للخلافة فعين بذلك يوم الحكمين مع وجود مثل الامام على رضى الله عنه وفاتح العراق سعد و نحو هما رضى الله عنهما ومناقبه جمة اثنى عليه النبى صلى الله عليه وسلم بالصلاح "

وقال فى التذكره " فى ترجمة علقمة كان فقيهاً اِما ما بارعاً طيب الصوت بالقرآن شياً فيما ينقل صاحب خير وورع كان يشبه ابن مسعود فى هدية وفقه وسمته وفضله ". "اُهـ"

الشاهد العاشر:...... وهو من اصرح الشواهد ـ اخرج الخطيب فى تاريخه عن الشعبى قال كان الفقهاء بعد اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بالكوفة فى اصحاب عبدالله بن مسعود هولآء علقمة بن قيس النخعى وذكر آخرين .

قال المؤلف:...... وهذا الشاهد وان كان فى سنده شى لكن يتقوى بالشواهد المذكوره وهذا لشاهد تدل صراحة بان ابن عمر افقه من علقمه فقد صرح الشعبى بلفظ "كان الفقهاء بعد اصحاب رسول ﷺ" الخ فافهم .

قال المؤلف:...... فتلك عشرة كاملة تدل دلالة واضحة على ان ابن عمر افضل من علقمة بدر جات كثيرة فمن جعل علقمة بمقابلة ابن عمر فقد طعن فى اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم نعوذ بالله من ذالك .

فان قلت:...... فان قابوس بن ابى ظبيا ن قلت لا بى لاى شىء كنت تدع الصحابة وتانى علقمة قال ادركت ناساً من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم يسالون علقمه ويستفتونه كذا فى تذكرة الحفاظ للذهبى .

منقول ہے، بھلائی اور پرہیزگاری والے تھے، اور سیرت کردار اور گفتگو اور فقہ میں ابن مسعود کے مشابہ تھے۔

دسویں گواہی:..... اور یہ واضح ترین گواہیوں میں سے ہے۔ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کوفے میں فقہاء عبداللہ بن مسعود کے شاگرد تھے پھر علقمہ بن قیس اور دوسروں کا ذکر کیا۔

راقم کہتا ہے:..... یہ گواہی اگر چہ اس کی سند میں کچھ کلام ہے لیکن مذکورہ بالا شواہد سے متفق ہے اور شعبی نے یہاں پر صراحۃ سے کہا کہ فقہاء، صحابہؓ کے بعد اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابن عمر علقمہ سے افضل ہے۔

راقم کہتا ہے:.....تو یہ پورے دس شواہد واضح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ ابن عمر علقمہ سے بدرجہ افضل ہیں اور جس نے علقمہ کا ابن عمر سے موازنہ کیا اس نے صحابہ کرام پر طعنہ زنی کی، اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

اگر کوئی کہے:..... کہ قابوس بن ابی ظبیان نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کس لیے آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس جاتے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں نے صحابہ کرام میں سے بعض کو پایا کہ وہ علقمہ کے پاس جاتے ان سے مسائل پوچھتے اور فتویٰ لیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذھبی)

اس کا جواب:..... یہ کہ اس روایت پر تین وجوھات کی بناء پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

اولاً:..... قابوس کی عدالت میں کلام ہے۔ صاحب تقریب کا اس کے بارے میں کہنا ہے کہ " فیہ لین " میزان میں ہے کہ ابن معین بہت سختی سے اس کی تردید کرتے تھے۔ باوجود اس کے توثیق بھی کی ہے۔ ابو حاتم نے کہا" لا یحتج بہ" قابل حجت نہیں۔ نسائی نے کہا"لیس بالقوی" قوی نہیں ہے ابن حبان نے کہا "ردی الحفظ " یادداشت خراب ہے۔ اپنے باپ سے ایسی منفرد روایات لاتا ہے جن کی اصل ہی نہیں ہوتی کبھی مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند بنا دیتا ہے۔

راقم کہتا ہے:.....لہٰذا صاحب ترجمہ اگر چہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ابن عدی نے کہا کہ لا باس بہ ساتھ میں حافظ نے بھی " فیہ لین " کہہ کر تھوڑے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے مگر وہ حجت نہیں ہے جیسا کہ ابو حاتم نے کہا کہ لا یحتج بہ .

اگر کوئی کہے کہ ابن عدی معتدلین میں سے ہے جیسا کہ تم کئی مقامات پر صراحت سے کہہ چکے پھر یہاں کس طرح اس کی مخالفت کرتے ہو؟

ہمارا جواب: یہ کہ تین وجوھات کی بنا پر۔

اول:..... یہ کہ ایک اور معتدل نے اس کی یہاں مخالفت کی ہے اور کہا کہ " لیس بذاك "ایسا خاص نہیں

قلنا:..... وبالله تعالیٰ التوفیق هذا الخبر یعتبر به لثلاثة وجوه:

احدها:..... ان قابوساً فیه کلام " فقد قال فیه صاحب التقریب " فیه لین وقال فی المیزان کان ابن معین شدید الحط علیه علی انه قدو ثقه وقال ابو حاتم لا یحتج به " وقال النسائی لیس بالقوی " وقال ابن حبان ردی الحفظ ینفرد عن ابیه مالا اصل له فر بما یرفع المراسیل واسند الموقوف " .

قال المؤلف:..... فالمترجم وان کان لا باس به کما قال ابن عدی مع قول الحافظ " فیه لین" لکن لا یحتج به کما صرح ابو حاتم .

فان قلت :ـ ان ابن عدی من المعتد لین کما صرحتم بذالك فی مقامات شتی فکیف تخالفو نه ههنا .

قلنا:..... وبالله التوفیق الجواب لهذا القول بثلاثة وجوه .

احدها:..... انه قد خالفه معتدل آخر ـ وهو احمد بن حنبل ، فقال" لیس بذالك" کما فی المیزان وقول احمد ارجح من قول ابن عدی لو جود کثرة الشواهد وقد جرحه ایضاً سواء من ذکر نا لهم ذکر فی التهذیب فلا معنی لرجائه یقوله "ارجو انه لا باس به . "

وثانیها:..... انه لو سلمنا انه لا باس به فانها لا یضرنا لو جهین .

احدهما:..... ان قول ابن عدی فی غیر ما رواه عن ابیه فقد صرح ابن حبان کما عرفت ـ انه ینفرد عن ابیه بما لا اصل له .

وهذه روایته عن ابیه کما ترا ها فلا یفیدهم کلا م ابن عدی اصلاً .

ثانیها:..... ان الترك هذا الخبر وجهین باقین فلا یضرنا ان سلمنا تو ثیق قابوس فافهم .

والجواب الثالث:..... ان ابن عدی المعتدل قد ضعف اما مکم ابا حنیفنة فلم تخالفونه هناك فما هو جوا بکم فهو جوابنا .

والو جه الثانی:..... لعدم الا عتبار بهذا الخبر ان الذهبی لم یذکر رجال السند الباقین لنری حالهم فکیف نعتمد علیه .

والوجه الثالث:..... ان هذا الخبر یخالف الشواهد المذکوره فما مقداره مع کونه فی غایة البطلان بالنسبة الی تلك الشواهد المذکورة فافهم ـــ .

ہے جیسا کہ میزان میں ہے لہٰذا احمد کا قول ابن عدی سے راجح ہے اس کے لیے شواہد بکثرت موجود ہیں اور ہم نے جن کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ بھی علماء نے اس پر جرح کی ہے جیسا کہ تہذیب میں مذکور ہے .اس لیے ابن عدی کی امید کی کوئی وجہ نہیں رہتی جب وہ کہتے ہیں کہ " ارجوانه لا باس به " مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دوم:.....اور اگر مان لیا جائے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے. پھر بھی ہمیں کوئی نقصان نہیں دو وجوہات سے۔

اول :..... کیونکہ ابن عدی کا یہ قول اس کی ان روایات کے متعلق ہے جو کہ وہ اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتا ہے جیسا کہ ابن حبان نے تصریح کی ہے کہ وہ اپنے باپ سے ایسی منفرد روایات لاتا ہے جن کی اصل ہی نہیں ہوتی ۔ اور یہ روایت بھی اپنے باپ سے کر رہا ہے لہٰذا ابن عدی کے اس قول سے اسے یہاں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

دوسرا:..... یہ کہ اس روایت کو ترک کرنے کی دو وجہیں ابھی باقی ہیں لہٰذا قابوس کی توثیق سے ہمیں کوئی ضرر نہیں۔

سوم:..... ابن عدی جو کہ معتدل ہے اس نے تمہارے امام ابوحنیفہ کو ضعیف قرار دیا ہے پھر وہاں تم اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ اس بات کا جواب جو تمہارا ہوگا وہ ہی ہمارا جواب سمجھے۔

ثانیا:..... ذہبی نے روایت کی سند کے باقی رجال کا ذکر نہیں کیا تا کہ ہم ان کا حال دیکھ سکیں لہٰذا ہم اس پر کیسے اعتماد کر سکتے ہیں۔

ثالثا:..... یہ روایت مذکورہ بالا شواہد کے مخالف ہے لہٰذا اس کی کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے حالانکہ ان شواہد کے مقابلے میں یہ بالکل بے کار روایت ہے۔

راقم کہتا ہے:..... اگر ہم اس روایت کا ثبوت تسلیم بھی کرلیں اگر چہ ان کا باطل ہونا ظاہر ہے بلکہ سورج سے زیادہ روشن ہے پھر بھی ہمیں اس سے کوئی نقصان نہیں ۔ اس کی کئی وجوھات ہیں۔

اولا : یہ روایت بحث سے خارج ہے کیونکہ بحث اس بات پر ہے کہ ابن عمر اور علقمہ میں سے فقہ میں برتر وبلند کون ہے؟ جبکہ اس روایت میں کسی فریق کے لیے کوئی دلیل نہیں بنتی کیونکہ الفاظ یہ ہیں کہ'' میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کو پایا یہاں یہ تصریح نہیں کہ کیا ابن عمر بھی ان میں شامل تھے یا نہیں؟ لہٰذا اس دلیل فاسد کو یہاں لانے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

اگر کوئی کہے:..... کہ "ان انا سا " اپنے عموم میں ابن عمر اور دوسروں کو شامل ہے اور بولنے والے نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اسی لیے ہم اسے دلیل کے طور پر لائے ہیں جیسا کہ امام بخاری جو کہ تمہارے ہم مسلک ہیں '' انہوں نے '' جزء رفع الیدین'' میں کہا ہے کہ حسن اور حمید بن ہلال کے اثار ذکر کرنے کے بعد۔ جن

قال المؤلف:..... ولو سلمنا ان هذا الخبر صحيح ثابت وان كان بطلانه ظاهراً بل اظهر من الشمس لما يضرنا لو جوه "اَمّا اولًا" فان هذا الخبر خارج عن محل النزاع اذا النزاع فى ان ابن عمر افقه وافضل من علقمة اَوهما متساويان فى الفقه وليس فى هذا الخبر دليل لا حد الطرفين لا ن لفظ هذا الخبر "ادركت نا ساً من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم.....الخ" وليس فيه تصريح بان ابن عمر كان يجى عنده ويسال عنه فلا معنى لا يراد هذا الدليل الفاسد فى معرض الا ستدلال .

فان قلت:..... .....ان لفظه "ان انا ساً" بعمومه يشمل ابن عمر وغيره ولم يستثن المتلفظ من لفظه ذلك احدا منهم فلهذا اوردنا ه فى معرض الاستد لال ومثل هذا فعَل الاِمام البخارى- وهو رجل من اصحابكم- فى جزء رفع اليدين فانه قال بعد ه ذكر اثر الحسن قال كان اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم كانها ايديهم المراد ح يرفعو نها اذا ركعوا واذا رفعوا رو سهم واثر حميد بن هلال كان اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم اذا صلوا كان ايديهم فلم يستثن الحسن وحميد بن لال احدا من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم دون احدا .

قلنا:..... هذا باطل بابوجهين احدهما: ان كلا م امام الائمة البخارى صحيح بلاريب لان لفظ الحسن وحميد كان اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم عام يشمل جميعهم ولم يصح عند البخارى دليل يخصص هذا العموم فلذلك قطع بذالك بخلاف هذا الخبر المبجود عنه فانه مخصوص بالأدله اللا ئحة المصر حة بان ابن عمر فوق علقمه بدرجات فافهم .

وثانيهما:..... ان لفظ ابى ظبيان فى الخبر المذكور لا يدل على العموم بل على التبيض لان لفظه ادركت نا سًا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ "من" هذا للتبعيض كما لا يخفى على الماهر بهذا الشان بخلاف كلام الحسن وحميد المذكور فان ظاهر مفهو مها العموم كما لا يخفى على اولى النهٰى فكيف اجترئت ايها الملزم بهذا السوال الردى الذى لا يقبله المفخم .

واما ثانيا:..... فان مراد قوله "وهم يسالون علقمة ويستفتو نه" انهم يسالونه عن احاديث النبى صلى الله عليه وسلم ويقولون له اخبر نا انهم عن حديث بلغك عن

میں ہے کہ ''اللہ کے رسول کے صحابہ رکوع میں جاتے اور لوٹتے اس طرح اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے گویا کہ پنکھے ہیں'' امام بخاری کہتے ہیں کہ انہوں نے اصحاب نبی کہا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا الخ۔

ہمارا جواب:...... یہ اعتراف اور استدلال دو وجوہات سے باطل ہے۔

اولا:...... امام الائمہ امام بخاری کی بات بالکل درست ہے کہ حسن اور حمید کے الفاظ " كان اصحاب النبي " عام ہے سب کو شامل ہے اور امام بخاری کے نزدیک کوئی دلیل ثابت نہ ہوسکی جو اس عموم کی تخصیص کر سکے اسی لیے انہوں نے یہاں قطعی حکم لگایا بخلاف اس ناقابل اعتبار روایت کے کیونکہ اس کے مقابل واضح دلائل موجود ہیں کہ ابن عمر علقمہ سے بدرجہا افضل ہے۔

ثانیا:...... خبر مذکور میں ابوظبیان کے الفاظ تبعیض یعنی کچھ کا مفہوم لیے ہوئے ہیں کیونکہ الفاظ یہ ہیں کہ "ادركت ناسا من اصحاب رسول الله " یہاں پر " من "تبعیض کے لیے ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے صحابہ میں سے بعض کو پایا اور یہ بات اہل علم کے لیے ظاہر ہے جبکہ حسن اور حمید کی بات بظاہر عموم پر دلالت کرتی ہے اور یہ بھی ظاہر و باھر ہے لہٰذا جو کہ اہل علم کے ہاں کبھی قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

ثانیا:...... بشرط تسلیم اس روایت کے الفاظ " يسالونه ويستفتونه " سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی احادیث کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ فلاں مسئلے میں اگر تمہیں آپ ﷺ کی کوئی حدیث پہنچی ہو تو ہمیں بتاؤ نہ کہ اس کی رائے پوچھتے تھے کیونکہ صحابہ کرام احادیث رسول سننے کے حریص تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے سواری خریدی اور مصر کا سفر کیا تا کہ عقبہ بن عامر سے حدیث پوچھیں اور پھر مدینہ لوٹ آئے جیسا کہ حاکم کی " معرفة علوم الحديث " میں ہے رہی رائے تو تمام صحابہ اس کی مذمت کرتے تھے۔ اور ان کی ہم نے اپنی کتاب " الدليل الصحيح فى ذم الراى القبيح " میں جمع کردی ہیں لہٰذا اسے دیکھ لو تمہارا دل خوش ہو جائے گا اور فکر صحیح حاصل ہوگی۔

ثالثا:...... اگر بالفرض ہم مان لیں کہ صحابہ علقمہ سے فتویٰ لیتے تھے تب بھی یہ بات علقمہ کا مقام صحابہ کے مقام تک پہنچانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ یہ عمل تواضع اور ہضم نفس کے لیے کر رہے ہوں اور یہ بات تو ہمارے حنفی بھائیوں کے ہاں بھی تسلیم شدہ ہے کہ جب احتمال پیدا ہوجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔

راقم کہتا ہے:...... رہی یہ بات کہ " ولأسود له فضل كثير " یہ بات درست ہے لیکن بہر حال اسود کی فضیلت کا موازنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے نہیں کیا جاسکتا جو کہ ہدایت کے سورج اور درایت کے پورے چاند ہیں اور یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے افضلیت میں مقدم ہیں:

راقم کہتا ہے:...... باقی یہ فرمان کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں تو یہ بات بھی بالکل درست ہے

النبی ﷺ فی مسئلة فلا نة ولم یبلغنا بخلاف رایه لا نهم کانوا حریصین علی سماع حدیث النبی صلی الله علیه وسلم الا تری ان جابراً سار الی مصر واشتری راحلة فرکبها حتی سال عقبة بن عامر عن حدیث وانصرف الی المدینة . کما فی معرفة علوم الحدیث للحاکم ۔ واما الرای فکان الصحابة کلهم یذمونه وقد الستقصیت اخبار هم فی کتابنا المسمی "بالدلیل الصحیح فی ذم الرای القبیح" فعلیك به فان فیه ما لیس نظرك وینفع فکرك .

اما ثالثا:...... فلو تنزلنا وقلنا ان الصحابة کانوا یستفتونه لکن لا یتابع لذالك مرتبة علقمة الی مرتبة الصحابة وعلمه الیٰ علمهم لا نه یحتمل ان یکونوا یسالونه هصما لا نفسهم ومن المعلوم الذی سلمه اخواننا الاحناف ایضًا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فافهم .

قال المؤلف:...... واما قوله " والا سودله فضل کثیر " فصیح لکن لیس له۔ نفی اسود ۔ مقدار بالنسبة الیٰ احد من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم الذین هم شموس الهدایة الطالعة وبدور الدرایة البازغة کما لا یخفی علیٰ اولی النهیٰ .

قال المولف :واما قوله ....عبدالله یعنی ابن مسعود ۔عبدالله فصیح ایضاً لا شك فیه لانه نفی ابن مسعود صحابی لا یشك فی علمه وورعه وفقهه وبراعته واما مته وجلالته وثبته واتقانه الا من اتبع الشیطان الرجیم وقنط من رحمة الرحمن الرحیم ولکن عبدالله بن عمر افضل منه بلا شك وانا ان شاء الله تعالیٰ نذکر الشواهد علی ذالك .

الشاهد الاول:...... قال جابر بن عبدالله الانصاری رضی الله عنه ما مِنّا احد ادرك الدنیا اِلا مالت به ومال بها الا ابن عمر کذا فی التهذیب .

قال المؤلف:...... فهذا دلیل واضح وبر هان لا ئح علیٰ ما ادعیناه فانه لا یشك من له ادنیٰ مهارة بفن الرجال فی رویة ابن مسعود لجابر رضی الله تعالیٰ عنهما فافهم بالله تعالیٰ التوفیق .

الشاهد الثانی:...... قال جابر رضی الله عنه لم یکن احد . منهم ای من الصحابة الزم لطریق رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا اتبع . ابن عمر کذا فی تهذیب الاسماء للنواوی .

بغیر کسی شک وشبہ کے کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور ان کے علم ، ورع ، فقہ ، براعت ، امامت ، جلالت ، اعتبار اور مہارت میں وہ ہی شک کرسکتا ہے جو شیطان مردود کا پیروکار اور رحمان ورحیم سے بیزار ہو. لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان سے بغیر کسی شک وشبہ کے افضل ہیں اور اس کے دلائل ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے ۔

پہلی دلیل :..... جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی نہیں کہ جس نے دنیا کو پایا پھر دنیا نے اسے پھیر دیا یا وہ دنیا کے ساتھ پھر گیا مگر عبداللہ بن عمر۔ (التھذیب)

راقم کہتا ہے :..... یہ ہمارے دعوے کی واضح دلیل ہے کیونکہ جو تھوڑا بہت بھی فن رجال جانتا ہو اس کے علم میں ہوگا کہ جابرؓ نے عبداللہ بن مسعود کو بھی پایا اور دیکھا تھا۔

دوسری گواہی:..... جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی بھی عبداللہ بن عمر سے زیادہ آپ کے طریقے کو لازم پکڑنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا نہ تھا۔

(تھذیب الاسماء للنووی)

تیسری گواہی:..... جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو امام سعید بن مسیّب نے کہا کہ وہ اس حال میں فوت ہوئے کہ دنیا میں کوئی مجھے ان سے زیادہ محبوب نہ تھا کہ ان جیسے عمل کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہوں۔ (التھذیب)

چوتھی گواہی:..... حافظ ابن حجر تقریب میں زہری سے نقل کرتے ہیں کہ ان کی جلالت قدر، ثبت اور اتقان پر اجماع ہے اور تہذیب میں کہا کہ ہم ابن عمر کی رائے کے مقابل کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔.

راقم کہتا ہے :..... جس کو تھوڑی سی بصیرت ہو وہ بھی اس بات میں شک نہیں کرے گا کہ زہری تک ابن مسعود کی رائے بھی ضرور پہنچی ہوگی ۔

پانچویں گواہی :.....نووی تہذیب الاسماء میں ابن عمر کے متعلق کہتے ہیں اور ان کے مناقب بہت اور مشہور ومعروف ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں ان کی نظیر کمیاب ہے ہر قسم کے اقوال ، افعال اور دنیا اور اس کے مقاصد سے بے رغبتی اور ریاست کی طمع نہ ہونا اور اس کے علاوہ بھی بہت سے فضائل ومناقب ۔

چھٹی گواہی : ابن عمر ان (٦) چھے صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت روایت کی ہے بخلاف ابن مسعود کے اور وہ (٦) چھے بالترتیب ابوھریرہ ، ابن عمر ، انس'' ابن عباس ، جابر اور عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ (تھذیب الاسماء للنووی)

ساتویں گواہی :..... ابن مسعود ان چار عبادلہ (عبداللہ نام والے) مشہور صحابہ میں سے ہیں جن کے فتاویٰ پر بھروسہ کیا جاتا ہے بخلاف ابن مسعود کے کہ ان کا شمار ان میں نہیں کیا جاتا ۔ تہذیب الاسماء میں نووی

الشاهد الثالث:..... قال الامام سعید بن المسیب - یوم مات ابن عمر- مات وما فی الارض احب الیٰ ان القی الله تعالیٰ بمثل عمله منه کذا فی التهذیب " .

الشاهد الرابع:..... قال الامام الزهری . المتفق علی جلالته وثبة واتفانه کما فی التقریب لا نعدل براية یعنی ابن عمر احدً کذا فی التهذیب .

قال المؤلف:..... لا یشك من له اقل بصیرة فی ان الزهری قد بلغه رای ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه ایضاً فتدبر .

الشاهد الخامس:..... قال النووی فی تهذیب الاسماء - فی ترجمة ابن عمر - ومَنَا قِبَه کثیره مشهوره بل قلّ نظیره فی المتابعة لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی کُلّ شی من الاقوال والافعال فی الزهادة فی الدنیاو مقاصدها والتطلع اِلیٰ الریاسة وغیرها . اٰهـ.

الشاهد السادس:..... ان ابن عمر احد الستة الذین هم اکثر الصحابة روایة عن النبی صلی الله علیه وسلم بخلاف ابن مسعودؓ وهم ، ابو هریرة ثم ابن عمر ، ثم انس ، ثم ابن عباس ، ثم جابر ثم عائشة کذا فی تهذیب الاسماء للنواوی

الشاهد السابع:..... ان ابن عمر احد العبادلة الاربعة المشهورة المعتمد ة علیٰ فتاؤهم بخلاف ابن مسعود فقد قال النووی فی تهذیب الاسماء فی ترجمة عبدالله بن الزبیر:

"واعلم ان عبدالله بن الزبیر هو احد العبادلة الاربعة وهم (١) عبدالله بن عمر (٢) عبدا لله بن عباس (٣) عبدالله بن الزبیر (٤) وعبدالله بن عمر وبن العاص هکذا سماهم احمد بن حنبل وسائر المحدثین وغیرهم قیل لا نه تقدمت وفاته وَهؤلاء عَاشوا طَوِیلاً حَتّی احتیج الی علمهم فاذا اتفقوا علی شی قیل هذا قول العبادلة اوفعلهم ویلتحق بابن مسعود فی هذا سائر المسلمین عبدالله من الصحابة وهم نحو ما ئتین وعشرین " واما قول الجوهری فی صحاحه " ان ابن مسعود احد العبادلة الاربعة واخرج وابن عمرو ابن العاص فغلط ظاهر نبهت علیه لئلا یغتربه انتهی کلام النووی .

قال المؤلف:..... وانما خطا النووی کلام الجوهری المذکور لانه خلاف ما قال مثل الامام احمد بن حنبل وسائر المحدثین ، کما عرفت انفاً .

کہتے ہیں عبداللہ ابن الزبیر کے حالات میں'' اور یاد رکھو کہ عبداللہ بن الزبیر چار عبادلہ میں سے ہیں اور وہ ہیں عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن الزبیر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ احمد بن حنبل اور تمام محدثین نے اسی طرح ان کے نام بیان کئے ہیں احمد بن حنبل سے کہا گیا تو ابن مسعود؟ کہا کہ وہ ان میں سے نہیں ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کیونکہ ان کی وفات پہلے ہوگئی تھی اور یہ طویل عرصے تک زندہ رہے تھے یہاں تک کہ ان کے علم کی حاجت ہوئی پس جب وہ کسی امر پر متفق ہوجائیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ عبادلہ کا قول ہے۔ باقی نام عبداللہ تو اس میں ابن مسعود کے ساتھ باقی سارے صحابہ عبداللہ نام والے بھی شامل ہیں جو کہ تقریباً ۲۱۰ دوسو دس ہیں رہا جوہری کا یہ کہنا اپنی لغت میں کہ ابن مسعود چار عبادلہ میں سے ایک ہیں اور ابن عمرو بن العاص کو انہوں نے شامل نہیں کیا وہ ایک غلطی ہے۔ میں نے اس پر متنبہ کر دیا تا کہ کوئی غلطی میں نہ پڑے انتھی کلام النووی.

راقم کہتا ہے:..... نووی نے جوھری کی بات غلط قرار دی اس لیے کہ یہ بات احمد بن حنبل اور تمام محدثین کے اقوال کے خلاف ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا۔

اور یہ بات تو مسلمہ ہے کہ ان ائمہ کے مقابلے میں جوھری کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آٹھویں گواہی:..... یحی بن یحی التیمی نے امام مالک سے پوچھا کہ'' کیا آپ نے مشائخ سے یہ نہیں سنا کہ جس نے ابن عمر کا قول لیا اس نے تحقیق کی انتہا کو پالیا ہے امام مالک نے کہا کہ ہاں!

(تذکرۃ الحفاظ للذھبی)

نویں گواہی:.....ابو جعفر محمد بن علی کہتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی حدیث رسول سننے کے بعد اس معاملے میں کم یا زیادہ سے بچنے میں عبداللہ بن عمر سے زیادہ محتاط نہ تھا۔

تو یہ دلیلیں ہمارے دعوے کی تصدیق اور مخالف کے دعوے کی تکذیب کرنے کے لیے کافی ہیں والحمد للہ

راقم کہتا ہے:..... اللہ کے فضل وکرم سے یہ بات ظاہر ہو چکی کہ یہ مناظرہ اگر چہ سنداً باطل ہے لیکن اگر نہ ہوتا تب بھی ہمارے لیے ضرر رساں نہیں جیسا کہ تم دیکھ چکے کہ ہم نے تمام اعتراضات کے مسکت جوابات دے دیے۔

اجمالی جواب:

راقم کہتا ہے:..... اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جب ہم اس مناظرے کے تفصیلی جوابات سے فارغ ہو چکے تو پھر ہمارا ارادہ ہے کہ اجمالی جواب بھی دے دیں تا کہ پہلے جوابات کی تقویت ہو اور تائید مکمل ہوجائے لہٰذا۔

ہمارا دعویٰ ہے:..... کہ راوی کا فقیہ ہونا وجوہ ترجیح میں سے ہے ہی نہیں۔ امام حازمی نے کتاب الاعتبار

ومن المعلوم ان الجوهری لیس له مقدار بالنسبة الی هؤ لآء الائمة فافهم وبالله تعالی التوفیق .

الشاهد الثامن:..... قال یحی بن یحی التیمی لما لك الیس قد سمعت المشائخ یقولون من اخذ بقول ابن عمر لم یدع من لاستقصاء شیئا قال نعم کذا فی تذکرة الحفاظ للحافظ شمس الدین الذهبی .

الشاهد التاسع:..... قال ابو جعفر محمد بن علی لم یکن من الصحابة اذا سمع من رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم حدثنا احذر الا یزید فیه اوینقص منه ولا ولا من ابن عمر کذا فی التذکرة الذهبی .

قال المؤلف:..... فهذه الشواهد تدل علی ادعینا وتکذیب ما ادعاه مخالفنا والحمد لله علی ذالك .

قال المؤلف:..... فقد ظهر بفضل الله تعالیٰ ومنه وکرمه ان هذه المناظرة مع کونها باطلة ـ لا یضرنا اصلاً فانا ـ کما رأیت ـ قد اجبنا عنها لما یشفی الغلیل ویروی الغلیل والحمد لله کثیر والله اکبر کبیراً وسبحان الله بکرة واصیلاً .

الجواب الاجمالی

قال المؤلف:..... لَمَّا فرغنا بتوفیق الله تعالیٰ عن استیعاب الاجوبة عن هذه المناظرة علی سبیل التفصیل اردنا ان نجیب عن هذه المناظرة بالجواب الاجمالی لیقوی الاوّل ویؤیده بالتائید الایحمل ـ

فنقول وبالله التوفیق :ـ

ان کون الراوی فقیهاً لیس من وجوه الترجیهات لان الامام الحازمی قد ذکر فی کتاب الاعتبار خمسین وجوهاً للترجیه ولم یذکر هذا الوجه الردی الفاسد الذی لیس له مقدار عبدالعالم الناقد آلا انه قال الوجه الثالث والعشرون أن یکون فقهاء رواة احد الحدیثین مع تساویهم فی الحفظ والا تقان فالا ستروا ح الی حدیث الفقهاء اولیٰ . "اٰ هـ"

قال المؤلف:..... هذا معقول لکن لیس ههنا کذلك فانك قد عرفت من کلا منا انفا فی دیواننا هذا ان رواه حدیث ابن عمرؓ کلهم احفظ واتقن من رواه حدیث ابن مسعودؓ علی الا طلاق فکیف یرجح حدیث ابن مسعود علی حدیث ابن عمر لانك

میں پچاس (۵۰) وجوہ ترجیح بیان کی ہیں مگر یہ بیکار وجہ ترجیح بیان نہیں کی جس کی اہل علم ناقدین کے نزدیک کوئی حیثیت ہے ہی نہیں۔ مگر انہوں نے یہ ضرور کہا ہے کہ تیئیسویں (۲۳) وجہ ترجیح یہ کہ دونوں مختلف حدیثوں کے راوی حفظ واتقان میں برابر ہوں تو فقہاء کی روایت کو اختیار کرنا بہتر ہے۔

راقم کہتا ہے:..... یہ ایک معقول بات ہے۔ مگر مسئلہ زیر بحث میں ایسا ہے ہی نہیں کیونکہ ہمارے اس رسالے کی مذکورہ بالا بحث سے آپ جان چکے ہیں کہ عبداللہ بن عمر والی روایت کے راوی حفظ واتقان میں مطلقاً ابن مسعود والی روایت کے راویوں سے افضل ہیں تو پھر ابن مسعود کی روایت کو کس طرح ترجیح دی جاسکتی ہے؟ کیونکہ امام حازمی کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ راویوں کا حفظ واتقان میں برابر ہونا اس وجہ ترجیح میں شرط ہے اور تسلیم شدہ امر ہے کہ شرط معدوم ہو تو مشروط بھی معدوم ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ:..... صاحب نور الانوار نے المنار کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ تفریق معروف بالفقہ والھدایہ کے عیسی بن ابان کا مسلک ہے اور اکثر متاخرین نے اس کی متابعت کی ہے۔

ہمارا جواب:..... یہ بات قابل بھروسہ نہیں۔

اولا:..... یہ کہ صاحب نور الانوار کا قول اصحاب حدیث کے مقابلے میں کوئی حجت نہیں۔ محدثین نے راوی کی روایت کی ترجیح کے لیے فقیہ ہونے کی کوئی شرط نہیں لگائی۔ لہٰذا ہم ایسے شخص کے قول پر کیا بھروسہ کریں جو کہ فن حدیث جانتا ہی نہیں اور وہ بھی ان کے مقابلے میں جن کی زندگیاں اس علم کی خدمت میں گزر گئیں اور یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر فن کے لیے الگ لوگ ہوتے ہیں۔ امام احمد بن سریج کہتے ہیں کہ اہل حدیث فقہاء سے درجے میں بہت بلند ہیں (المیزان الکبری للشعرانی) امام شافعی فرماتے ہیں اہل حدیث کو لازم پکڑ لو کیونکہ وہ دوسروں سے زیادہ صحیح ہیں (توالی التاسیس لابن حجر والاداب الشرعیہ لابن مفلح المقدسی) امام ابن یوسف جو کہ امام ابوحنیفہ کے سب سے لائق شاگرد ہیں ایک روز نکلے تو علماء حدیث دروازے پر کھڑے تھے تو کہا "ما علی الارض خیر منکم" زمین پر تم سے بہتر کوئی نہیں۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی)

راقم کہتا ہے:..... تو یہ قطعی دلائل دلالت کرتے ہیں کہ محدثین فقہاء سے مطلقاً افضل ہیں لہٰذا محدثین کے قول کے مقابلہ میں ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اس کے ساتھ ساتھ عبدالحی حنفی لکھنوی کا یہ قول غیث الغمام میں اور یہ بات مدفوع ہے کیونکہ یہ فقہ میں ان کی بزرگی اور برتری سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت حدیث میں ان کی بات قابل قبول ہو، کیونکہ بہت سے جلیل القدر فقیہ اور عزت مآب صوفی حدیث کی روایت میں متساھل رہے ہیں لہٰذا ہر فن کے لیے الگ لوگ اور ہر مقام کے لیے الگ قول ہوتا ہے۔ اور امام الکلام میں کہتے ہیں کہ صاحب نہایہ اور ہدایہ کے شارحین کی نقل کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ محدثین میں سے نہیں

یا طالب الحق قد عرفت من کلا م الحازمی رحمة الله تعالیٰ ان کون رواة الحدیثین متساو ییـن فـی الـحـفـظ والا تـقان شرط فی هذا الوجه ومن المعلوم انه اِذَا فَاتْ الشَرطُ فَاتَ المَشْرُوط . وبالله تعالیٰ التوفیق .

فان قلت:..... قال صاحب نورالانوار فی شرح المنار ثم التفرقة بین المعروف بالفقه والهدایة مذهب عیسی بن ابان وتابعه اکثر المتأخرین .

قلنا:..... هذالا یعتبر به بوجوه .

اما اَوْلًا:..... فـلا نـه لا حـجة فـی قول صاحب نور الانوارهذا بمقابلة قول اصحاب الـحـدیث فافهم . "یعنی المحدثین "لم یشترطوا کون الراوی فقیها الترجیح روایته عـلی روایة غیره فکیف نعتمد علی قول من لا یحسن الصناعة فی فن الحدیث بمقا بـلة قول من خلق للحدیث الشریف ومن المعلوم الذی لا یخفی علی احد ان لکل فـن رجـالاً ـ قـد قال الامام احمد بن سریح "اهل الحدیث اعظم درجة من الفقهاء کـمـا فـی المیزان الکبریٰ للشعرانی وقال الامام الشافعی رحمه الله تعالیٰ" علیکم بـاهـل الـحـدیـث فانهم اکبر صوابا من غیر هم کما فی توالی التاسیس لا بن حجر والآداب الشـرعیة لا بـن مـفلح المقدسی خرج الامام ابو یوسف القاضی وهو من ارشـد تـلامیـذة الامام ابی حنیفة رحمهما الله تعالیٰ یوماً واصحاب الحدیث علی البـاب فـقـالً ما علی الارض خیر مسلم کذا فی شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی .

قـال المؤلف:..... فهـذه الـدلائـل الـقطعیة تدل علی ان المحدثین افضل من الفقهاء عـلـی الاطـلاق فـلا عبـره بـقولهم بمقابلة قول المحدثین مع ما قال الشیخ محمد عبدالحی الحنفی فی غیث الغمام " ویدفع بان جلالة قدره فی الفقه لا یستلزم قبول قوله ونقله فی الروایات الحدیثیة فکم من فقیه جلیل وصوفی نبیل متساهل فی باب الروایة الحدیثیة فلکل فن رجال ولکل مقام مقال " .

وقـال فی امام الکلام " مجیباً عما اورده صاحب النهایة من الدلائل الغیر المسنده " ثـم لا عبـرة بنقل صاحب النهایة والدلائل الغیر المسنده "ثم لا عبرة بنقل صاحب الـنهـایة ولا بـقیـه شراح الهدایة فانهم لیسوا من المحدثین وَلا اسند والحدیث الیٰ احد من المخرجین . "اھـ"

ہیں اور انہوں نے روایت کی نسبت محدثین میں سے کسی کی طرف نہیں کی ہے۔

راقم کہتا ہے:..... علامہ لکھنوی کی یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ فقہاء میں سے کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اسے ہمارے ساتھی محدثین کی طرف سے سنداً بیان کردیں، کیا ہی خوب مقام ہے یہ! اور یہ اللہ کا فضل ہے کہ جسے چاہے نواز دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ثانیا:..... صاحب نور الانوار کی اس بات کو علامہ عبدالحلیم لکھنوی نے نور الانوار کے حاشیہ قمر الاقمار میں رد کیا ہے وہ کہتے ہیں پھر جان لو کہ یہ جو عیسی بن ابان اور اس کے ہم نواؤں کا مسلک ہے بعد میں بنایا جانے والا قول ہے اور سلف سے ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے کہ راوی کا فقیہ ہونا شرط ہو اس کی حدیث کو قیاس پر مقدم کرنے کے لیے جبکہ ہمارے بڑے امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جو کچھ اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے آیا وہ ہمارے سر آنکھوں پر۔ محقق بات یہ ہی ہے۔

ثالثا:..... خود صاحب نور الانوار کا بقیہ کلام اس بات کی مخالفت کررہا ہے کیونکہ وہ مذکورہ بالا قول کے بعد کہتے ہیں رہا ''کرخی'' اور ہمارے ان علماء کا سوال تو ان کے نزدیک راوی کا فقیہ ہونا اس کی روایت کو قیاس پر مقدم کرنے کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ ہر عادل راوی کی روایت قیاس پر مقدم ہے جب وہ روایت قرآن اور سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو۔

راقم کہتا ہے:..... صاحب نور الانوار کی اس بات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ راوی کا فقیہ ہونا اس کی روایت کی ترجیح کے لیے شرط نہیں ہے اور زیر بحث مسئلے میں بھی یہ ہی بحث ہے لہٰذا اس کلام سے بھی ان کا استدلال باطل ٹھرا۔ والحمد لله على ذالك .

راقم کہتا ہے: صاحب نور الانوار کی ایک اور توضیح بھی ہماری بات کی تائید کرتی ہے وہ کہتے ہیں۔ راویوں کی تعداد مرد ہونا یا عورت ہونا یا آزاد ہونا وجہ ترجیح نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر دو متعارض روایات میں سے ایک روایت کے راوی زیادہ اور دوسری کے کم ہوں یا ایک روایت کا راوی مرد اور دوسری روایت کی راویہ خاتون ہو یا ان دونوں میں سے ایک کا راوی آزاد اور دوسری کا غلام ہو تو ان روایات میں سے کسی روایت کو ان اسباب میں سے کسی کی بنا پر ترجیح نہیں دی جائے کیونکہ اس معاملے میں اصل اعتبار راوی کی عدالت اور شرافت کا ہے اور اس چیز پر کثرت، قلت، تذکیر یا تانیث سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت سے مردوں سے بدرجہا افضل ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت سے آزاد لوگوں سے بدرجہا فضیلت والے ہیں اور چھوٹی سی فرمانبردار جماعت ایک بڑی نافرمان جماعت سے بہتر ہے۔

راقم کہتا ہے:..... تو یہ عبارت بھی واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ اس معاملے اصل اعتبار راوی کی

قال المؤلف:..... فمن كلام اللكهنوى هذا قد ظهر لنا ان كلام احد من الفقهاء لا يلتفت اليه الا ماعزوه الى احد من اصحابناالمحدثين فوانعموا وذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم .

واما ثانيًا :..... فان كلامه هذا قد رَدّه العلامة محمد عبدالحليم اللكهنوى فى حاشية على نور الا نوار المسماة "بقمر الاقمار" حيث قال : " ثم اعلم ان لهذا ما ذهب اليه عيسى بن ابان ومن نحى نحوه قول محدث ولم ينقل عن السلف القدماء اشتراط فقه الراوى فى تقديم خبره على القياس وكيف وقد نقل عن امامنا الاعظم رحمه الله قال : ما جاء عن الله تعالىٰ وعن الرسول فعلى الراس والعين كذا فى التحقيق" . "اٰهـ"

واما ثالثا:..... فان بقية كلام صاحب نور الانوار يخالفه فانه قال بعد كلامه الذى نقلته ايها القائل ، واما عند الكرخىؒ ومن تابعه من اصحابنا فليس فقه الراوى شرطا وتقدم الحديث على القياس بل خبر كل راوى عدل مقدم على القياس اذا لم يكن يخالفا الكتاب والسنة المشهورة .

قال المؤلف:..... فمن كلامه هذا العلم ان كونه الراوى فقيهاً ليس شرطا لترجيح روايته هذا نفس من هنا ـ فَبَطَلَ تعلقهم بهذا القول جملة والحمد لله تعالىٰ على ذالك .

قال المؤلف:..... ثم قد وجدنا كلام صاحب نور الانوار الآخر وهو ايضاً يدل على ما قلنا قال " والترجيح لا يقع بفضل عدد الرواة ، بالذكور والانوثة والحرية يعنى اذا كان فى احد الخبر ين المتعارضين كثرة الرواة وفى الآخر قِلتُهَا او كان راوى احدهما مذكر ا والاخر مونثاً او راوى احدهما حرّا والآ خر عبدً ا لم يترجح احد الخبر ين على الآخر بهذه المزية لا ن المعتبر فى هذا الباب العدالة وهى لا تختلف بالكثرة والذكورة والحرية فان عائشة رضى الله عنها كانت افضل من اكثر الرجال وبلالاً رضى الله عنه كان افضل من اكثر الحرائر والجماعة القليلة العادلة افضل من الكثيرة العاصية " .

قال المؤلف:..... فهذه العبارة ايضاً تدل دلالة واضحة علىٰ المعتبر فى هذا الباب هى العدالة لا غيرها فافهم .

عدالت کا ہے اس کے علاوہ کسی اور چیز کا اعتبار نہیں ہے۔ خوب سمجھ لو۔

اگر کوئی کہے:..... تلویح میں ہے کہ ''اور دوسری چیز جو راوی سے متعلق ہے وہ چیز ہے فقیہ ہونے کی بنا پر راوی کو ترجیح دینا''

ہمارا جواب:..... اس بات کا جواب دو طرح سے ہے۔

اولا: صاحب تلویح کی یہ بات ہمارے علماء محدثین کے مقابلے میں معتبر نہیں ہے۔ اور محدثین کی رائے بالتفصیل بیان ہو چکی۔ اس لیے اچھی طرح غور وفکر کر کے دیکھو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ثانیا: دوسری بات یہ کہ تلویح میں مذکور بات سے یہ مراد نہیں کہ راوی کا فقیہ ہونا وجہ ترجیح ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک روایت کے راوی فقیہ ہوں اور دوسری کے نہ ہوں تو ایسی صورت میں فقیہ راویوں کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ زیادہ فقیہ کی روایت کو کم فقیہ کی روایت پر ترجیح ہوگی۔ حالانکہ ہماری پچھلی بحث سے آپ جان چکے ہیں کہ ابن عمر کی روایت کے راوی مخالف روایت کے راویوں سے زیادہ فقیہ ہیں چہ جائیکہ وہ فقیہ نہ ہوں۔ لہٰذا یہ قول بھی ان کو مفید نہیں ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

راقم کہتا ہے:..... اب جبکہ ہم اللہ کے فضل وکرم سے اس مناظرے کے جوابات سے فارغ ہو چکے ہیں جو کہ ایک من گھڑت جھوٹا مناظرہ ہے اور ہم پھر بھی ثابت کر چکے کہ ابن مسعود کی طرف منسوب یہ روایت ابن عمر کی روایت پر راجح نہیں ہے۔ لہٰذا اب ہم ابن عمر کی روایت کے لیے وجوہ ترجیح بھی بیان کیے دیتے ہیں۔

ابن عمر کی روایت کو ابن مسعود کی روایت پر ''۱۷'' سترہ وجوہات سے ترجیح حاصل ہے:

پہلی وجہ:..... ابن عمر کی روایت کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ اوزاعی جن کا نام عبدالرحمان بن عمرو ابن عنبسہ السلمی وہ ایک فقیہ، ثقہ اور جلیل القدر شخصیت ہیں۔ اور زہری ان کا نام محمد بن مسلم بن عبید اللہ ہے۔ وہ ایک فقیہ حافظ الحدیث ہیں اور ان کی جلیل القدری، معتبر ہونے اور ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔

اور سالم سات مشہور مدنی فقہاء میں سے ہیں۔ ایک معتبر عبادت گزار، فضیلت کے صاحب تھے۔ سیرت وکردار میں اپنے والد جیسے تھے جیسا کہ تقریب میں ہے اور ابو سالم عبداللہ وہ تو عبداللہ ہیں۔

جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی روایت کی سند انتہائی ضعیف ہے ابو حنیفہ جن کے بارے میں دعوی کرتے ہیں کہ انہوں نے اوزاعی سے مناظرہ کیا انتہائی ضعیف راوی ہے اور ان کی روایت سے قطعاً حجت نہیں لی جاسکتی۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ اور مسلم نے جیسا کہ تاریخ بغداد میں ہے اور نسائی نے ضعفاء میں اور ابن سعد نے طبقات میں۔ اور اس فن کے امام ابن معین سے تاریخ بغداد میں منقول ہے. اور

فان قلت:..... قال فی التلو یح " والثانی یقح فی الراوی کالترجیح بفقه الراوی".

قلنا:..... الجواب عن هذا القول بوجهین :

احد هما:..... ان قوله هذا ایضاً لا یعتبر بمقابلة قول اصحابنا المحدثین فقد عرفت ذالك مفصلاً فارجع البصر فهل ترى من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیك البصر خاسئًا وهو حسیر .

وثانیهما:..... انه لیس المراد من قوله ما فهمته ایها القائل بل المراد منه ان یکون من رواة احد الحدیثین فقهاء بخلاف الثانی فیترجح حدیث الفقهاء علی غیر هم لان خبر افقه راجح علی خبر من هو دونه فی الفقه وقد عرفت من کلامنا ان رواة حدیث ابن عمر افقه من رواة حدیث ابن مسعود فضلاً لعن ان یکونوا غیر فقیهین فلا یجدلی هذا القول نفعاً فتدبر وبالله التوفیق .

قال المؤلف:..... لمافرغنا بفضل الله تعالی وکرمه واحسانه ومنه وامتنانه عن الاجوبة عن هذه المناظرة المکذوبة الموضوعة اثبتنا ان روایة ابن مسعود لیست براحجة علی روایة ابن عمر فلنشرع فی ذکر وجوه ترجیح حدیث ابن عمر علی حدیث ابن مسعود فنقول وبالله تعالیٰ التوفیق .

ان الترجیحه علی حدیث ابن مسعود سبعة عشر وجوهاً :

الوجه الاول:..... ان سند حدیث ابن عمر رضی الله عنهما لا شك فی صحة فان الاوزاعی - اسمه عبدالرحمن بن عمرو بن عنبسة السلمی فقیه ثقة جلیل . والزهری اسمه محمد بن مسلم بن عبید الله فقیه حافظ متفق علی جلالته واتقانه وثبته "

وسالم احد الفقهاء السبعة وکان ثبتاً عابداً فاضلاً کان یشبه بابیه فی الهدی والسمت کما فی التقریب واما ابو سالم عبد الله فعبد الله . واما سند حدیث ابن مسعود رضی الله عنه فضعیف جداً لان ابا حنیفة الذی یزعمون انه قد ناظر الا مام الاوزاعی ضعیف جداً وکما یحتج بحدیثه اصلاً فقد ضعفه البخاری فی تاریخه الکبیر ومسلم کما فی تاریخ بغداد- والنسائی فی الضعفاء وابن سعد فی الطبقات .

ان سے ابوحنیفہ کی توثیق ثابت ہی نہیں ہے۔ اور احمد بن حنبل نے جیسا کہ عقیلی کے ضعفاء میں ہے اور حافظ ابن عدی نے الکامل میں اور دار قطنی نے اپنی سنن میں اور یہ تینوں معتدلین میں سے ہیں جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ اور ان کے علاوہ بھی اھل نقد نے اور اگر اس کی تفصیل مطلوب ہو تو ہماری کتاب " اظھار البرأة من حدیث من کان له امام فقراءة الامام له قراءة " کا مطالعہ کرلو۔ تم حیران رہ جاؤ گے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

راقم کہتا ہے:..... اور یہ بات طے شدہ ہے کہ صحیح روایت ضعیف روایت پر راجح ہے اور یہ وجہ اک ہی کافی ہے وباللہ التوفیق۔

دوسری وجہ:..... ابن عمر والی روایت متصل ہے جبکہ ابن مسعود والی روایت انتہائی گری پڑی ہونے کے ساتھ منقطع بھی ہے کیونکہ ابراہیم ابوحنیفہ کے استاد کا استاد اس نے علقمہ سے نہیں سنا۔ امام علی بن المدینی جسے اللہ نے پیدا ہی علم حدیث کے لیے کیا تھا اس امر کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ نسائی نے السنن الکبریٰ میں کہا امام بخاری جزء رفع الیدین میں ابن المدینی کے لیے کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ابن حبان کتاب الثقات میں کہتے ہیں کہ ابن المدینی اپنے زمانے میں حدیث رسول کی علل کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ابو حاتم الرازی کہتے ہیں کہ حدیث کی معرفت اور علل میں ممتاز تھے (التھذیب) یہ ابن المدینی ابراہیم کے سماع کا علقمہ سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ ابن ابی حاتم الرازی کی مراسیل میں مذکور ہے۔ اور مسلمہ بات ہے کہ منقطع روایت کا متصل روایت سے کوئی موازنہ ہی نہیں ہے خاص طور پر اس وقت جب کہ منقطع روایت کسی اور وجہ سے ضعیف بھی ہو۔

اگر تم کہو:..... کہ ابراہیم صرف علقمہ سے روایت نہیں کر رہے بلکہ علقمہ اور اسود سے روایت کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر ابراہیم علقمہ سے مرسلا روایت کر رہے ہوں تو بھی اسود سے اس طرح نہیں ہوگا لہٰذا اس سے ابراہیم کی روایت کو ضرر نہیں پہنچتا۔

ہمارا جواب:..... بلکہ اسود سے بھی مرسل ہے کیونکہ ابراہیم اور اسود دونوں ایک ہی طبقے سے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے دونوں کو ایک ہی طبقے میں شمار کیا ہے یعنی طبقہ ثانیہ لہٰذا اگر اس کی روایت علقمہ سے مرسل ہوگی تو اسود سے بھی اسی طرح مرسل ہوگی۔ مزید یہ کہ اس نے اسود سے اپنا سماع بیان بھی نہیں کیا۔ خوب سمجھ لو۔

تیسری وجہ:..... ابن عمر والی روایت کی سند عالی ہے کیونکہ وہ ثلاثی تین واسطوں والی روایت ہے جب کہ ابن مسعود والی روایت کی سند نازل ہے کیونکہ وہ رباعی چار واسطوں والی ہے اور سند عالی والی روایت جو اور دلائل سے بھی ثابت ہو بہتر ہوتی ہے ایسی روایت سے جس کی سند نازل اور قرائن سے اس کا گرا پڑا ہونا واضح ہو۔ حافظ ابن الصلاح مقدمۃ علوم الحدیث میں کہتے ہیں کہ "طلب العلو سنة ایضا" عالی سند

واما هذا الشان یحی بن معین کما فی تاریخ بغداد ولم یثبت عنه تو ثیقه اصلاً واحمد بن حنبل الامام کما فی الضعفاء للعقیلی ، وابن عدی الحافظ فی الکامل والدار قطنی فی سننه وهو لاء الثلاثة من المعتدلین کما عرفت وغیرهم من اهل النقد ، وان شئت تفصیل ذالك فطالع کتابنا " اظهار البراء ة من حدیث من کان له اما م فقراء ة الامام له قراة " فانك تند هش ویطول عجبك وبالله تعالیٰ التوفیق .

قال المؤلف:..... ومن المعلوم ان الروایة الصحیحة راجحة علیٰ الضعیفة وناهیك لهذا الوجه وبالله تعالیٰ التوفیق .

الوجه الثانی:..... ان حدیث ابن عمر متصل وسالم من عائب الانقطاع بخلاف حدیث ابن مسعود رضی الله عنه فانه مع کون فی غایة السقط ومنقطع لانّ ابراهیم شیخ شیخ ابی حنیفة لم یسمع من علقمة وقد انکر الامام علی بن المدینی الذی خلقه الله عزوجل للحدیث قاله النسائی فی سننه الصغیرة : وقال البخاری فی جزء رفع الیدین کان اعلم اهل عصره ، وقال ابن حبان فی ثقاته کان اعلم اهل زمانه بعلل حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال ابو حاتم الرازی : کان علماً فی الناس فی معرفة الحدیث والعلل کما فی التهذیب ـ سماعه من علقمة ـ کما فی المراسیل لا بن ابی حاتم الرازی ، ومن المعلوم ان الروایة المنقطعة لا تقابل الروایة المتصلة لا سیما اذا کانت ضعیفة من وجه الآخر ومقابلته صحیحة وبالله تعالیٰ التوفیق .

فان قلت:..... ان ابراهیم لم یرو عن علقمة وحده بل روی عنه وعن الاسود فان کان ابراهیم عن علقمة مر سلاً فلیس عن الاسود کذلك فلا یضره ذالك .

قلنا:..... بل عن الا سود ایضاً مرسل لان ابراهیم والاسود کلها من طبقة واحدة فقد عدهما الحافظ فی التقریب من الطبقة الثانیة فاذا کان روایته عن علقمة مر سلة فعن الاسود ایضاً کذلك مع انه لم یذکر سماعه منه فافهم وبالله تعالیٰ التوفیق .

الوجه الثالث:..... ان اسناد حدیث ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عال فانه ثلاثی واسناد حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما نازل فانه رباعی والاسناد العالی

ڈھونڈنا سنت بھی ہے اور اسی لیے اس وجہ سے سفر کرنا مستحب ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عالی سند کی تلاش سلف کی سنت رہی ہے اور ابن معین سے روایت ہے کہ ان کے مرض الموت میں ان سے کہا گیا کہ آپ کی کوئی خواہش؟ تو بولے خالی گھر اور عالی سند۔

میں کہتا ہوں:..... کہ سند کا عالی ہونا اسے خلل سے دور کرنے کا باعث ہے۔ کیونکہ سند کا ہر راوی اس بات کا محتمل ہے کہ خلل اس کی جانب سے ہو غلطی سے یا جان بوجھ کر۔ لہٰذا جتنے راوی کم ہوں گے خلل کی جہات بھی اسی قدر کم ہوں گی۔ اور جتنے راوی زیادہ ہوں گے تو اسی اعتبار سے جہاتِ خلل بھی زیادہ ہوں گی۔ اور یہ بالکل واضح ہے پھر یہ کہ نزول سند فضیلت میں کم اور متروک ہے اور فضیلت علو کو حاصل ہے جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اور ابن خلاد نے بعض اہل نظر سے بیان کیا ہے کہ سند کا نازل ہونا افضل ہے اور حجت یہ بیان کی کہ ایسی صورت میں اجتہاد اور نظر و فکر کی ضرورت ہوتی ہے ہر راوی کی تعدیل اور تخریج کرنے میں لہٰذا جتنے راوی زیادہ ہوں گے اجتہاد اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ مگر یہ قول ضعیف ہے اور دلیل کمزور ہے ہم علی بن المدینی اور ابو عمر المستملی سے نقل کر چکے ہیں کہ نزول بدنصیبی ہے ابن الصلاح کی بات ختم ہوئی۔

راقم کہتا ہے:..... ملا علی قاری حنفی نے مسند ابی حنیفہ کی شرح میں کہا ہے کہ ابن عمر کی روایت ''اور وہ راوی روایت میں بزرگ ہیں اور واسطے بھی کم ہیں کیونکہ سند ثلاثی ہے'' جبکہ حماد اور ابراہیم کے بارے میں کہا کہ ''وہ دونوں نقل حدیث میں مذکورہ راویوں کے مقابلے میں کم مشہور ہیں اور واسطے بھی زیادہ کیونکہ سند رباعی ہے۔

چوتھی وجہ:..... ابن عمر کی حدیث کے راویوں کی توثیق پر اتفاق ہے اگر اس کی تحقیق مقصود ہو تو تہذیب دیکھ لو جبکہ ابن مسعود کی روایت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ حماد جو کہ ابن مسعود کی حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان کی توثیق میں اختلاف ہے، ابن سعد، ذہلی، شعبہ اور اعمش وغیرہ نے اسے ضعیف جبکہ ابن معین، نسائی وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے جیسا کہ تہذیب میں مذکور ہے۔ لہٰذا ابن عمر کی روایت کی طرف جانا زیادہ بہتر ہوگا جس کے راویوں کی توثیق پر اتفاق ہے حازمی نے کتاب الاعتبار میں کہا ہے کہ ''تیسری وجہ یہ کہ ایک روایت کے رایوں کی عدالت پر اتفاق اور دوسری میں اختلاف ہو تو متفق علیہ کی طرف جانا مناسب ہے۔

پانچویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت کے سارے راوی زیادہ معتبر اور قابل بھروسہ ہیں ابن مسعود کی روایت کے راویوں کے مقابلے میں جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ لہٰذا یہ بھی روایت ابن عمر کے لیے وجہ ترجیح ہے۔ حازمی کتاب الاعتبار میں کہتے ہیں کہ دوسری وجہ یہ کہ ایک روایت کے راوی احفظ اور اتقن ہوں تو اسے ترجیح ہوگی جیسے زہری سے روایت میں مالک اور شعیب ابن ابی حمزہ کہ شعیب اگرچہ حافظ اور ثقہ ہیں مگر امام مالک سے

الذی ظهر بالدلائل ثبوته افضل من النازل الذی لاح بالقرائن سقوطه فقد قال الحافظ ابن الصلاح الشهر زوری فی مقد مته " وطلب العلوسنة ایضاً ولذلك استحب الرحلة علی ما سبق ذکره قال احمد بن حنبل رحمه الله تعالیٰ عنه طلب الاسناد العالی سنة عمن سلف وقد روینا عن ابن معین رحمه الله تعالیٰ عنه قیل له فی مرضه الذی مات فیه ما تشتهی قال : بیت خالی واسناد عالی قلت العلو یبعد الاسناد من الخلل لا ن کل رجل من رجاله یحتمل ان یقع الخلل من جهة سهواً او عمداً ففی قلتهم قلة جهات الخلل وفی کثر تهم کثره جهات الخلل وهذا جلی واضح ..... ثم ان النزول مفضول مرغوب عنه والفضل للعلو علی ما تقدم بیانه ودلیله وحکم ابن خلاد عن بعض اهل النظر انه قال التنزل فی الاسناد افضل واحتج بما معناه انه یجب الاجتهاد والنظر فی تعدیل کل راوی تخریجه فکلما ازدادوا کان الا جتهاد اکثر وهذا مذهب ضعیف ضعیفا الحجة فقد روینا عن علی بن المدینی وابی عمر المستملی النیسابوری انهما قالا النزول شوم انتهی کلام ابن الصلاح مختصراً

قال المؤلف:..... وقال الملا علیٰ القاری فی شرح مسند ابی حنیفة فی الزهری وهم اجلاء فی الروایة مع قلة الواسطة فان اسناده ثلاثی . "اٰ هـ" فی حماد وابراهیم وهما غیر مشهور فی نقل السنة بالنسبة الیٰ ما تقدم مع کثیرة الواسطة فان اسناده رباعی .

الوجه الرابع:..... ان روایة حدیث ابن عمر رضی الله عنهما کلهم متفق علی تو ثیقه ، وان شئت تحقیق ذالك فطالع التهذیب بخلاف حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما فان حماد الواقع فی سنده مختلف فی تو ثیقه وتضعیفه فقد ضعفه ابن سعد والذهلی وشعبة والاعمش وغیرهم وثقة ابن معین والنسائی وغیر هما کما فی التهذیب فالمصیر الی حدیث ابن عمر رضی الله عنهما الذی لم یختلف فی توثیقهم رواته وعدالتهم اولیٰ من حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما فقد قال الحازمی فی کتاب الاعتبار .

الوجه الثالث:..... ان یکون احد الراویین متفقاً علی عدالته والآخر مختلفة فیه فالمصیر الیٰ المتفق علیه اولیٰ . "اٰ هـ"

الوجه الخامس:..... ان رواه حدیث ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما کلهم اتقن واحفظ رواه حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما علی الاطلاق ۔ کما عرفت ۔

حفظ واتقان میں ان کا کیا مقابلہ اور جو ان دونوں کی روایات پر غور کرے گا تو بڑا فرق محسوس ہوگا۔

چھٹی وجہ:..... ابن عمر کی حدیث کے راوی مطلقاً ابن مسعود کی روایت کے راویوں سے زیادہ فقیہ ہیں۔ جیسا کہ تم جان چکے۔ لہٰذا یہ بھی ابن عمر کی روایت کے لیے وجہ ترجیح ہوگی۔ حازمی کتاب الاعتبار میں کہتے ہیں کہ ''تیئیسویں ۲۳ وجہ یہ کہ دونوں روایتوں کے راوی حفظ واتقان میں برابر ہوں لیکن ایک روایت کے راوی فقیہ ہوں تو فقہاء کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ (یہ مخالفین کے لیے الزامی وجہ ترجیح ہے)

راقم کہتا ہے:..... ہماری بحث سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ دونوں روایتوں کے راوی حفظ واتقان میں برابر نہیں ہیں بلکہ ابن عمر کی روایت کے راوی احفظ اور اتقن ہیں۔ جبکہ حازمی کی یہ بات اس کے متعلق ہے جب حفظ واتقان میں برابر ہوں۔ تو پھر جب ابن عمر کی روایت کے راوی احفظ اور اتقن ہونے کے ساتھ افقہ بھی ہوں تب تو یقیناً ترجیح انہیں کو حاصل ہوگی وباللہ التوفیق۔

ساتویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت کی سند حجازی ہے جبکہ ابن مسعود کی روایت کی سند عراقی ہے اور حجازی سند کی طرف جانا زیادہ مناسب ہے حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں'' چودھویں ۱۴ وجہ یہ کہ دو حدیثوں میں سے ایک کی سند حجازی اور دوسری کی عراقی یا شامی ہو خاص طور پر جب حدیث مدنی المخرج ہو کیونکہ مدینہ دارالھجرہ اور مھاجرین وانصار کا مرکز رہا ہے اور حدیث جب ان کے ہاں مشہور ومعروف ہو جائے اور وہاں کے لوگوں کی جانب سے اسے سند قبولیت حاصل ہوجائے تو یہ اس کے لیے باعث تقویت ہوگا۔ اور اسی بنا پر ہم اھل مدینہ کے صاع کو دوسروں کے صاع پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے نزول وحی کا مشاھدہ کیا اور شریعت ان کے مابین مکمل ہوئی اور امام شافعی فرماتے تھے کہ ہر حدیث جس کی اصل اھل حجاز کی حدیث میں نہ ملتی ہو کمزور ہے اگر چہ ثقہ راویوں نے اسے نقل کیا ہو'' (انتھی ما فی الاعتبار)

آٹھویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت کے راوی ابن مسعود کی روایت کے راویوں سے زیادہ ہیں لہٰذا مناسب ہے کہ کثرتِ عدد والی روایت کو لیا جائے کیونکہ تعداد کا زیادہ ہونا علم اور تواتر کا فائدہ دیتا ہے۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں کہ'' پہلی وجہ دو روایات میں سے ایک جانب کثرتِ عدد کا پایا جانا یہ چیز روایت کے معاملے میں موثر ہے کیونکہ یہ اس سے قریب کر دیتی ہے کہ علم یقینی اور تواتر کا فائدہ حاصل ہو۔ بعض کوفی کہتے ہیں کہ کثرت عدد کا روایت کے معاملے میں کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں غلبہ ظن ہی حاصل ہوتا ہے لہٰذا یہ ایسے ہے جیسے دو کے ساتھ چار کی گواہی۔ کہا جاسکتا ہے کہ روایت کو شہادت کے ساتھ ملانا ممکن نہیں کیونکہ روایت اگر چہ بعض وجوھات میں شہادت سے ملتی جلتی ہے مگر اکثر وجوہات میں الگ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر پچاس عورتیں کسی شخص کے لیے حق مال کی گواہی دیں تو ان کی گواھی قبول نہیں ہوگی اور اگر دو مرد گواھی دے دیں تو قابل قبول ہوگی حالانکہ مسلمہ امر ہے کہ پچاس کی گواہی دو کی گواہی سے

فالمصير الى حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما اولى من حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما قال الحازمى فى كتاب"الاعتبار": الوجه الثانى ان يكون احد الرواة اتقن واحفظ نحو ما اذا اتفق مالك بن انس ، وشعيب بن ابى حمزه فى الزهرى فان شعيباً وان كان حافظاً ثقة غير انه لا يوازى مالكاً فى اتقانه وحفظه ومن اعتبر حديثها وجد بينها بونا بعيداً . "اھ"

قال المؤلف:..... ههنا قد اجتمع فى النبى صلى الله عليه وسلم ابن عمر وابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهم فان ابن مسعودؓ وان كان حافظاً ثقة عدلاً مرضياً بل ولا يشك فى عدالته وحفظه مسلم الا انه لا يوازى ابن عمر رضى اللّٰه عنهما كما عرفت فافهم . .

الوجه السادس:..... ان رواة حديث ابن عمر رضى الله عنهما كلهم افقه من رواة حديث ابن مسعود على الاطلاق۔ كما عرفت ۔ فالمصيرالى حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما اولى من حديث ابن مسعود رضى الله عنهما على ما ذهب اليه الخصم قال الحازمى فى كتاب الاعتبار .

الوجه الثالث والعشرون:..... ان يكون رواة احد الحديثين مع تساويهم فى الحفظ والاتقان فقهاء عارفين باحتناء الاحكام من ثمرات الالفاظ فالاسترواح الىٰ حديث الفقهاء اولىٰ . "اھ"

قال المؤلف:..... وقد عرفت من كلامنا ان رواة هٰذين الحديثين ليسوا متساويين فى الحفظ والاتفان بل رواة حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنها احفظ واتقن من رواة حديث ابن مسعود رضى الله عنهما . كلام الحازمى هذا يعلم ان رواية الفقهاء راجحة على رواية غيرهم اذا تساووا فى الحفظ والا تقان فكيف اذا كانوا افقه واتقن من غير هم فتد بروا وبالله تعالىٰ التوفيق .

الوجه السابع:..... ان اسناد حديث ابن عمرؓ "الحجازى" واسناد حديث ابن مسعود رضى اللّٰه عنهما "عراقى"فالمصير الى الحجازى اولىٰ قال الحازمى فى الاعتبار الوجه الرابع عشر ان يكون اسناد احد الحديثين حجازياً واسناد الآخر عراقيًا اوشاميًّا سيما اذا كان الحديث مدنى المخرج لا نها دارالهجرة ومجمع المهاجرين والانصار والحديث اذا شاع عندهم وذاع وتلقوه بالقبول متن قوّى ولهذا قدمنا صاعهم على صاع غير هم لا نهم شاهد والوحى والتنزيل وفيهم استقرت

زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ غلبہ ظن صرف روایت کے معاملے میں معتبر ہے شھادت کے معاملے میں نہیں اور اسی طرح شارع نے دو عالم اماموں اور دو عام لوگوں کی گواھی برابر قرار دی ہے حالانکہ روایت کے معاملے میں ایک عالم دین دار کی گواہی کو ترجیح حاصل ہوگی اس بات میں کوئی اختلاف نہیں لہٰذا دونوں کے مابین فرق واضح ہوگیا۔ (انتھیٰ کلامہ محتصرا)

نویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت کے راویوں سے بخاری و مسلم نے حجت پکڑی ہے بلکہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیحین میں موجود ہے جبکہ ابوحنیفہ اور ان کے استاد حماد سے شیخین نے حجت نہیں پکڑی بلکہ حماد کی روایت مسلم استشہاداً لائے ہیں۔ لہٰذا یہ چیز بھی ابن عمر کی روایت کے لیے باعث ترجیح ہے۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں "الوضوء من مس القبل" کے باب میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہتے ہیں "حدیث بسرہ کی ترجیح کے لیے اتنا ہی کافی ہے. کہ شیخین میں سے کسی نے حدیث طلق کے کسی راوی سے دلیل نہیں لی جب کہ حدیث بسرہ کے تمام راویوں سے حجت پکڑی ہے۔

دسویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت کے مخارج زیادہ ہیں ابن مسعود کی روایت کے مقابلے میں اور یہ بھی وجہ ترجیح ہے۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں "تیرھویں وجہ یہ کہ اگر ایک حدیث کے چند مخارج ہوں اور دوسری کا صرف ایک ہی مخرج ہو اگر چہ اسے کافی لوگوں نے روایت کیا ہو پھر بھی پہلی یعنی کثرت مخارج والی روایت کو اختیار کرنا بہتر ہوگا کیونکہ اگر ایک حکم پر کافی شہروں میں عمل ہو. اور دوسرے پر ایک ہی شہر میں تو پہلے والا قوی ہوگا اگر چہ دوسرے حکم کے عاملین زیادہ ہوں۔

گیارھویں وجہ:..... ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ میں اضطراب نہیں جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے جبکہ ابن مسعود کی روایت کے الفاظ مضطرب ہیں۔ استاذ الاساتذہ، سید المحدثین اور طبیب الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری جزء رفع الیدین میں کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے یحی بن آدم سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں عاصم بن کلیب سے دیکھا تو اس میں "ثم لم یعد" کے الفاظ نہ تھے۔ لہٰذا یہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ لکھا ہوا اہل علم کے نزدیک زیادہ محفوظ ہے ایک انسان کوئی چیز بیان کرتا ہے پھر کتاب کی جانب لوٹتا ہے اور بات وہ ہی درست سمجھی جاتی ہے جو لکھی ہوئی ہو۔

راقم کہتا ہے:..... لہٰذا ابن عمر کی روایت کو ترجیح ہوگی جس کے الفاظ میں اضطراب نہیں ہے۔ حازمی کتاب الاعتبار میں کہتے ہیں کہ "انیسویں وجہ یہ کہ دو راویوں میں سے ایک کے الفاظ میں اضطراب نہ ہو جب کہ دوسرے کے الفاظ مضطرب ہوں تو غیر مضطرب راوی کی روایت کو ترجیح ہوگی. کیونکہ عدم اضطراب حفظ و اتقان جبکہ اضطراب سوء حفظ پر دلالت کرتا ہے۔

بارھویں وجہ:..... حدیث ابن عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی شامل ہے جیسا کہ عمر بن خطاب اور مالک

الشریعة وکان الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه یقول "کل حدیث لا یوجد له اصل فی حدیث الحجاز یبن واه وان تدا وله الثقات انتهی ما فی الاعتبار .

الوجه الثامن:...... ان رواة حدیث ابن عمر رضی الله عنهما اکثر من رواة حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما فالمصیر الیٰ الوجه الاوّل کثرة العدد فی احد الحدیثین وهی مؤثرة فی باب الروایة لا نها تقرب بما یو جب العلم والتواتر ....

وقال بعض الکوفیین کثرت الرواة لا تاثیر لها فی باب الترجیحات لان طریق کل واحد منهما غلبة الظن فصار کشهادة الشاهدین مع شهادة الاربعة یقال علی هذا ان الحاق الروایة بالشهادة غیر ممکن لان الروایة وان شارکت الشهادة فی بعض الوجوه فقد فار قتها فی اکثر الوجوه الآتری انه لو شهد به خَمسُونَ امراة لرجل بمال لاتقبل شهاد تهن ولو شهد به رجلان قبلت شهادتهن ، معلوم ان شهادة الخمسین اقوی فی النفس من شهادة رجلین لان غلبة الظن انما هی معتبرة فی باب الروایة دون الشهادة وکذا سوی الشارع بین شهادة امامین عالمین وشهادة رجلین لم یکونا فی منزلتهما وَ امّا فی باب الروایة ترجح روایة الاعلم الادین علی غیر ه من غیر خلاف یعرف فی ذلک فلاح الفرق بینهما مختصرا .

الوجه التاسع:...... ان رواه حدیث ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما کلهم قد احتج بهم الشیخان کل هٰذا الحدیث بهذا اللفظ موجود فی صحیحهما بخلاف حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما فانهما لم یحتجا بابی حنیفة ولا مَن کان بل ذکره مسلم مستشهد انه فالمصیر الی حدیث ابن عمر رضی الله عنهما اولی من حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما قال الا مام البیهقی : کما فی نیل الاوطار للا مام الشو کانی رحمه الله تعالیٰ فی باب الوضوء من مس القبل- یکفی ترجیح حدیث بسرة علی حدیث طلق ان حدیث طلق لم یحتج الشیخان باحد من رواته ، وحدیث بسرة قد احتجا جمیع رواته .

الوجه العاشر:...... ان مخارج حدیث ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما اکثر من مخارج حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهما فالمصیر الیه اولی قال الحازمی فی

بن الحویرث سے مروی ہے اور ان دونوں کی روایت ہم اپنے موعودہ رسالے میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ جبکہ حدیث ابن مسعود کو یہ خوبی مزید حاصل نہیں۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں کہ ''چھبیسویں وجہ یہ کہ ایک روایت میں آپ ﷺ کا قول فعل کے ساتھ شامل ہو. اور دوسری میں صرف قول ہو. اور کچھ نہ ہو. ایسی صورت میں پہلی کو ترجیح ہوگی۔

راقم کہتا ہے:..... یہ تو تب جب مخالف کے پاس صرف قول ہو تو پھر جب اس کے پاس صرف فعل ہو پھر تو یقیناً ترجیح فعل مع القول کو ہوگی۔

تیرھویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت آپ ﷺ کی اور سنن کے موافق ہے جیسا کہ ہم اپنے موعودہ رسالے میں بیان کریں گے جبکہ ابن مسعود کی روایت کے موافق صرف وہ روایات ہیں جو کہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہیں جیسا کہ براء بن عازب کی روایت اور وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مخالف کے مقابلے میں ہماری سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ ہم اپنے رسالے میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ بہر حال سنن کی موافقت بھی حدیث ابن عمر کے لیے وجہ ترجیح ہے۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں۔'' اٹھائیسویں وجہ یہ کہ ایک حدیث کی موافقت دوسری حدیث سے ہوتی ہو جب کہ دوسری کی نہ ہو تب بھی پہلی والی قابل ترجیح ہوگی۔

چودھویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت پر تخصیص داخل نہیں ہوگی جیسا کہ ماہرین علم حدیث پر مخفی نہیں جبکہ ابن مسعود کی روایت پر ہوسکتی ہے۔ کیونکہ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ "رفع یدیه اول مرة ثم لم یعد" پہلی بار رفع الیدین کیا پھر نہیں کیا یہاں پر احتمال ہے کہ انہوں نے دوسری رکعت کی ابتدا میں اس طرح سے رفع الیدین نہ کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں جیسا کہ نووی نے شرح المھذب میں اس بات کی تصریح کی ہے اور اس طرح سے اس فن کے دوسرے علماء نے بھی لہٰذا یہ چیز بھی ابن عمر کی روایت کے لیے باعث ترجیح ہوگی۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں'' اڑتیسویں وجہ یہ کہ دو حدیثوں میں سے ایک تخصیص شدہ ہو اور دوسری مخصص نہ ہو تو جس پر تخصیص داخل نہ ہو وہ زیادہ قوی ہوگی''۔

پندرھویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت پر ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عمل کیا ہے جیسا کہ بیہقی نے السنن الکبری میں نقل کیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ نصب الرایہ للزیلعی میں ہے اور وہ دونوں خلفاء راشدین میں سے ہیں اور ان دونوں کی حدیث ان شاء اللہ ہم اپنے رسالے میں بیان کریں گے۔ جب کہ ابن مسعود کی روایت کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی ابن عمر کی روایت کے لیے وجہ ترجیح ہوگی۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں ''اکتیسویں وجہ یہ کہ ایک روایت پر خلفاء راشدین نے عمل کیا ہو نہ کہ دوسری پر تو پہلی کو ترجیح ہوگی۔

الاعتبار الوجه الثالث عشر ان يكون احد الحديثين له مخارج عدة والحديث الثانى لا يعرف له سوى مخرج واحد واه كان قدرواه نفر ذوعدد فيكون المصير الى الاول اولىٰ لان الحكم الواحد اذا عمل به فى بلدان شتى يكون اقوى من الحكم المعمول به فى بلد واحد وان كان عدد هولاء اكثر " .

الوجه الحادى عشر:..... ان حديث ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما لم يضطرب فى لفظه كما لا يخفى على الماهر بهذا الشان .

وحديث ابن مسعود رضى الله عنهما قد اضطرب لفظه فقد قال استاذ الاستاذين وسيد المحدثين وطبيب الحديث فى علله محمد بن اسماعيل البخارى فى جزء رفع اليدين قال احمد بن حنبل عن يحى بن آدم قال نظرت فى كتاب عبدالله بن ادريس عن عاصم بن كليب ليس فيه " ثم لم يعد " فهذا اصح لان الكتاب احفظ عند اهل العلم لان الرجل يحدث بشى ثم ير جع الى الكتاب فيكون كما فى الكتاب . "اٰهـ"

قال المؤلف:..... فالمصير الىٰ حديث عبدالله بن عمرؓ الذى لم يضطرب لفظه ، اولى من حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه الذى اضطرب لفظه كما عرفت قال الحازمى فى الاعتبار الوجه التاسع عشر ان يكون احد الراو يين لم يضطرب لفظه والاخر قد اضطرب لفظه فير جح خبر من لم يضطرب لفظه لانه يدل على حفظه وضبطه وسوء حفظه صاحبه " .

الوجه الثانى عشر:..... ان حديث ابن عمر يقارنه قوله صلى الله عليه وسلم كما روى عن عمر بن الخطاب ومالك بن الحوير ث وسنذكر خبر هما فى رسالتنا التى وعد نا تصنيفها ان شاء الله تعالىٰ بخلاف حديث ابن مسعود رضى الله عنهما فالمصير الى حديث ابن عمر رضى الله عنهما اولى قال الحازمى فى الاعتبار الوجه السادس والعشرون ان يكون احد الحديثين قول النبى صلى الله عليه وسلم يقارن فعله وفى الآخر مجرد قوله لا غير فيكون الاوّل اولى بالترجيح .

قال المؤلف: ..... وهذا اذا كان عند الخصم مجرد قوله صلى الله عليه وسلم فما ظنك يا طالب الحق اذا كان عنده مجرد فعله صلى الله عليه وسلم فافهم " .

الوجه الثالث عشر:..... ان حديث ابن عمر رضى الله عنهما يوافقه سنن النبى صلى الله عليه وسلم الكثيرة ـ سنذكر ها فى رسالتنا الموعودة ـ بخلاف حديث ابن

سولہویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت پر عمل کرنے میں احتیاط ہے کیونکہ اس کے متعلق حکم موجود ہے اور حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ ہم اپنے رسالے میں بیان کریں گے۔ جبکہ ابن مسعود والی روایت کا یہ معاملہ نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی ابن عمر کی روایت کے لیے باعث ترجیح ہے۔ حازمی الاعتبار میں کہتے ہیں ''چوالیسویں وجہ ترجیح یہ کہ دو حدیثوں میں سے ایک پر عمل کرنے میں احتیاط ہو فرض اور براءت ذمہ کی بنا پر بالیقین اور دوسری میں ایسا نہ ہو تو احتیاط والی روایت پر عمل راجح ہوگا۔

سترھویں وجہ:..... ابن عمر کی روایت کی صحت پر اتفاق ہے جبکہ ابن مسعود والی روایت میں ایسا نہیں ہے بلکہ محدثین میں سے اکثر نے اسے ضعیف قرار دیا ہوا ہے۔ اور ان کی عبارات ہم اپنے رسالے میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ لہٰذا ابن عمر کی روایت کو ابن مسعود کی روایت پر مطلقاً ترجیح حاصل ہے اور یہ بات اہل دانش پر مخفی نہیں ہے۔

راقم کہتا ہے: ان وجوہ میں واضح دلالت ہے کہ ابن عمر کی روایت مطلق طور پر ابن مسعود کی روایت پر راجح ہے اور ان میں یہ بات بھی درایۃ موجود ہے کہ یہ مناظرہ باطل اور جھوٹ پر مبنی ہے اور امام ابوحنیفہ کی جانب منسوب ہے اور ان کی شان کے لائق نہیں۔

المقالة الخامسة

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق تحقیق

فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کوئی کرنے والے کو بدعتی کہتا ہے اور کوئی نہ کرنے والوں کو جاہل کہتے ہیں جبکہ اس مسئلہ میں اتنی شدت نہیں ہے جیسا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ سوال میں فرمایا ہے۔ "ان رفع الأیدی فی الدعا بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ مع الجماعۃ فعل مسنون وعمل مأمون وکذا ترکه مباح لا جناح" یعنی فرض نماز کے بعد جماعت کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا فعل مسنون ہے اور امن والا فعل ہے اس طرح اس کا چھوڑنا بھی جائز ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (الازہری)

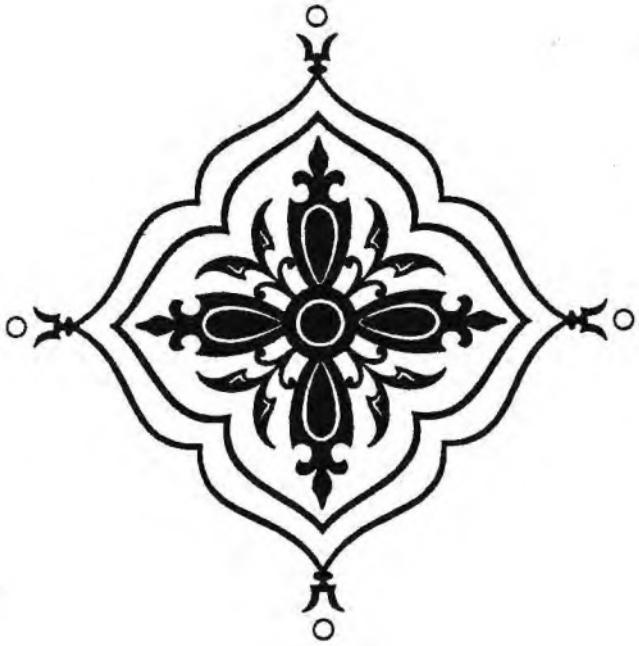

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله سميع الدعاء والمجيب لمن يتوجه اليه بالالتجاء صريخ لعباده فى السراء والضراء لا يرد يديه صفراء اذا رفعهما مع الرجاء ومن ايس من رحمته فهو فى الذلة والعناء، ومن استكبر عن عبادته سيلقى العذاب والربساء يقبل دعوة الموحدين من الرجال والنساء المخلصين له الدين من العباد والاماء الامن اشرك معه الهة ضعفاء فانه لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء ولا تنفعه قرابة المقربين ولا شفاعة الشفعاء سواء كانوا من الصالحين او الشهداء والرسل من الملائكة والانبياء، لانه رجل ركب الدسراء لا تصل الساحل بل تفرغ فى وسط الدماء والصلوٰة مع السلام على سيد المرسلين واما م الاولياء اكمل العابدين واحمد الحامدين لربه بلا امتراء وهو الذى يكون يوم القيامة لحمده حامل اللواء الشافع المشفع يوم الجزاء لمن ارتضىٰ ربه وشاء لا من طرد عن بابه ويغضبه باء بل يقول له سحقا سحقا كما ورد فى السنة وجاء وهذه هى الطريقة التى سما ها شريعة غراء وطريقة حنيفة سمحة سهلة بيضاء مع اله الكرماء واهله الشرفاء واصحابه نجوم الاهتداء خصوصا الاربعة منهم الفقهاء وجميع المهاجرين والانصار واتباعهم الى يوم تشخص فيه الابصار مهطعين مقنعى رءوسهم لا يرتد اليهم طرفهم وافئدتهم هواء.

اما بعد! فقد سالنى بعض الاحباب من اولى الالباب عن المسئلتين المهمتين وقع فيهما الاختلاف بين علماء الاسلاف والاخلاف فهاك الجواب بعون الملك الوهاب وهو الملهم للحق والصواب

المسئلة الاولىٰ:

رفع الايدى فى الدعاء بعد الصلوٰة مفروضة كانت او نافلة مع الجماعة كما هو دب ائمة مساجد الوقت هل له اصل فى الشرع وهل ثبت ذالك عن النبى ﷺ او عمل به الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين بينوا بالبراهين والحجج لتتضح السبيل من الفجج .

الجواب:

اقول بتوفيق العليم واعول بتوثيق العظيم اما نفس المسئلة فاظهر من ان يضمر واشهر من ان يذكر فان الاحاديث فى رفع الايدى عند الدعاء قد شحنت بها كتب

سب تعریف اللہ کے لیے جو دعاؤں کو سننے والا ہے اور جو اس کی طرف توجہ کرتا ہے عاجزی کے ساتھ اس کی پکار قبول کرتا ہے اور بندوں کی پکار سنتا ہے آسانی اور تنگی میں اور بندے کے دونوں ہاتھ خالی نہیں لوٹاتا۔ جب امید کے ساتھ اٹھاتا ہے۔ اور جو اس کی رحمت سے نا امید ہوا وہ ذلت اور تکلیف میں ہوگا اور جس نے غرور کیا اس کی عبادت سے، وہ عذاب اور حسرت کو دیکھے گا۔ وہ موحدین کی دعا سنتا ہے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، جو مخلص ہیں بندوں اور عورتوں میں سے مگر جس نے شریک کیے اس کے ساتھ معبود ضعیف پس وہ نہ معاف کرے گا اپنے ساتھ شرک کو اور اس کے علاوہ بخشش کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے اور خاص مقربین کی قرابت اس کو فائدہ نہیں دے گی اور نہ سفارشیوں کی سفارش خواہ وہ صالحین اور شہیدا ہوں یا فرشتوں اور نبیوں میں سے کیونکہ یہ ایسا مرد ہے جو ایسی ڈوبتی ہوئی کشتی پر سوار ہوا ہے جو کنارہ تک پہنچنے والی نہیں ہے۔ بلکہ سمندر کے بیچ میں ڈوب جائے گی اور درود وسلام ہوں رسولوں کے سردار اور ولیوں کے امام پر جو بندوں میں کامل اور بلاشک اپنے رب کی حمد کرنے والا اور قیامت میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا اٹھانے والا ہوگا۔ سفارش کرنے والا اور قیامت کے دن اس کی سفارش قبول کی جائے گی جس کی سفارش اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوئی اور وہ نہیں جن کو اس نے اپنے دروازہ سے دھکیل دیا، اور اس کے غضب کا مرتکب ہوا، بلکہ اس کو فرمائے گا تو دور ہو جا تو دور ہو جا۔ جس طرح حدیث میں وارد ہوا اور یہ طریقہ وہ ہے جس کا نام روشن شریعت رکھا گیا ہے اور دوسرے ادیان سے جدا، آسان، سفید جس میں کوئی تنگی نہیں اور اس کی اولاد اور اھل عزت والے اور اس کے صحابی ہدایت کے ستارے بالخصوص ان میں سے چار بڑے علماء خلفاء اور سارے مہاجر وانصار اور ان کے تابعین اس دن تک جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی وہ اپنے سر اوپر اٹھائے بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی اور ان کے دل خالی اور اڑے ہوئے ہوں گے۔

اما بعد! پس بعض عقلمند احباب نے دو ضروری مسائل کے متعلق پوچھا، جن کے درمیان علماء سلف وخلف میں اختلاف رہا ہے یہ اس کا جواب اللہ بادشاہ وہاب کی مدد سے ہے وہی حق اور صحیح راستہ دکھاتا ہے۔

مسئلہ اوّل:

فرض نماز یا نفلی نماز کے بعد کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جس طرح ائمہ مساجد کا طریقہ ہے۔ اس کا شریعت میں ثبوت ہے یا نہیں؟ نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اس پر ہے یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ بیان کریں تا کہ حق کی راہ واضح ہو۔

جواب:

میں اللہ علیم کی توفیق سے کہتا ہوں اور اس عظیم ہستی کی توثیق اور تائید کا محتاج ہوں کہ مسئلہ چھپانے سے زیادہ ظاہر اور بیان کرنے سے بھی زیادہ مشہور ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق بہت سی احادیث وارد

الحديث وملئت ثم المسئلة قد بينت فى كتب المذاهب فتبينت وليس فيها تخصيص حال دون حال وتفصيل محل من محال ففى اى وقت دعى الداعى ير فع الا يدى فحسن بل هو للا ستجابة فمن الا ان تعيين وقت لذالك يحتاج الى ثبوت ودونه مردود وهالك وقد قال ﷺ من احدث فى امر نا هذا ما ليس منه فهو رد اخرجه البخارى ومسلم والمسئلة المسئولة عنها للناس فيها افراط وتفريط والثابت من الاصل المسلك الوسيط وخير الامور اوسا طها لا فر طها ولا افرا طها فمنهم من انكر ذالك مطلقا كما اظهروها كتبة ونطقا وما نشا ذالك الا عن قلة الا طلاع او سيق خيل النظر فى الميدان بالا سراع فالا ولى غفلة وتاليها عجلة وكلتا هما آفة العلم وزلة القلم فحسبكم فى الاخبار قوله ﷺ ان ربكم حى كريم يستحيى من عبده اذا رفع يديه ان يردهما صفرا اخرجه احمد والترمذى وحسنه وابن ماجة والحاكم وصححه والبيهقى فى الاسماء والصفات عن سلمان الفارسى وناهيك فى الاثارما اخرجه الحافظ ابن حجر العسقلانى فى اماليه بسنده من طريق الامام البخارى فى الادب المفرد قال حدثنا ابراهيم بن المنذر قال حدثنا محمد بن فليح قال اخبر نا ابى عن ابى نعيم يعنى وهب بن كيسان رايت ابن عمر وابن الزبير رضى الله عنهما يدعوان فيديران راحتيهما على الوجهين وقال الحافظ هو موقوف صحيح يقوى به الرد على من كره ذالك .

قال ابو محمد: ..... الامر كما قال فان رجال السند كلهم موثق فى التقريب والتهذيب وقال الذهبى الحافظ فى الميزان فى ترجمة محمد بن فليح وهو اوثق من ابيه .

قال ابو محمد: ..... واصحاب التفريط جعلوه مما لا بد منه حتى نسبوا من تركه الى الجهل وعر فوه بالذهل وافتوا عليهم لما لا يصدر عن لسان الفحول وارباب العقول وهذا ما قالوا كله هذيان وتفوه بدون سلطان .

قال ابو محمد: ..... والقول بين القولين المقارب للفريقين وهو ان رفع الايدى فى الدعاء بعد الصلوٰة المكتوبة مع الجماعة فعل مسنون وعمل مامون وكذا تركه مباح - لا جناح - لا معيوب - ولا معتوب - ومندوب لا مكتوب .

قال ابو محمد: ..... فالقضية الاولى ينقسم دليلها الى الاشياع كانه جنس تحته انواع فالاول دليل قياسى مرتب من المقدمات و منتج من البرهانات فالمقدمة الاولى ما

ہیں جن سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ پھر یہ مسئلہ مذاہب کی کتابوں میں بیان کرنے سے اور بھی زیادہ واضح ہوگیا ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ پس جس وقت بھی دعا مانگنے والے نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تو اچھا عمل ہے بلکہ قبولیت کے لائق ہے، لیکن وقت تعین کرنا دلیل کا محتاج ہے اور ثبوت کے بغیر کوئی بھی عمل مردود ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے (بخاری۔ مسلم) اور اس مسئلہ میں زیادتی اور کمی کی گئی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ مسئلہ ثابت ہے۔ اور بہتر کام معتدل یعنی درمیانہ درجہ والے ہیں جن میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی۔ پس ان میں بعض نے اس کا مطلق انکار کیا جس طرح ان کے لکھنے اور بولنے میں آتا ہے اور یہ وہم مطالعہ کی کمی سے پیدا ہوا یا کتابوں کو عجلت سے دیکھ لینے سے پہلی صورت غفلت کی ہے اور دوسری سورت عجلت اور جلد بازی کی ہے اور دونوں علم کی آفتیں اور قلم کی غلطیاں ہیں اور تمہارے لیے حدیث کافی ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ بلا شبہ تمہارا رب حیا کرنے والا اور عزت والا ہے، اپنے بندہ سے حیا کرتا ہے کہ جب بندہ دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے اور وہ ان کو خالی لوٹا دے۔ اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام بیہقی یہ حدیث اسماء وصفات میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں اور آثار میں یہ تیرے لیے کافی ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی سند سے امالی میں امام بخاری کی کتاب الادب المفرد کے حوالہ سے لائے ہیں اور کہا ہے کہ اس کو ابراہیم بن المنذر نے روایت کیا۔ انہوں نے محمد بن فلیح سے اور انہوں نے کہا کہ میرے باپ فلیح نے ابونعیم وھب بن کیسان سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عمر اور ابن الزبیر کو دیکھا کہ دونوں دعا مانگتے اور دونوں ہتھیلیوں کو اپنے منہ پر پھیرتے۔ حافظ نے کہا یہ حدیث موقوف صحیح ہے، جس نے اس کو ناپسند کیا اس کے رد ہونے کے لیے کافی ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... یہ ایسے ہی صحیح ہے، کیونکہ اس سند کے راوی ثقات ہیں تقریب اور تہذیب میں اور ذہبی نے میزان میں محمد بن فلیح کے ترجمہ میں کہا کہ محمد اپنے باپ سے زیادہ ثقہ ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... غلو کرنے والوں نے ہاتھ اٹھانا لازم قرار دیا اور جس نے فرض کے بعد ہاتھ نہ اٹھائے اس کو جاہل قرار دیا اور ان کے متعلق نازیبا فتوائیں دیں لیکن یہ سارا ان کا کہنا بغیر دلیل کے ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... صحیح بات ان دونوں قولوں کے درمیان ہے جو دونوں فریقوں کو قریب لائی ہے وہ یہ کہ فرض نماز کے بعد جماعت کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا فعل مسنون ہے اور امن والا فعل ہے اسی طرح اس کا چھوڑنا بھی جائز ہے جس میں نہ گناہ نہ عیب ہے نہ عتاب ہے اور یہ مستحب ہے فرض نہیں ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... پہلے قضیہ کی دلیل کئی قسموں میں تقسیم ہوتی ہے۔ گویا ایک جنس ہے جو کئی نوع پر مشتمل ہے۔ پہلی دلیل قیاسی ہے جو چند مقدمات سے مرتب ہے اور چند دلائل سے نتیجہ پر پہنچتی ہے۔ پس

اخرجه حافظا وقتهما ابوعیسیٰ الترمذی وحسنه وابو عبدالرحمن النسائی بسندیهما عن ابی امامة الباهلی قال قلنا یا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل ودبر الصلوات المکتوبات هذا مرفوع متصل ومن الموقوف غیر المنقطع ولا المعضل ما اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه عن علی بن ابی طالب انه قال من صلی لله سبحانه وتعالیٰ صلواة مکتوبة فله فی اثر ها دعوة مستجابة .

قال ابو محمد: ..... والمقدمةالثانية ما اسنده الحافظ ابو نعیم الاصفهانی فی تاریخ اصفهان فی ترجمة محمد بن العباس ابی جعفرَ الاخرم رواه ابن حبان من طریق صالح بن حسان انظر کتاب المجروحین ص ٣٦٤ج١ قال حدثنا القاضی محمد بن احمد بن ابراهیم نامحمد بن العباس بن ایوب بن سعید ابو جعفر الاخرم نا عمار بن خالد نا القاسم بن مالك المزنی عن خالد الحذاء عن عبد الرحمٰن بن ابی بکرة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ اذا سالتم الله عزوجل فاسئلوه ببطون اکفکم ولا تسألوه بظهورها۔

قال ابو محمد:..... هذا اسناد قوی وصحیح سوی ورجاله کلهم موثق کما فی تقریب التهذیب للعسقلانی حاشا شیخ ابی نعیم وشیخه ابی جعفر الاخرم فالا ول هو ابو احمد العسال المصری ترجم له ابو نعیم فی تاریخه وقال مقبول القول من کبار الناس فی المعرفة والایقان والحفظ .

قال الذهبی فی المشتبه مشهور ثبت وذکره فی تذکرة الحفاظ فذکر عن ابن مندة انه قال احد الائمة فی علم الحدیث کتب عن الف شیخ لم ارفیهم اتقن منه وعن ابی بکر بن علی قال هو ثقة مامون وهو الکبیر فی الحفظ والاتقان وعن النقاش قال لم یر مثله فی الاتقان والحفظ وعن ابن مردویه قال احد الائمة فی علم الحدیث فهما واتقانا و امانة وعن ابی یعلی قال حافظ متقن عالم بهذا الشان وشیخه ابنُ الاخرم ذکره العسقلانی فی لسان المیزان وقال کان من الحفاظ المتقنین قال ابو نعیم اختلط قبل موته بسنة .

قال ابو محمد:..... کلام ابی نعیم فی تاریخه فی المترجم هکذا : وقطع عن التحدیث بسنة ست وتسعین لاختلاطه کان من الحفاظ مقدما فیهم شدیدا علی اهل الزیغ والبدعة کان ممن یتفقه فی الحدیث و یفتی به .

پہلا مقدمہ وہ حدیث ہے جو اپنے وقت کے حافظ حدیث یعنی ابوعیسیٰ ترمذی اور ابوعبدالرحمٰن نسائی دونوں نے ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہونے والی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد والی۔ اور یہ روایت مرفوع متصل ہے اور ایک موقوف روایت ہے جو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے فرض نماز پڑھی تو اس کے فوراً بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

ابومحمد نے فرمایا کہ:..... ثانی مقدمہ یہ ہے جو ابونعیم اصفہانی نے تاریخ اصفہان میں محمد بن عباس ابوجعفر اخرم کے ترجمہ میں ذکر کیا اور کہا قاضی محمد بن احمد بن ابراہیم نے محمد بن عباس بن ایوب بن سعید ابوجعفر اخرم سے اور انہوں نے عمار بن خالد سے اور انہوں نے قاسم بن مالک مزنی سے اور انہوں نے خالد حذاء سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے ساتھ مانگو نہ کہ ان کی پیٹھوں کے ساتھ۔

ابومحمد نے فرمایا کہ:..... اس روایت کی سند قوی اور صحیح ہے۔ اس کے سارے راوی توثیق شدہ ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی کی التقریب میں، ابونعیم کے شیخ ابوجعفر کے علاوہ۔ پس اول ابواحمد عسال مصری ہے، ابو نعیم اپنی تاریخ میں اس کا ترجمہ لائے ہیں اور کہا کہ معرفت، اتقان اور حفظ میں بڑے شیوخ نے اس کو مقبول کہا ہے۔ ذہبی نے مشتبہ میں کہا کہ وہ مشہور و معتبر ہے اور اس کا ذکر تذکرۃ الحفاظ میں بھی ہے کہ امام ابن مندہ کہتے ہیں کہ وہ بڑے اماموں سے ایک امام تھا، میں نے ہزار شیوخ سے لکھا لیکن اس سے زیادہ قوی نہ دیکھا اور ابی بکر بن علی نے کہا کہ وہ معتبر تھا اور حفظ اور پختگی میں بڑا تھا اور نقاش نے بھی یہ ہی کہا اور ابن مردویہ فرماتے ہیں کہ علم حدیث کے فہم، پختگی اور امانت کے اماموں میں سے تھے اور ابویعلی فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث قوت کے صاحب اور عالم تھے اور اس کے شیخ ابن الاخرم کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں کہا ہے کہ وہ حفاظ میں سے تھا اور ابونعیم نے کہا کہ موت سے ایک سال پہلے اس کو اختلاط ہوگیا ابومحمد نے فرمایا کہ ابونعیم کا کلام تاریخ میں اس طرح ہے کہ اختلاط کی وجہ سے ۹۶ ھ میں حدیث کو بیان کرنا انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن حافظ تھا، حافظوں میں مقدم تھا، بدعتیوں پر سخت تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے حدیث میں سمجھ اور فتویٰ کا علم دیا ہے۔

ابومحمد نے فرمایا کہ:..... مترجم نے یہ حدیث اختلاط کے بعد بیان نہیں کی، اس لیے اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ جس طرح محدثین نے تصریح کی ہے جو اس طرح اصول کی کتابوں پر دسترس رکھتا ہے اس کو ان تک پہنچنا چاہیے۔

ابومحمد نے فرمایا کہ:..... خالد الحذاء جو کہ سند میں واقع ہے وہ ابن مہران ہے اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ ابن الصدیق عبداللہ العتیق خود صحابی، صحابی کا بیٹا، صحابی کا پوتا رضی اللہ عنہم یہ سند بالکل اچھی ہے اس کو رد نہیں کیا جاسکتا

قال ابو محمد:..... فقد ثبت ان المترجم ما حدث بهذا الحديث بعد الاختلاط فلا مضائقةفی الاستد لال به والا ستنباط كما صر حوا به كافة ونصوا به قاطبة فليرا جع من له الوصول الى كتب اصحاب الا صول .

قال ابو محمد:..... وخالد الحذاء الواقع فی السند هو ابن مهران وعبدالرحمن بن ابی بكر هو ابن الصديق عبدالله العتيق الصاحب ابن الصاحب ابن الصاحب رضی الله عنهم فالسند سند وليس له مرد وله شاهد عند الطبرانی فی معجمه الكبير عن ابی بكرة الصحابی الشهير بسند رجاله ثقات ورواته اثبات كما قاله الحافظ نور الدين الهيثمی فی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد وله شاهد مرسل عن عبدالرحمن بن محيريز المولود فی زمن المرسل عند الحافظ مسدد بن مسرهد صاحب المسند والمرسل حجة عند الحنفية الكبار وعند غيرهم ايضا للا عتبار .

قال ابو محمد:..... والمقدمة الثالثة ما اخرجه الطبرانی فی كبيره عن سلمان رئيس اهل فارس واميره قال قال رسول الله ﷺ مارفع قوم اكفهم الى الله عزوجل ليسالوا شيئا الا كان حقا على الله عزوجل ان يضع فی ايديهم الذی سالوا ورواته ثقات كلهم اجمع كما صرح به الهيثمی فی المجمع .

قال ابو محمد:..... ويشهد له ما اخرجه البيهقی محدث الزمان فی كتاب شعب الايمان عن انس قال قال رسول الله ﷺ ما اجتمع ثلاثة بدعوة قط الا كان حقا على الله ان لا يرد ايديهم صفرا .

قال ابو محمد:..... فلاح من هذا الترتيب وباح من هذا التبويب ان الرفع فی الدعاء بعد المفروضة مع الجماعة بالطريقة المخصوصة له اصل اصيل و دليل جليل لا ينكره عالم عقيل الا رجل دخيل وذا لك لان الخبر الاول فيه الدعاء بعد المكتوبة وانها عند الرب مسموعة والثانی فيه ذكر طريقة الدعاء والسوال بحيث يكون اسمع عند المتعال والثالث فيه فضيلة الدعاء مع الداعين كانه ركوع مع الراكعين ولا نه تابع للركوع ليحصل له اتمام الخشوع كما قال عز من قائل : كانوا يدعوننا رغبا ورهبا وكانوا لنا خاشعين الانبياء ، وقوله جل و على ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ (المؤمنون) وقد وردت آيات كثيرة واحاديث عديدة فی فضيلة الصلواة بالجماعة ما هی مستغنية عن الذ كر ولو بالاشارة فما يكون حكم

اور ایک روایت طبرانی کی معجم کبیر میں ابو بکرۃ صحابی سے بطور شاہد ہے، اس کی سند کے راوی معتبر ہیں، جس طرح ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے اور اس کی ایک مرسل حدیث بھی شاہد ہے، وہ عبد الرحمٰن بن محیریز سے مروی ہے جو مسدد بن مسرھد صاحب المسند سے مروی ہے اور مرسل حدیث کبار علمائے احناف کے پاس معتبر ہے۔ اس طرح اوروں کے پاس بھی حجت ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... مقدمہ ثالثہ وہ حدیث ہے جو طبرانی کبیر میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھاتی ہے تا کہ کوئی چیز مانگیں، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کے ہاتھوں میں وہ چیز دے جو انہوں نے مانگی۔ اس حدیث کے راوی معتبر ہیں جس طرح کہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کی تصریح کی ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں بھی اس حدیث کے لیے شاہد ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی دعا مانگنے کے لیے جمع ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کے ہاتھ خالی نہ لوٹائے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس ترتیب اور تبویب سے روشن ہوا کہ فرض کے بعد جماعت کے ساتھ مخصوص طریقے سے دعا مانگنا۔ اس کے لیے اصل مضبوط ہے اور دلیل بڑی معتبر ہے اور اس کا عالم باعقل انکار نہ کرے گا۔ مگر نالائق شخص انکار کرے گا۔ یہ اس لیے کہ پہلی خبر میں فرض کے بعد دعا کا ذکر ہے اور یہ عمل رب تعالیٰ کے پاس مقبول ہے اور دوسری حدیث میں دعا مانگنے کا وہ طریقہ بیان کیا گیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے پاس جلد مقبول ہو اور تیسری حدیث میں جماعت کے ساتھ مل کر دعا کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔ گویا کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا ہے۔

گویا کہ یہ تابع ہے رکوع کے تا کہ خشوع پورا پورا ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہ (اللہ تعالیٰ کے نیک بندے) ہم کو امید اور ڈر کے ساتھ پکارتے تھے اور وہ ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''تحقیق وہ مومن کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' اور بھی بہت سی آیات اور احادیث نماز باجماعت کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ سب ذکر اور دعا سے مستغنی نہیں ہو سکتیں چاہے اشارہ ہی کیوں نہ ہو۔ پس جو حکم متبوع کا ہے وہ تابع کا ہے اور یہ یقینی بات ہے۔

ابو محمد نے فرمایا ہے کہ:..... مذکورہ احادیث اور مقدمات سے صاحب شریعت سے دعا کے وقت کا تعین ہوتا ہے نیز اس کی کیفیت اور مانگنے والوں کے عدد کی تعیین اور یہ خبر دینا اور ظاہر کرنا ہوتی ہے بلکہ کان اور دل والوں کو اطلاع دینا ہے کہ ناپسند کرنے والوں اور روکنے والوں کے پاس اپنی دعویٰ کے حق میں دلیل دینا چاہئے تھا، لیکن ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ دلیل ان کے خلاف ہے اس کو غنیمت سمجھ کر قبول کر لے اور اس کو بیکار

المتبوع فهو حكم تابعه كما هو المقطوع .

قال ابو محمد:..... فهـذا تعيين وقت الدعاء عن صاحب الشريعة المطهرة الغراء مع بيان كيفيته وعدد الداعين كمية وهو اخبار واظهار بل لذوى الا ذان والقلوب اشعار بـان مـا كرهه الكارهون ومنع عنه المانعون ليس لهم الى ذالك سبيل من برهان ولا دليل بل الدليل قائم على خلافه فاغتنمه ولا تضعه باهماله واسرافه والحديث يفسر بـعـضـه بـعضا فلا تكن من الذين خوطبوا : ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرة)

قال ابو محمد:..... والـدليـل الثـانى هو العموم الذى يشمل دبر الصلواة وغيرها من الاوقـات وهو ما رواه البيهقى فى سننه والحاكم وصححه عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قـال هذا الاخلاص يشير باصبعه الذى تلى الا بهام وهذا الدعاء فرفع يديه حذو منكبيه وهذا الابتهال فرفع يديه مدا .

قال ابو محمد:..... فهـذا تعريف الدعاء الذى لا ينكره الذين هم للعلم وعاء والدعاء بـعـد الـمـكتوبة فى الاخبار والاثار منصوصة والمطلق محمول على المقيد وهذا الـقول هو المسدد والمحال وان كانت كالفراش المبثوث ولكن وقع تصريحا ايضا الـمبـحـوث فهو عين الدين كما تراه حق اليقين فاعتصم به فانه حبل متين ولا تصغ الى الذى هو مهين ولا يكاد يبين .

قـال ابو محمد:..... والثـالـث ان جـماعة من السلف الذين فيهم قدوة للخلق فسروا عـدة من الايات القرانية برفع الايدى العلانية فمنها قوله تعالىٰ ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (الانشـراح) فـذكـر الرملى فى تهذيب الاذكار عن ابن مسعود احـد الصحابة الاخيار فاذا فرغت من الفرائض فانصب الى ربك فى المسئلة وانت جـالـس واخـرج ابـن جـرير من طرق عن ابن عباس ابن عم سيد الناس انه قال اذا فـرغت من الصلواة فانصب فى الدعاء واخرج عبد بن حميد عن قتادة احد التابعين السادة فاذا فرغت فانصب والى ربك فارغب قال امره اذا فرغ من الصلواة ان يرغب فى الدعاء الى ربه واخرج عبد بن حميد وابن نصر عن الضحاك التابعى النساك فاذا فرغت قال من الصلواة المكتوبة والى ربك فارغب قال فى المسئلة والدعاء .

قال ابو محمد:..... وفى هذا المعنى ذكروا قوله تعالىٰ ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا

نہ بنا دے اور ایک حدیث دوسری کا تفسیر کرتی ہے۔ ان میں سے مت ہونا جن کے لیے یہ عتاب ہے کہ ''کیا تم لوگ بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟''

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... دوسری دلیل احادیث سے دعا کے وقت کا عموم ثابت ہوتا ہے جو ہر نماز کے بعد والے وقت یا دوسرے اوقات میں دعا مانگنے کو شامل ہے، جیسا کہ بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اخلاص ہے یعنی آپ تشہد والی انگلی کے ساتھ اشارہ کر رہے تھے جو انگوٹھے کے قریب ہوتی ہے اور یہ دعا پھر کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے اور یہ خشوع (عاجزی) ہے پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور بلند کیے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... یہ دعا کی کیفیت اور حالت بیان کی گئی ہے جس کو علم ہے وہ انکار نہ کرے گا اور فرض نماز کے بعد دعا احادیث و آثار میں نصوص کے ساتھ ثابت ہے اور مطلق مقید پر محمول ہے۔ اور یہی بات ٹھیک ہے اگر چہ دلائل بکھرے ہوئے ہیں لیکن بحث شدہ مسئلہ کے متعلق احادیث میں صراحت آئی ہے اور یہی دین ہے جس طرح تو یقین کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ پس اس کو پکڑ لے۔ یہ رسی مضبوط ہے اور جو کمینہ ہے اس کی طرف کان نہ دھر اور وہ تو اپنی بات بیان بھی نہیں کر سکتا۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... تیسری دلیل یہ ہے کہ سلف کی جماعت جو کہ بعد میں آنے والوں کے لیے نمونہ ہے انہوں نے کتنی آیات قرآنیہ کا تفسیر دعا میں ہاتھ اٹھانے سے کیا ہے۔ ان آیات میں سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (ترجمہ) جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔ تو اس کی تفسیر امام رملی نے تہذیب الاذکار میں بیان کی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یعنی جب تو فرائض سے فارغ ہو جائے تو اپنے رب کی طرف دعا مانگنے کے لیے محنت کر۔ اس حالت میں کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور ابن جریر نے کئی طرق سے ابن عباس جو رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس کے بیٹے ہیں اور ابن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو اور عبد بن حمید نے قتادہ تابعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں رغبت کرو اور عبد بن حمید اور ابن نصر نے ضحاک تابعی سے روایت کیا ہے کہ پس جب تو فرض نماز سے فارغ ہو تو رب تعالیٰ کی طرف دعا کے لیے رغبت کر۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس معنی میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ذکر کیا ''اور ہم نے ان کو عذاب میں بھی پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی آہ وزاری کی، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اپنے ہاتھوں کو روکتے ہیں'' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے'' (الانبیاء)

﴿هُمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ (المومنون) وقوله تعالىٰ ﴿يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ﴾ (التوبة) وقوله تعالىٰ: ﴿يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ (الانبياء)

قال ابو محمد: ..... المسئلة والدعاء ان ترفع يديك حذو منكبيك كما مر فى الحديث مثله سواء ثم التابعى كالمتبوع فى حكمه وعمله ورسمه فكما ان الصلواة مع المصلين افضل كذا لك الدعاء مع الداعين عمل اكمل .

قال ابو محمد: ..... والدليل الرابع التصريح مع التو ضيح والتنصيص مع تعيين الوقت والتخصيص فهاك الاخبار والاثار فاقر ئها ترفع الغطاء عن الابصار فاخرج الطبرانى فى المعجم الكبير بسند وثق رجاله الهيثمى عن محمد بن يحيى الاسلمى قال رايت عبدالله بن الزبير ورای رجلا رافعا يديه يد عوا قبل ان يفرغ من صلواته فلما فرغ منها قال ان رسول الله ﷺ لم يكن ير فع يديه حتى يفرغ من صلواته .

قال ابو محمد: ..... فهذا نص قوى و صحيح وجلى فى الباب وفيه دلالة على انه معتاد سيد الكونين ومختار رسول الثقلين واما ما اعتاده الناس من الخواص والعوام انهم يجتمعون للدعاء برفع الايدى مع الامام بعد اداء السنن والنوافل بالا لتزام حتى يكثرون على تاركه الطعن والملام فهو مما احدثه الا كالون البطالون المكارون الضالون وليس له اثر فى الخبر ولا فى الاثر بل هو من اسوتهم السيئة وبدعتهم الرديئة لم يرض به الله ولا رسوله ﷺ۔

قال ابو محمد: ..... وايم الذى خلقنا معشر الموحدين لا بطال حيل اتباع الهوى لو كان له اثر عمن يوثر عنه ما كنا لنذل ونخزى بل كنا اول من باثره يقتدى وبهداه يهتدى ويكفى لبطلانه انه ﷺ ما كان يتطوع الا فى بيته ويحث على ذالك ويز جر من جعل البيت كالمقبرة واهله كالميتة حتى قال صلوٰة فى البيت كلها خير الا المكتوبة اخرجه البخارى الامام فى صحيحة الذى تلقاه بالقبول العلماء الكرام بل قد انكر بعض الصحابة صحة سنة المغرب فى المسجد حتى يصيلها فى داره كما اخرجه الامام احمد .

قال ابو محمد: ..... فهذا عمل الشارع البارع ﷺ ثم الصحابة ذوى العلم الواسع فمن هذا الكاذب المخترع الوالع الذى جاء بعد هم بلا برهان قاطع فاحدث مالم يعلمه المبلغ ﷺ ولا السامع فاجبر الناس على القعود فى الجوامع حتى يدعوا مع

ابو محمد نے کہا:..... سوال کرنا اور دعا مانگنا یہ ہے کہ تو دونوں ہاتھ اٹھائے کندھوں کے برابر جس طرح حدیث میں اس کا بیان ہے، پھر تابعی کا حکم اور عمل بھی صحابی کی طرح ہے۔ جس طرح نماز جماعت کے ساتھ افضل ہے۔ اسی طرح جماعت کے ساتھ دعا مانگنا عمل کامل ہے۔

ابو محمد نے کہا:..... چوتھی دلیل یہ ہے کہ تصریح اور تنصیص وقت کے تعیین کے لیے یہ احادیث اور آثار پڑھ تا کہ آنکھوں سے پردہ اٹھ جائے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں روایت لائے ہیں جس کے راویوں کی ہیثمی نے توثیق کی ہے کہ محمد بن یحیی اسلمی نے روایت کی کہ عبداللہ بن زبیر کو میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص دیکھا جو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے تو جب ابن زبیر نماز سے فارغ ہوا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس باب میں یہ حدیث نص قوی اور صحیح اور جلی ہے۔ اس میں یہ دلالت ہے کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی لیکن جو عوام اور خواص لوگوں نے عادت بنا رکھی ہے کہ سنن اور نوافل ادا کرنے کے بعد امام کے ساتھ مل کر التزام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور ترک کرنے والے پر طعنہ اور ملامت کرتے ہیں یہ بدعتی و پیٹ پجاری، باطل اور مکار بدعتیوں اور گمراہ لوگوں کی ایجاد ہے۔ اس التزام کے لیے کوئی حدیث نہیں ہے، ان کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ راضی نہیں۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... قسم ہے اس ذات کی جس نے ہم کو موحد جماعت کر کے پیدا کیا کہ بدعتیوں کے حیلوں کو باطل کریں اگر کوئی اس کے لیے حدیث یا اثر ہوتا تو ہم رسوا نہ کرتے بلکہ اس کی سب سے پہلے ہم اقتدا کرتے۔ اس کے بطلان کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نفل نماز گھر میں جا کر پڑھتے تھے اور اس کو تنبیہ کرتے جس نے اپنے گھر کو مقبرہ بنایا اور اپنے اہل کو مردہ بنایا حتیٰ کہ فرمایا گیا کہ ساری نماز گھر میں بہتر ہے سواء فرض نماز کے۔ اس کو بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے اس طرح بعض صحابہ نے مغرب کی سنت کی صحت کا مسجد میں ادا کرنے سے انکار کیا کہ یہ گھر میں پڑھنی جائے جس طرح امام احمد نے روایت کیا ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... پس یہ عمل یعنی فرض نماز کے بعد دعا مانگنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ پس اس جھوٹے نے بعد میں آ کر بغیر کسی قطعی دلیل کے بدعت بنا کر جو رسول اللہ ﷺ کو پتا نہ تھا وہ لوگوں کو بتلا کر مساجد میں بیٹھنے اور نوافل کے بعد میں امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے پر مجبور کیا اور اس نے گمان کیا کہ یہ اچھائی اور نیکی کا کام ہے اور مشکلات کے دور کرنے کا باعث ہے۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ دین محمدی واضح اور روشن ہے اور ایسے بناوٹی دین کا مٹانے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس نے ایسی مخلوقات پیدا کی جن کو مضر اور منافع اور مہلک اور دافع چیزوں تک کی تمیز بھی نہیں۔

الامام بعد النوافل بالا يدى السواطع وظنوا انه هو للخيرات جامع و للمشكلات رافع ولا يعلمون ان الدين المحمدى واضح ولا مع وهو للمختلقات والمخترعات ماسح وقامع فسبحان الذى خلق من لا يعلم المضر من النافع ولا يميز بين المهلك والدافع .

قال ابو محمد: ..... واقبح من ذالك تثليث الرفع فى الدعاء مع شدة الا لتزام فى الصيف و الشتاء فهو من عضال الداء الذى لا يلتام وليس له دواء اللهم الا ان يشاء الله فذالك عليه ايسر يسير وهو على كل شى قدير لا نهم هم الذين خالط دمهم ولحمهم وشحمهم البدع والا حداث فلا ترتجى طهارة من امتلئت عروقة بالا خباث وهم الذين باعوا الرشد بالغواية والهداية بالضَلالة ذالك بانهم دسوا سنن المصطفى ﷺ تحت التراب واهدموا دينه القويم قبل الشباب كانهم لا يخافون الحساب ولا يخشون العقاب لا لابتغاء مرضات الله كما هم يظهرون كثرة العبادة امام عباد الله بل لا كل اموال الناس بالمضرة الباطلة وصدهم عن سبيل الله السابلة اولائك الذين خاطبهم سبحانه وتعالىٰ فى التنزيل: ﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (الفجر)

قال ابو محمد: ..... وتعلقوا بحديث جاء فى تثليث الدعاء ولا ننكر ذلك بل هم اول منكر لهذا الخبر وما عندهم الا ادعاء لانه فى الخبر تكريد الدعاء لا تكريد الرفع وثبوته فى حيز المنع بل هو ايجاد منهم وايزاد ومن عند انفسهم ايراد ومن عند انفسهم ايراد ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ (البقرة)

قال ابو محمد: ..... فالمحصول من الخبر المنقول ان الدعاء مع الرفع بعد الصلواة سنة وعن سخطة الله وعذابه جنة لا سيما بعد المكتوبة مع الجماعة فانه من افضل العبادة .

قال ابو محمد: ..... والخبر الثانى ما اخرجه ابن ابى شيبة كما قاله صاحب مسلك السادات عن الاسود العامرى عن ابيه صليت مع النبى ﷺ صلواة فلما سلم انحرف و رفع يديه ودعا الحديث ـ وهذا الخبر ايضا صريح فى الباب كما لا يخفى على اولى الالباب لا ن قول الراوى صليت مع النبى ﷺ يدل على انه ﷺ بالناس وهو المدعى .

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس سے بھی برا یہ ہے کہ تین بار دعا مانگنے کو تاکید اور سختی کیساتھ گرمی اور سردی میں واجب کیا۔ یہ ایک بیماری ہے جس سے تندرستی کی امید نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی دوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوسکتا ہے کہ ان بدعات سے نجات مل جائے۔ کیوں کہ یہ کام اس ذات کے لیے بالکل آسان ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن یہ وہ ہیں جن کے خون اور گوشت اور چربی میں بدعات مخلوط ہوگئی ہیں، جن کی رگیں خباثت سے بھری ہوئی ہیں ان کے پاک ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے رشد و ہدایت کو گمراہی و ضلالت کے عوض بیچ دیا اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو مٹی میں دفن کیا۔ اور سیدھا دین اس کی جوانی سے پہلے دفن کیا گویا کہ حساب اور عذاب سے نہیں ڈرتے۔ یہ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو لوگوں کے لیے جس طرح عبادت کثرت سے ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ لوگوں کا مال کھانے باطل طریقہ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لیے۔ یہ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خطاب کیا کہ میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... تین بار دعا مانگنے کی حدیث سے استدلال کیا، ہم بھی انکار نہیں کرتے لیکن وہ ہی اس حدیث کے منکر ہیں اور ان کے پاس صرف دعوی ہے۔ کیونکہ حدیث میں دعا کا تکرار سے مانگنا ہے نہ کہ تین بار ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور اس کا ثبوت انکار کے ساتھ ہے بلکہ یہ ان کی ایجاد اور بدعت ہے اور ان کی طرف سے زیادتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے ویل ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف کی کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کھاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کے لیے ہلاکت اور افسوس ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... حدیث سے ثابت ہوا کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے فرض کے بعد سنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غصہ اور عذاب سے ڈھال ہے۔ خصوصاً فرض کے بعد جماعت کے ساتھ کیونکہ یہ افضل عبادت ہے۔

ابو محمد نے فرمایا دوسری حدیث وہ ہے جو ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ایک نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو مڑ کر ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی اور یہ حدیث اس باب میں صریح ہے جس طرح عقلمندوں پر مخفی نہیں ہے، کیونکہ راوی کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو یہ قول دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ ہماری دعویٰ ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... حدیث ثالث یہ ہے کہ جو بیہقی نے سنن میں صحیح سند سے انس کے ساتھ قاریوں کے قصے میں بیان کی جو قتل ہوئے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے فجر پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر ان کے لیے بد دعا کی جنہوں نے ان کو قتل کیا تھا اور اسی حدیث کے ہم معنی ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت

قال ابو محمد:..... والخبر الثالث ما اخرجه البيهقى فى سننه باسناد صحيح عن انس فى قصة القراء الذى قتلوا قال لقد رايت رسول الله ﷺ كلما صلى الغداة رفع يديه يدعو عليهم يعنى على الذين قتلو هم و مثل معناه اخرجه ابو نعيم الاصفهانى فى حلية الاولياء قال حدثنا سليمان بن احمد نا على بن ايوب الصقر نا عفان بن مسلم عن سليمان بن المغيرة عن ثابت البنانى عن انس فذكره .

قال ابو محمد:..... وهذا السند لا مطعن فيه كما لا يخفى على العالم النبيه فاما شيخ ابى نعيم فهو ابو القاسم الطبرانى صاحب المعاجم الثلاثة والتصانيف الكثيرة له ترجمة فى تذكره الحفاظ للذهبى وطبقات الحفاظ للسيوطى وشذرات الذهب لابن العمادى واما شيخه فلم اجد له ترجمة فيما وقفت عليه من كتب الفن الا انه ايضا ملحق بالثقات بلا ريب وظن فقد نبه الهيثمى فى المجمع حيث قال كل من كان من شيوخ الطبرانى ولم يذكره الذهبى فى الميزان الحقته بالثقات فالمترجم لا شك فى كونه من الاثبات وبقية ❶ رجاله موثقون فى التقريب وثابت هو ابن اسلم ابو محمد البصرى ولا يقال ان عفانا انكره ابن معين قبل موته بسنة لا ن خبره هذا له شواهد كثيرة لا سيما فى الفضائل .

قال ابو محمد:..... والحديث الرابع ما اخرجه ابو جعفر العقيلى فى كتاب الضعفاء قال حدثنا احمد بن داود قال حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبدالوارث قال حدثنا على بن يزيد عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة قال ان النبى ﷺ رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة الحديث .

قال ابو محمد:..... على بن يزيد ضعيف لكنه خبر معتبر فى الشواهد لان مثل هذا الضعف خفيف وقال العقيلى بعد ذكر الحديث وقد روينا من غير هذا الطريق باسناد صحيح فهذه قوة الى قوة والاعتماد على الاخبار الصحيحة وكفى بها قدوة .

قال ابو محمد:..... والحديث الخامس ما اخرجه ابو نعيم فى الحلية قال حدثنا حبيب

---

❶ وقد توبيع ايضا فقال احمد فى مسنده ص ۱۳۷ / ۳ ثنا هشام وعفان المعنى قالا حدثنا سليمان عن ثابت قال كنا عند انس بن مالك ..... وفيه : فلقد رايت رسول الله ﷺ فى صلاة الغداة رفع يديه ودعا عليهم - يعنى اس روایت کی متابعت امام احمد نے بھی کی ہے کہ انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے فجر نماز میں ہاتھ اٹھائے اور قاری صحابہ کے قاتلوں پر بددعا کی۔

کیا ہے کہ سلیمان بن احمد نے علی بن ایوب الصقر سے انہوں نے عفان بن مسلم سے انہوں نے سلیمان بن مغیرہ سے انہوں نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس سند پر کوئی جرح نہیں ہے جس طرح باخبر عالم سے مخفی نہیں ہے۔ ابو نعیم کا شیخ ابو القاسم الطبرانی معجم کبیر، صغیر اور اوسط کے علاوہ بہت سی تصانیف کا مالک ہے اور اس کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ للذھبی اور طبقات الحفاظ للسیوطی اور شذرات الذھب لابن العمادی میں موجود ہے لیکن اس کے شیخ کا ترجمہ میں نے نہیں دیکھا، لیکن وہ معتبر محدثین کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس طرح ہیثمی نے مجمع میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ طبرانی کے جن شیوخ کو ذہبی نے میزان میں ذکر نہ کیا وہ میں نے ثقات میں شمار کیے ہیں۔ اس لیے یہ معتبر راویوں میں سے ہے اور اس کے علاوہ جو راوی ہیں سارے معتبر ہیں اور ثابت بن اسلم ابو محمد البصری ہیں اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ عفان سے ابن معین نے موت سے ایک سال پہلے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اس خبر کے شواہد بہت ہیں۔ خصوصاً فضائل میں۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... چوتھی حدیث جو ابو جعفر عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ذکر کی ہے اور کہا یہ حدیث بیان کی احمد بن داؤد نے علی بن یزید سے، انہوں نے کہا کہ سعید بن المسیب نے ابو ہریرۃ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھائے سلام پھیرنے کے بعد اور وہ قبلہ رخ تھے۔ (حدیث)

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... علی بن یزید ضعیف ہے لیکن اس کی روایت بطور شاہد صحیح ہے اور معتبر ہے کیونکہ یہ ضعف خفیف ہے اور حدیث کے ذکر کرنے کے بعد عقیلی نے کہا کہ ہم نے اس سند کے علاوہ بھی اس کو روایت کیا ہے اور یہ تقویت برتقویت ہے اور روایات صحیحہ پر اعتماد لازم ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... حدیث پانچویں وہ ہے کہ جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے حبیب بن حسن نے بیان کیا انہوں نے یوسف قاضی سے انہوں نے محمد بن ابی بکر سے بیان کیا انہوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی، انہوں نے ابراہیم بن زھری سے انہوں نے ہند بنت حارث سے انہوں نے ام سلمہ سے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی سلام پھیرتے نماز سے تو اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھ کر اٹھنے سے پہلے اشارہ کرتے تھے یعنی دعا مانگتے تھے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس حدیث کی سند اہل حق کے نزدیک بہترین ہے حبیب بن الحسن ابو نعیم کا شیخ ابو القاسم القران ہے۔ برقانی نے ضعیف کہا ہے اور میزان الاعتدال میں ہے کہ ابن ابی الفوارس اور خطیب اور ابو نعیم نے اس کی توثیق کی ہے۔ پس برقانی کی تضعیف نقصان نہ دے گی کیوں کہ جرح مبہم ہے۔ وہ جرح قبول نہ ہوگی خاص کر کے جب ایک جماعت کی توثیق موجود ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس کا شیخ یوسف قاضی وہ ابن یعقوب بن حماد بن زید بن درھم الازدی بصری پھر بغدادی

بن الحسن ثنا یوسف القاضی ثنا محمد بن ابی بکر ثنا عبدالرحمن بن مهدی ثنا ابراهیم بن الزهری عن هند بنت الحارث عن ام سلمة ان النبی ﷺ کان اذا سلم من الصلواة جلس فی مصلاه یشیر قبل ان یقوم .

قال ابو محمد:..... هذا حدیث جید الاسناد عند اهل الحق والسداد فاما حبیب بن الحسن شیخ ابی نعیم فهو ابی القاسم القران ضعفه البر قانی و وثقه ابن ابی الفوارس والخطیب وابو نعیم کذا فی المیزان للذهبی وتضعیف البر قانی لا یضر شیئا لانه جرح مبهم فلا یقبل لا سیما فی جنب تو ثیق الجماعة فتدبر .

قال ابو محمد:..... اما شیخه یوسف القاضی فهو ابن یعقوب بن حماد بن زید بن درهم الازدی مولاهم البصری ثم البغدادی صاحب السنن قال ابو بکر الخطیب فی تاریخ بغداد کان ثقة صالحا عفیفا مهیبا شدید الاحکام .

ترجمة الذهبی فی تذکرة الحفاظ و وصفه بالا مامة والحفظ ویقیة رجاله کلهم موثق فی التقریب وشیخه هو محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم المقدمی ابو عبدالله الثقفی مولا هم البصری کما هو الظاهر من طبقته فقد عد صاحب التهذیب ابن مهدی من شیوخه ویعقوب القاضی من الاخذین عنه وهو ثقة وثقه ابن معین وابو زرعة وابن قانع وقال ابو حاتم صالح الحدیث محله الصدق کذا فی التهذیب وقال فی التقریب ثقة وابن مهدی هو امام متقن النقاد من اهل الجرح والتعدیل .

قال ابو محمد:..... وهذا الخبر فیه حجة واضحة وبینة لا ئحة والمراد من الاشارة المذکورة باصبع عند الا ستغفار والدعاء له ثلاث احوال برفع الیدین حذو المنکبین وبمدهما وبا لا صبع ایضا کما اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه عن ابی هریرة قال ابصر النبی ﷺ سعدا وهو یدعو باصبعین کلیهما فنهاه وقال باصبع واحدة بالیمنی .

قال ابو محمد:..... والخبر السادس ما اخرجه مسلم فی صحیحه وغیره عن ام عطیة قالت امرنا رسول الله ﷺ ان نخرجهن فی الفطر والا ضحی العواتق والحیض وذوات الخدور فاما الحیض فیعتزلن الصلواة ویشهد ن الخیر ودعوة المسلمین الحدیث .

صاحب السنن ہے اور خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ وہ ثقہ صالح ، پاکباز ، صاحب ہیبت اور احکام کا عامل تھا اور اس کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ میں ذھبی نے دیا ہے اور اس کو امام وحافظ کہا ہے۔ اس کے بعد سارے راوی تقریب میں توثیق شدہ ہیں اور اس کا شیخ محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم المقدمی ابوعبداللہ ثقفی بصری ہے جس طرح اس کے طبقہ سے ظاہر ہوتا ہے اور صاحب التہذیب نے کہا ابن مھدی کو ان کے شیوخ میں شمار کیا ہے اور یعقوب قاضی اس کے شاگردوں میں سے ہیں اور وہ معتبر ہیں اور اس کی ابن معین اور ابو زرعۃ اور ابن قانع نے توثیق کی ہے اور ابوحاتم نے اس کو صالح الحدیث کہا ہے۔ اس طرح تہذیب میں ہے اور تقریب میں اس کو ثقہ کہا گیا ہے اور ابن مھدی پختہ نقاد اور امام جرح وتعدیل ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس حدیث میں واضح دلیل ہے اور اشارہ مذکورہ سے استغفار کے وقت اشارہ کرنا ایک انگلی کے ساتھ مراد ہے اور دعا کی تین حالتیں ہیں : (۱)..... دونوں ہاتھ اٹھا کر کندھوں کے برابر کر کے دعا مانگنا۔ (۲)..... ہاتھوں کو دعا کے لیے لمبا کرنا اور (۳)..... انگلی کے ساتھ اشارہ کر کے دعا مانگنا جس طرح ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے دیکھا سعد کو اور وہ دو انگلیوں سے دعا مانگ رہا تھا۔ پس اس کو روک دیا اور کہا کہ ایک انگلی دائیں کے ساتھ دعا مانگ۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... چھٹی حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ عید الفطر اور عید الضحیٰ میں آزاد اور پردہ نشین اور حیض والی عورتوں کو گھروں سے نکال کر لے آئیں اور ان میں سے حیض والی عوتیں نماز سے الگ رہیں اور وہ خیر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شامل ہوں۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... یہ دلیل صحیح ہے جس کے لیے ہم نے دعویٰ کیا ہے اور علم صریح ہے ، جس کی ہم تلاش کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس جگہ دعوت سے مراد دعا ہے ہاتھ اٹھا کر جماعت کے ساتھ عیدین کی نماز کے بعد جس کی دو وجہیں ہیں ، ایک جو ہم نے دعا کا طریقہ بیان کیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی دعا کی پہچان ہاتھوں کے اٹھانے سے ہوتی تھی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو حیض والی عورتوں کی شرکت سے منع ہوتی اور ان عورتوں کو ذوات الخدور اور برقعہ والیاں کہا گیا۔ اس پر امام نووی نے مسلم کی شرح میں فرمایا ہے کہ اس حدیث سے جماعت کے ساتھ حاضر ہونا اور مسلمانوں کی دعا میں شرکت کرنا ذکر اور علم کے حلقوں میں شامل ہونا وغیرہ مستحب معلوم ہوتا ہے۔ اور امام شوکانی نے تحفۃ الذاکرین میں کہا کہ اس میں دلیل ہے کہ مسلمانوں کی مجلسیں دعا مانگنے کے مرکز ہیں۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... آثار میں ایک اثر وہ ہے جو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ اسماعیل بن علیۃ نے تیمی سے ، انہوں نے ابی مجلز سے۔ اس کا نام لاحق بن حمید ہے اور وہ ابن عمر کے ساتھ تھا کہ جب سورج نکلا

قال ابو محمد: ..... هذا اصل صحيح لما ندعيه ووجدان صريح لما مبتغيه لان الدعوة ههنا الدعاء برفع اليدين مع الجماعة بعد صلواة العيدين لو جهين ضروريين احدهما لما ذكر نا من طريقة الدعاء وثانيهما ان دعوتهم ما كانت تعرف الا بالرفع والا فشر كة الناس فيها ممتنع وسموها ذوات الخدور والبر قع قال النووى فى شرح مسلم فيه استحباب حضور الجماعة مع الخير ودعوة المسلمين وحلق الذكر والعلم ونحو ذلك وقال الشوكانى فى تحفة الذاكرين : فهذا فيه دليل على ان مجامع المسلمين مواطن الدعاء .

قال ابو محمد: ..... ومن الاثار ما اخرجه ابن ابى شيبة فى مصنفه قال حدثنا اسماعيل ابن علية عن التيمى عن ابى مجلز اسمه لاحق بن حميد انه كان مع ابن عمر فلما طلعت الشمس امرراحلته فرحلت وارتحل من منى فلما صلى العصر وقف بعرفة فجعل ير فع يديه او قال يمد الحديث وهذا السند كالسبيكة او السلسلة الذهبية فانه يرويه امام عن مثله فلا حاجة الى ذكر حاله ونقله وابن عليه هو ابن ابراهيم بن مقسم الا سدى مولاهم ابو بشر البصرى وعلية اسم امه والتيمى هو سليمان بن بلال المدنى وانظر حالهم فى تهذيب الكمال وتذهيبه و التهذيب وتقريبه .

قال ابو محمد: ..... ومنها ما اخرجه الفريابى فى الذكر كما فى شرح الأُياء عن ابى الدرداء رضى الله عنه قال ارفعوا هذه الا يدى بالدعاء قبل ان تغل بالا غلال .

قال ابو محمد: ..... والدعاء بعد الصلواة احمد ومع الجماعة اوكد .

قال ابو محمد: ..... ومنها ما اخرجه ابن ابى شيبة عن عائشة رضى الله عنها قالت ان الله يحب ان يدعى هكذا واشار باصبع واحدة ومنهما ما اخرجه ابن ابى شيبة ايضا قال زيد بن الحباب قال اخبر نا موسى بن عبدة اخبر نى زيد بن عبدالرحمٰن ابن ابى سلمة ابو سلامة عن ابى الرباب وصاحب له انهما سمعا ابا ذر رضى الله عنه يدعو قال فقال له راياك صليت فى هذا البلد لم نر اطول مقاما وركوعا وسجودا فلما انفرغت رفعت يديك فتعوذت .

قال ابو محمد: ..... وهذا السند غبار عليه ولا فيه طعن يشار اليه ورجاله موثقون فى التقريب حاشا ابى الرباب وهو مصرف بن مالك القشيرى فذكره ابن حبان فى

تو ابن عمر نے سواری کا حکم دیا تو سواری لائی گئی اور منیٰ سے چل پڑے پس جب عصر پڑھی تو عرفات میں کھڑا ہوگیا، پس وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے لگا یا بلند کرنے لگا اور یہ سند سنہری زنجیر کی طرح اور معتبر ہے کیونکہ راوی امام ہے۔ جس نے دوسرے امام سے لیا ہے پس ان کا حال ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور ابن علیۃ وہ ابن ابرھیم بن مقسم اسدی ابو بشر بصری ہے اور عیلۃ اس کی ماں کا نام ہے اور تیمی وہ سلیمان بن بلال مدنی ہے اور ان کا حال تہذیب الکمال اور تہذیب میں اور تہذیب اور تقریب میں ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... ایک دلیل وہ اثر ہے جو فریابی نے کتاب الذکر میں نقل کیا ہے جیسا کہ شرح احیاء العلوم میں ہے کہ ابو درداء نے فرمایا ہے کہ دعا کے ساتھ یہ ہاتھ اٹھاؤ اس سے پہلے کہ گردن میں طوق نہ پڑ جائیں۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... نماز کے بعد دعا تمام بہتر ہے اور جماعت کے ساتھ دعا مانگنا تاکیدی کام ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... ان آثار میں سے یہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس سے اس طرح مانگا جائے۔ اور پھر ایک انگلی سے اشارہ کیا۔

اور ان آثار میں سے ایک اثر ابن ابی شیبہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں کہ وہ دعا مانگ رہا تھا کہ کسی نے کہا کہ تو نے نماز پڑھی۔ اس شہر میں تیرے جیسا قیام کرنے والا کوئی اور سجدہ کرنے والا نہیں دیکھا اور جب تو فارغ ہوا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور پناہ مانگی۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... تو اس سند میں کوئی غبار اور طعن نہیں ہے اور اس کے راوی توثیق شدہ ہیں تقریب میں ابی الرباب کے علاوہ اور وہ مصرف بن مالک قشیری ہے اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھی کی جہالت نقصان نہیں دیتی، کیونکہ اعتماد اسی پر ہے اور اس کے صاحب کے اوپر استناد نہیں ہے اور ابو سلمۃ وہ ابن عبد الرحمٰن مشہور ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... تابعین کے آثار میں سے ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں روایت لائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ابو بکر بن مالک نے ہم سے بیان کیا انہوں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے ابو رواد سے انہوں نے کہا کہ میں نے طاوس اور اس کے اصحاب کو دیکھا کہ جب انہوں نے عصر پڑھی تو انہوں نے آپس میں کوئی بات کیے بغیر بڑی عاجزی سے دعا مانگی۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... یہ سند سورج کی طرح روشن ہے۔ ابو نعیم کا شیخ ابو بکر قطیعی احمد ابن جعفر بن احمد بن مالک صدوق ہے۔ مقبول ہے مامون ہے اس کی حاکم نے توثیق کی ہے۔ اس طرح میزان میں ہے اور صاحب المیزان کا قول کہ اس کو کچھ تغیر ہوگیا تھا، لیکن یہ نقصان کار نہیں ہے، کیونکہ خطیب نے تاریخ میں کہا ہے کہ کوئی ایک ہم نے نہیں دیکھا جس نے اس سے دلیل لینا چھوڑ دیا ہو۔

اور ابن صلاح کا قول کہ آخر عمر میں اس کو خلل ہوگیا تھا اس کو صاحب المیزان نے رد کیا اور کہا کہ یہ زیادتی

الثقات ولا تضر جهالة صاحبه لان الاعتماد عليه فلا استناد اليه وابو سلمة هو ابن عبدالرحمٰن الشهير :

قال ابو محمد:..... ومن آثار التابعين ما اخرجه ابو نعيم فى الحلية قال حدثنا ابو بكر بن مالك ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنى ابى ثنا ابو سلمة عن ابى رواد قال رايت طاؤسا واصحابا له اذا صلوا العصر لم يكلموا احدا وابتهلوا فى الدعاء .

قال ابو محمد:..... هذا اسناد كالشمس فشيخ ابى نعيم هو ابو بكر القطيعى احمد بن جعفر بن احمد بن مالك فهو صدوق مقبول وقال الحاكم ثقة مامون كما فى الميزان واما قول صاحب الميزان تغير قليلا فلا يضر فقد قال الخطيب فى تاريخه لم نر احدا ترك الاحتجاج به .

ثم هذا قول ابن الصلاح افتل فى آخر عمره فقد رده صاحب الميزان فقال هذا غلوو اسراف وقد كان ابو بكر سند اهل زمانه وكذا قول ابن ابى الفوارس لم يكن بذاك فى الحديث فقد قال البر قانى هو ثقة وقد كنت شديد التنفير والتنفيه عنه حتى تبين عندى انه صدوق لا يشك فى سماعه فالحاصل انه حسن الحديث وشيخه عبدالله هو الامام ابن الامام وابو سلمة هم ابن عبدالرحمن وثقه صاحب التقريب وابو رواد مقبول كما فى التقريب ايضا .

قال ابو محمد:..... ومنهاما اخرجه ابن ابى شيبة فى مصنفه قال حدثنا غندر عن شعبة قال قلت للمغيرة اكان ابراهيم . وهو النخعى . يكره اذا انصرف ان يقوم مستقبل القبلة يرفع يديه قال نعم .

قال ابو محمد:..... وهذا السند يرويه كا بر عن كابر وهو دليل على انه لا كراهة عنده فى الرفع قعودا بعد الانصراف كما هو المسنون .

قال ابو محمد:..... والقضية الثانية دليلها وارد عبارة واشارة فاخرج البخارى فى صحيحه عن انس بن مالك قال كان النبى ﷺ لا يرفع يديه فى شىء من دعائه الا فى الاستسقاء وانه ير فع حتى يرى بياض ابطيه .

قال ابو محمد:..... فهذه العبار ة فيها دلالة صراحة على عدم الرفع فلناخذها بالطاعة والسمع وهذا رد على من شدد الانكار على الترك كانه عمل بما وافق هواه من الامرين واعرض عن الثانى بالحرك .

ہے۔ ابو بکر اپنے زمانے کی سند تھا اور اس طرح ابن ابی الفوارس کا قول کہ وہ حدیث میں اس مرتبہ کا نہ تھا تو برقانی نے ثقہ کہا اور کہا کہ پہلے میں اس سے متفر تھا، لیکن یہاں تک کہ واضح ہوا کہ ثقہ ہے اور اس کا شیخ عبداللہ وہ امام اور ابن الامام تھا اور ابو سلمہ وہ ابن عبدالرحمٰن ہے۔ اس کی توثیق صاحب التقریب نے کی ہے۔ ابو رواد مقبول تھا جس طرح تقریب میں ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... یہ سند ثابت ہے۔ اس کے روایت کی ابن حجر نے تقریب میں توثیق کی ہے اور ان آثار میں سے وہ اثر ہے جس کو ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں لائے ہیں کہ ہم سے غندر نے بیان کیا شعبہ سے ، انہوں نے کہا میں نے مغیرہ سے پوچھا کہ ابراہیم نخعی جب نماز سے فارغ ہوئے تھے تو اس وقت قبلہ رخ ہوکر دعا مانگتے تھے؟ کہا کہ ہاں۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... اس سند میں ایک امام دوسرے امام سے روایت کرتا ہے اور یہ دلیل ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کوئی کراہت نہیں، بلکہ یہ مسنون ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... قضیہ ثانیہ کی دلیل وارد ہے کہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ استسقاء کے سوا دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے یہاں تک کہ اس وقت بغلوں کی سفیدی دیکھنے میں آتی۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... اس عبارت میں ہاتھ نہ اٹھانے پر صریح دلالت ہے۔ ہم اس کو سنتے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور یہ ان کے لیے رد ہے جو کہتے ہیں کہ دعا کے لیے ہاتھ بالکل اٹھانے ہی نہیں ہیں، گویا جوان کی خواہش کے مطابق ہے اس پر عمل کرتا ہے اور جو اس کے خلاف ہے اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

جو علم میں پختہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت کو تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔

ابو محمد نے فرمایا کہ:..... انکار کرنے والوں نے کتب حدیث کے مطالعہ کے بغیر استدلال کیا اور ہاتھ اٹھانے سے بالکل منع کرتے ہیں کیوں کہ وہ اس کو کوئی نیکی اور عمل نہیں سمجھتے اور یہ قصور ان کا ہے اور قائدہ مسلم و مشہور ہے کہ جو کسی چیز کو جانتا ہے اس کی حجت ہے، اس کے اوپر جو جانتا نہیں ہے اور جس نے انکار کیا انہوں نے زیادتی کی اور انصاف نہ کیا کیوں کہ انس رضی اللہ عنہ نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھ دعا میں اٹھاتے تھے، جس طرح حدیث میں ذکر ہوا۔ اب تو بار بار دیکھ کہ اس میں فرق نہیں، پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا دونوں باتوں پر عمل رہا ہے یعنی کبھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی نہیں اٹھاتے تھے۔ یہی زیادہ قریب اعتدال ہے اگر چہ ہاتھ اٹھانا محبوب عمل ہے کیوں کہ زیادہ دلائل اس کی تائید کرتے اور اس کو مضبوط

والراسخون فی العلم یقولون امنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب .

قال ابو محمد:..... والمفرطون قد استدلوا به بدون مطالعة کتب الحدیث بالرحلة والسیر الحثیث فمنعوا عن الرفع اصلا لانهم ما راوه خیرا ولا عملا وهذا القصور منهم وتکلف لان لقائل ان یقول ان من عرف الشیء حجة علی من لم یعرف وهذا مسلم ومن انکر فقه اظلم ولم ینصف علی ان انسا بنفسه قد رای النبی ﷺ رافعا یدیه ـ کما مرفی الخبر الثالث من الدلیل الرابع من القضیة الاولی فارجع البصرهل تری من فطور . فثبت ان العمل من سید الدارین علی کلا الامرین تاره فتارة وهذا هو القول الاقرب و الاوسط وان کان الرفع احب لانه اثبت واضبط وللقلوب اربط وللا بتهال انشط .

قال ابو محمد:..... والاشارة من الروایة ما اخرجه بسنده عبد بن حمید فی مسنده قال حدثنا حماد بن عیسی البصری قال حدثنا حنظلة بن ابی سفیان قال سمعت سالم بن عبدالله بن عمر بن الخطاب عن ابیه عن جده قال کان رسول الله ﷺ اذا مد یدیه فی الدعاء لم یزدهما حتی یمسح بهما وجهه .

قال ابو محمد:..... حماد بن عیسی ضعیف و بقیة رجاله موثقون فی التقریب ولکن له شاهد عند الطبرانی عن الولید بن المغیث قال قال رسول الله ﷺ اذا دعا احد کم فرفع یدیه فان الله عزوجل جاعل فی یدیه برکة ورحمة فلا یر دهما حتی یمسح بهما وجهه وله شاهد آخر ایضا عند الطبرانی عن ابن عمر .

قال ابو محمد:..... ففی هذا الخبر اشارة الی الاختیار کما تشیر الیه الفاظ النبی المختار علیه الوف صلواة وسلام الی یوم القرار .

قال ابو محمد:..... فکلا الا مرین سنة ولکل منهما حجة وبینة فالا تیان والترك سواء بلاعیب وامتراء فلا یعیب التارك علی الآتی ولا الآتی علی التارك فالمتوسطون یرفعون ویترکون وهو احسن المسالك الا ان للمثبت ترجیح نجیح علی الرای السوی الصحیح لانه وان ثبت کلا هما لکنه صریح وهذا مسلم و الانکار عنه قبیح وبه تنتهی المسئلة الاولی مع الجواب الملیح .

بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلبی ربط کا سبب اور عاجزی کا موجب ہے۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... اس کی طرف وہ روایت بھی اشارہ کرتی ہے جو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں بیان کی ہے کہ حماد بن عیسی بصری نے حنظلہ بن ابی سفیان سے اور انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ہاتھ دعا کے لیے بلند فرماتے تو ان کو واپس نہ لوٹاتے تھے، جب تک اپنے چہرے پر نہ پھرتے تھے۔

ابو محمد نے کہا کہ:..... حماد بن عیسیٰ ضعیف ہے اور دوسرے راویوں کی صاحب تقریب نے توثیق کی ہے اور اس کا طبرانی میں ولید بن مغیث سے شاہد ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے دعا مانگے اور ہاتھ اٹھائے۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں میں برکت اور رحمت ڈالنے والا ہے۔ پس ہاتھوں کو واپس نہ کرے، حتیٰ کہ منہ کے اوپر نہ ٹھہرے اور اس کے لیے اور بھی شاہد ابن عمر سے طبرانی میں ہے۔ ابو محمد نے فرمایا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اختیاری ہے جس پر پیارے پیغمبر ﷺ کے الفاظ شاہد ہیں اور ان کی ذات بابرکات پر قیامت تک لاکھوں درود وسلام ہوں۔ ابو محمد نے فرمایا دونوں امر سنت ہیں اور ہر ایک کے لیے دلیل ہے۔ اجتماعی ہاتھ اٹھانا یا نہ اٹھانا دونوں برابر ہیں۔ اس لیے اس کا تارک عمل کرنے والے کو برا نہ سمجھے اور نہ عمل کرنے والا اس کے تارک کو برا سمجھے اور درمیانی راہ پر چلنے والے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے بھی ہیں اور کبھی چھوڑتے بھی ہیں اور یہی سب سے بہتر مسلک اور طریقہ ہے، مگر پھر بھی ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنے والے عمل کو ترجیح ہے، اگر چہ دونوں عمل ثابت ہیں لیکن ہاتھ اٹھانا زیادہ صریح ہے اور اس کا انکار فعل قبیح ہے اور اس کے ساتھ مسئلہ احسن جواب کے ساتھ اختتام کو پہنچتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:...... ابوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الاسلام أم علی الکفر وعلی الثانی هل هما الی الاٰن کذالك ام لا وقدروی حدیث صححهٗ القرطبیؒ ان اللہ احیا هما فاٰ منا بهٖ صلاة علیه وسلم اکراماً لهٗ بینوا بالادلة البینات والبراهین الو اضحات لیحق الحق الحقیق والباطل تهوی به الریح فی مکان سحیق

الجواب:...... اقول مستعینا من اللہ الودود واصول متمسکاً بذی العرش المحمود الحق انهما ماتا علی الکفر وهما الی الآن کذالك ولم یثبت شئ غیر ذالك وهو اصح المسالك ودونهٗ هالك وحالك والذین اثبتوالهما نجاة تتشیعوا فی مسالك صفاة تحسبهم جمیعاً وقلوبهم شتیٰ فذهب بعضهم من هنا وبعضهم من هنا قد اتیٰ فلم یجعلوا لهم مکانا سوی ولم یتمسکوا باوثق العای فاول ما ابدأ بمذاهبهم وبالمفاسد الواقعة ومشابهم ثم اتی بالدلائل فان الاثبات بعد النفی عین السدید کما فی کلمة التوحید.

قال ابو محمد:...... فمنهم من قال انهما ماتا علی الفطرة قبل البعثة وهٰذا مجرد دعویٰ لا دلیل معها ولا داعیة الیها وما ذکروه من الآیات کقولهٖ تعالیٰ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا وغیرهٗ من الکریمات ویکفی من الاستدلال بها والا ستنباط منها انهٗ لاینکر وصولهما دعوة عیسیٰ علیه السلام لوجه یلزم او بطرق یسلم ثم تصریح النبی صلی اللہ علیه کما سنذ کره فی الدلیل الرابع ینفیه وما بنوامن المشرفة الکاذبة یسویه ثم ذکروامن الاحادیث الواردة فی امتحان اهل الفترة فهٰذا هو النقش قبل اثبات العرش وحسبك بَرّد ذالك ان عبدالمطلب هو ایضاً من اهل الشرك کما هو المصرح فی الدلیل الآخر فثبت انهٗ لیس من اهل الفترة فابنه ایضاً کذالك وبطل تعلقهم بذالك.

قال ابو محمد: ...... ثم تلك الاخبار بعضها ضعیف جداً من عطیه ابن سعید العوفی المدلس وما ادعی اهل العلم صحتهٗ فمضطرب المتن ففی خبر الاسود بن سریع عنداحمد واسحاق بن راهویه و البیهقی فی کتاب الاعتقاد واما الذی مات فی الفترة فیقول یارب ما اتانی لك رسول فیأخذ مواثیقهم لیطیعنه فیرسل الیهم ان ادخلو النار فمن دخلها کانت علیه برذا و سلاماً ومن لم یدخلها یستجر الیها وفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کا معاملہ

سوال:..... اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ کے والدین کی وفات حالت کفر میں ہوئی یا وہ مسلمان تھے؟ اور اگر ان کی وفات حالت کفر میں ہوئی تو کیا وہ اب بھی اسی حالت پر ہیں یا نہیں؟ ایک روایت بیان کی جاتی ہے جسے قرطبی نے صحیح کہا ہے "ان اللّٰہ احیا ھما فامنا بہ ﷺ اکرامًا لہ" یعنی "اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اکرام کی خاطر انہیں زندہ فرمایا تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔"

مذکورہ بالا مسئلہ کو واضح دلائل کے ساتھ بیان فرمایئے تا کہ سچی حقیقت ثابت ہو جائے اور باطل کو دلائل کی آندھی دور پھینک دے۔

الجواب:..... اللہ مہربان صاحب عرشِ عظیم کی مدد مانگتے ہوئے اور اسی پروردگار کا سہارا لیتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں حالت کفر میں فوت ہوئے اور وہ دونوں اب تک اسی حالت پر ہیں اور اس کے علاوہ کوئی اور چیز ثابت نہیں ہے۔ یہ ہی صحیح ترین نکتہ نظر ہے اور اس کے علاوہ ہلاکت اور بربادی ہے۔ رہے وہ حضرات جو ان کے لیے نجات ثابت کرتے ہیں وہ خود مختلف وادیوں "فَتْرَۃٌ" عربی میں خالی وقت یا وقفے کی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں پر مراد ہے عیسیٰ علیہ السلام اور آپ ﷺ کے درمیان کا وقت۔ میں بھٹک رہے ہیں۔ بظاہر اکٹھے ہیں لیکن درحقیقت کوئی ایک بات کرتا ہے تو دوسرا کچھ اور ہی بیان کرتا نظر آتا ہے۔ لہٰذا وہ خود ایک بات پر متفق نہیں اور نہ انہوں نے کسی مضبوط دلیل کو ہی پکڑا ہے۔

آپ ﷺ کے والدین کی نجات کے قائلین کا نکتہ ہائے نظر:

سب سے پہلے میں ان کے نکتہ ہائے نظر کو بیان کروں گا اور اس سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا بھی ذکر کروں گا اس کے بعد اپنے نکتہ نظر کے دلائل پیش کروں گا اس لیے کہ باطل کی نفی کے بعد حق کا اثبات بالکل درست طریقہ ہے جیسا کہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ میں بیان ہوا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے کہ:..... تو ان قائلین میں سے بعض کا کہنا ہے کہ ان کی وفات بعثت نبوی سے پہلے حالت "فَتْرَۃٌ" میں ہوئی، حالانکہ یہ خالی خولی دعوی ہے جس کے لیے نہ تو دلیل ہے اور نہ اس طرح کے دعویٰ کی کوئی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں جو آیات پیش کرتے ہیں جیسے کہ اللہ کا یہ فرمان "وما کنّا معذبین حتیٰ نبعث رسولا" یعنی ہم تب تک عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں" اور اس کے علاوہ اس مضمون کی آیات ان آیات سے اس طرح کی دلیل پکڑنے یا مسئلہ نکالنے کے جواب میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ

حديث ثوبان عند الحاكم لو دخلوها اول مرة كانت عليهم بردا و سلاماً وهذا تناقض ظاهر وفى حديث انس عند البزار وابى يعلىٰ فيقول لهم انى كنت ابعث الىٰ عبادى رسلاً من انفسهم وانى رسول نفسى اليكم ادخلوا هٰذه وهٰذا ايضاً خلاف فى ذكر ارسال الرسل ثم فى هٰذا الخبر فيقول من كتب عليه الشقاء يارب اتد خلنا ها وما كنا نعرف ومن كتب له السعادة فيمضى ويقتحم فيها مسرعاً فيقول الله قد عصيتمونى فانتم لرسلى اشد تكذيبا ومعصية فيدخل هٰؤلاء الجنة وهٰؤلاء النار.

قال ابو محمد: ...... فهٰذا ان صح اول دليل لابطال تعلقها بهٖ وقاطع للنزاع لانهٗ يحتاج الى التعيين فى كون الابوين فى احد الفريقين بالدليل اللماع وأمّا قولهم لايطن بابوى النبى صلى الله عليه وسلم الاخيراً فما نراه الا وهماو حيراً وهو لايثقل مع القواطع والجزم بخلافهٖ والتعيين بمذهب ابى طالب واسلاقهٖ كما سياتى مكانهٖ مع ذكر الدليل وبيانهٖ.

قال ابو محمد: ...... ثم قولهٗ تعالى لايذو قون فيها برداً والاشربا (النبا) يكذب ذالك فانهٗ دليل علىٰ ان الذى يدخل نارجهنم لايجدهٗ برداً ولاسلاماً قال ابو محمد والعجب من القائلين بانهٗ يرجى لهٗ التثبت لابويه عند الامتحان ولا معنىٰ لهٰذا الترجى بعد ما افتى بهٖ سيد بنى عدنان وهٰذا ابو ابراهيم وابن نوح وزوجتهٗ وزوجة لوط ثم عم المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم والجد وهٰذا كلهٗ رد لزعمهم ولما افشوه سرًّا.

قال ابو محمد: ...... ثم خصّوا هٰذا الحكم بمن لم تبلغه الدعوة ولم يثبتوا ذالك لابوين وهٰذه سفسطة بل قطعهٗ صلى الله عليه وسلم بانهٗ فى النار ثم امتناعه للامهٖ عن الاستغفار دليل علىٰ انهما بلغتهما الدعوة وكانا من اهل الانكار فاحفظ فانهٗ نفيس لاتجدهٗ فى الاسفار ولودرت لحصولهٖ فى الاقطار ثم يكذب هٰذا قولهٗ تعالىٰ يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحيٰوة الدنيا و فى الآخرة ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشاء (ابراهيم) نسأ لهم هل ماتا على الكفر اوعلى الايمان على الثانى يكذبهٗ الحديث وعلى الاول لايرجى لهم التَثبت اصلاً ان سلمنا الامتحان لان المثبت هو الله تعالى وحدهٗ وقد انكر ذالك.

قال ابو محمد: ...... واحتجوا لذالك باخبار ساقطة وضفاف واهية نحن نتكلم عليها

ان تک عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے پہنچنے کا انکار نہیں ہوسکتا۔ ایسا انکار جو ثابت ہو جائے اور اعتراضات سے محفوظ ہو۔ پھر خود نبی ﷺ کی تصریح جو کہ ہم چوتھی دلیل میں بیان کریں گے اس بات کی نفی کرتی ہے اور جو جھوٹی عمارت انہوں نے بنائی ہے اسے ملیا میٹ کر دیتی ہے۔

پھر وہ احادیث بیان کرتے ہیں جن میں "اهل الفتره" دورِفترت کے لوگوں کا امتحان مذکور ہے۔ یعنی پہلے دعوے کے ثبوت سے پہلے ہی اس کے حق میں دلائل ❶! اور اس کی تردید کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ عبدالمطلب خود اھل شرک میں سے ہیں جیسا کہ آئندہ دلیل میں بیان ہوگا لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ اھل فترت میں سے نہیں تو پھر ان کے بیٹے بھی اسی طرح اھل فترت میں سے نہ ہوں گے اور یوں ان قائلین کا یہ استدلال بھی باطل ہوا۔

راقم ابومحمد کہتا ہے کہ:..... پھر یہ روایات ان میں سے بعض تو انتہائی ضعیف ہیں جو کہ عطیۃ بن سعید العوفی جو کہ مدلس ہے سے مروی ہیں۔

اور جن روایات کے صحیح ہونے کا دعویٰ اہل علم نے کیا ہے ان کے متن میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے جو روایت امام احمد، اسحاق بن راھویہ اور بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں "واما الذی مات فی الفترة فیقول بارب ما اتانی لك رسول فیأخذ مواثیقهم لیطیعنه فیرسل الیهم ان ادخلوا النار فمن دخلها کانت علیه بردا وسلاما ومن لم یدخلها یسحب الیها" (اور جو شخص حالت فترت میں فوت ہو وہ کہے گا اے پروردگار میرے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا تو اللہ ان سے پکا عہد لے گا کہ ضرور اللہ کی بات مانو گے پھر انہیں حکم دے گا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ تو جو اس میں داخل ہوا اس کے لیے وہ ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو نہ داخل ہوا اسے گھسیٹ کر اس میں ڈال دیا جائے گا)۔

جبکہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ "لو دخلوها اول مرة کانت علیهم بردا وسلاما" یعنی "اگر پہلی دفعہ ہی وہ داخل ہو جاتے تو ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جاتی" دونوں روایتوں میں جو تناقص ہے یہاں پر وہ واضح ہے۔

بزار اور ابویعلی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "فیقول لهم انی کنت ابعث الی عبادی رسلا من انفسهم وان رسولی نفسی الیکم ادخلوا هذه" تو اللہ ان سے فرمائے گا یقیناً میں نے اپنے بندوں کی طرف ان میں سے رسول بھیجے تھے اور تمہاری طرف اپنا یہ پیغام خود بھیجتا ہوں کہ اس (آگ) میں داخل ہو جاؤ یہاں پر جو رسولوں کے بھیجنے کا ذکر ہے وہ مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے مختلف ہے۔

---

❶ "فهٰذا هو النقش قبل اثبات العرش".

بـمـا یـکـفی ویشفی فذکروا حدیثاً اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہٖ قال حدثنی عبادبن یـعـقـوب قـال حـدثـنـا الحکم ابن ظہیر عن السدی عن ابن عباس فی قولہٖ تعالی وسـوف یـعـطیك ربك فترضی قال من رضی محمدﷺ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان لایدخل احد من اہل بیتہٖ النار .

قـال ابو محمد: ...... ہٰـذا خبـر کـذب بحق والاحتجاج بہٖ حرام سحت لان فی سندہٖ الـحـکـم بن ظہیر قال فی التقریب متروك رمی بالرفض واتہمہٗ ابن معین اھـ وفی الـکـامـل لابـن عـدی قال یحیٰی وصالح جزرہ کذاب وزاد یضع الحدیث وقال ابن حبـان یشتـم الـصـحابۃ ویروی عن الثقات الموضوعات وقال البحاری وابو زرعۃ وابـو حـاتـم والـنـسـائـی متـروك وزاد الـنسائی وقال ابو داؤد ایضًا لایکتب حدیثہٗ وضـعفہٗ احمد وقال الجوزجانی ساقط لمیلہٖ کذافی التقریب وقال صاحب المیزان ہـو مـن غـلاۃ الشیعۃ ورعوس البدعۃ . اھـ فھوان کان صادقاً فی نفسہٖ تکن خبرہٗ لایقبل لانہٗ کان ممن یدعوا الیٰ بدعتہٖ وروایتہٗ مطرحۃ کماھی فی الاصول مصرحۃ فـقـد قـال ابـن حبـان فی ثقاتہٖ کان داعیاً الی الرفضۃ ومع ذالك یروی المناکیر عن الـمشـاھیر فاستحق الترك اھـ۔ قال ابو محمد ویکفی لبطلانہٖ انہٗ یبطلہٗ قولہٗ تعالی یـانسـاء الـنبـی مـن یـأت مـنـکـن بـفـاحشۃ مبیـنۃ یـضـاعف لھا العذاب ضعفین (الاحـزاب ۳۰) ثم یلزم من ہٰذا ان یکون ابو طالب وسائر المشرکین من اہل قرابتہٖ نا جیاً ولانعلم احداً من ہٰؤلاء الظالمین لذالك راجیاً بل والذی بعثہٗ بالحق لم یکن یرضی نجاۃ نفس من اہل الشرك والطغیٰ .

قال ابو محمد: ...... وحـدیـث آخر قالوا اخرجہ الحاکم فی المستدرك وصححہٗ عن ابن مسعود قال قال شاب من الانصار لم ادرجلاً کان اکثر سؤالاً لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عـلیـہ وسـلـم مـنـہ قـال یا رسول اللّٰہ ارأیت ابواك فی النار فقال ماسألت ربی فیعطینی فیھما وانی لقائم یومئذٍ المقام المحمود .

قال ابو محمد: ...... لـقد تعقبہٗ الذھبی فی تلخیص المستدرك فقال بعد قول الحاکم "صـحـیـح" لاواللّٰہ فـعثمان ضعفہٗ الدارقطنی اھـ ولانعلم الذھبی حانثا فیما حلف بـل صـدق فیـما قال وما حلف فقال ابن معین لیس بشیٔ وکان یحی وابن مہدی لا یـحـدثـان عـنہ وکان شعبۃ لایرضاہ وقال ابن عبد البر ضعفہ کلھم وقال ابو احمد

پھر آگے اسی روایت میں ہے " فیقول من کتب علیه الشقاء یا رب اتد خلناها ومنها کنا نفرق ومن کتب له السعادة فیمضی ویقتحم فیها مسر عا فیقول الله قد عصیتمونی فانتم لرسلی اشد تکذببا ومعصیة فید خل هٰولاء الجنة وهٰولاء النار "

تو جس کے لیے یہ بختی لکھ دی گئی ہوگی کہے گا اے پروردگار کیا تو ہمیں اس آگ میں داخل کر دے گا حالانکہ اسی بات کا تو ہمیں ڈر تھا اور جن کے لیے نیک بختی لکھی ہوگی تو وہ جائے گا اور تیزی سے اس (آگ) میں گھس جائے گا پھر اللہ فرمائے گا تم لوگوں نے میری نافرمانی کی تو تم میرے رسولوں کی نافرمانی اور جھٹلانے میں تو اس سے بھی بڑھ کر ہوتے تو وہ (داخل ہونے والے) جنت میں جائیں گے اور یہ دوسرے جہنم میں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... تو یہ بات اگر ثابت ہو جائے اہل فترت کے امتحان کے متعلق تو یہ پہلی دلیل قاطع ہے ان کے دعوے کو باطل کرنے کے لیے کیونکہ یہ چیز والدین پیغمبر کے مذکورہ دونوں گروھوں میں سے کسی ایک گروہ میں سے ہونے کے لیے دلیل یقینی کا تقاضا کرتی ہے اور رہی یہ بات کہ پیغمبر ﷺ کے والدین کے بارے اچھا گمان ہی کرنا چاہیے ہمارے نزدیک یہ خالی خولی وہم اور وسوسہ ہے جو کہ ان یقینی اور قطعی دلائل کے مقابلے میں باقی رہ نہیں سکتا جو کہ ابو طالب اور ان کے بڑوں کے مذہب اور عقیدے کے متعلق واضح ہیں جن کا بیان آگے آئے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے کہ:..... پھر اللہ کا یہ فرمان ﴿لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾ اس بات کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اس آیت میں واضح ہے کہ جو جہنم میں داخل ہوا وہ اسے ٹھنڈک اور سلامتی والی نہ پائے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے کہ:..... اور قائلین کی یہ بات باعث حیرت ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کے لیے امتحان کے وقت ثابت قدم رہنے کی امید کی جاتی ہے حالانکہ آپ ﷺ کے واضح فرمان کے بعد اس امید کا کوئی معنی نہیں رہتا اور یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کا والد، نوح علیہ السلام کا بیٹا اور بیوی، لوط علیہ السلام کی بیوی پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کا چچا اور دادا اور یہ تمام امور ان کے گمان کی تردید کے لیے کافی ہیں اور ان کے بیانات کے لیے مسکت ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر اس حکم کو خاص قرار دیتے ہیں ان کے لیے جن کے پاس دعوت نہ پہنچی ہو اور یہ بات والدین رسول کے لیے ثابت نہ کر سکے اور یہ کج بحثی ہے۔

بلکہ آپ ﷺ کا واضح فرمان کہ وہ جہنم میں ہے پھر اپنی والدہ کے لیے دعائے مغفرت سے رک جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کی پاس دعوت پہنچی اور وہ منکر ہوئے سو اس بات کو ذہن میں سنبھال کر رکھنا یہ باریک بات ہے جو بڑی بڑی کتابوں میں نہ پاؤ گے اگر چہ دنیا چھان مارو۔ پھر اللہ کا یہ فرمان بھی اس کی تکذیب کرتا ہے کہ ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَ

الحاکم لیس بالقوی عندهم وقال ابن حبان اختلط حتیٰ لایدری ما یقول لایجوز الاحتجاج بہٖ وقال ابن عدی ردئ المذهب قال فی التشیع یؤمن بالرجعة ویکتب حدیثہٗ مع ضعفہٖ وقال الدارقطنی متروك وقال ابو حاتم واحمدو البخاری منکرالحدیث کذافی التهذیب .

قال ابو محمد: ..... قول ابن عدی یکتب حدیثہٗ ای للعبرة لا للاحتجاج ولا الاستشهاد کیف وقد قال البخاری من قلت فیه منکر الحدیث فلا تحل الروایة عنه .

قال ابو محمد: ..... ثم لوصح لکان علیهم لالهم لان فیه تقریرہٗ صلی اللّٰه علیه وسلم لقولہٖ ابو اك فی النار ثم قدثبت انہٗ صلی اللّٰه علیه وسلم ما سأل ربہٗ النفی ثم الوا وفی قولہٖ وانی لقائم یو مئذٍ دلیل علیٰ انہٗ لایسأل فیهماربہٗ یومئذٍ ایضاً .

قال ابو محمد: ..... وذکر واحدیثا اخرجه ابو سعید فی شرف النبوة عن عمران بن حصین سألت ربی ان لایدخل النار احداً من اهل بیتی فاعطانی ذالك . اور دہٗ المحب الطبری فی ذخائر العقبیٰ قال ابو محمد: هٰذا خبر بلا سند فلیس بمستند ومتنہٗ یکذبہٗ ویبطلہٗ وعن الاحتجاج ویسقطه وینزلہٗ لمخالفتہٖ الآیة المذکورة وایضاً وقد قال صلی اللّٰه علیه وسلم لبنتہٖ انقذی نفسك من النار فانی لا املك لك من اللّٰه شیئاً اخرجہٗ مسلم وایضاً فا لمشرك لیس من اهل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقد عاتب اللّٰه سبحانہٗ و تعالیٰ نبیہٗ نوحاً علیه السلام فقال یا نوح انہٗ لیس من اهلك انہٗ عمل غیر صالح فلاتسئلن مالیس لك بہٖ علم انی اعظك ان تکون من الجاهلین (هود) وحاش للّٰه ان یسأل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم للمشرك وهو یتلواهٰذه الآیة آناء اللیل و آناء النهار .

قال ابو محمد: ..... وذکر واحدیثاً اخرجه ابو القاسم التمام الرازی فی فوائدہٖ عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذاکان یوم القیامة شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی فی الجاهلیة .

قال ابو محمد: ..... هٰذا خبر لایستدل بہٖ عاقل وقدراجعنا الی عین فوائد للتمام ففی سندہٖ الولید بن مسلمة الطبری الازدی قال ابو حاتم والدارقطنی ذاهب الحدیث وزاد متروك الحدیث وقال دحیم والعقیلی عن مسهر کذاب وقال همام منکر

يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (ابراهيم : ٢٧) ترجمہ: (اللہ ثابت قدم رکھے گا ایمان والوں کو دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور ظالموں کو بھٹکا دے گا اور اللہ جو چاھتا ہے کرتا ہے)۔

تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ ان کی وفات کفر پر ہوئی یا ایمان پر؟ دوسری بات کو تو حدیث رسول جھٹلاتی ہے اور اگر پہلی شق لیں تو ان کے لیے ثابت قدمی کی امید بالکل نہیں رھتی اگر ہم اھل فترت کے لیے امتحان تسلیم کر بھی لیں کیونکہ اس کا اثبات خود قائلین کر رہے ہیں اور دوسری ہی سانس میں انکار بھی کر دیتے ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اپنے اس دعوے کی دلیل میں کچھ ضعیف اور گری پڑی روایتیں لاتے ہیں ہم ان پر بھی کافی اور شافی کلام کیے دیتے ہیں۔ ایک روایت بیان کرتے ہیں جسے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ "من رضى محمد ان لا يدخل احد من اهل بيته النار" یعنی آپ ﷺ کی رضا تو یہ ہے کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ روایت خالص جھوٹ اور اس کو دلیل بنانا قطعا حرام ہے کیونکہ اس کی سند میں الحکم بن ظہیر ہے جس کے متعلق التقریب میں آیا ہے "متروک"۔

پھر اس سے بھی لازم آتا ہے کہ ابو طالب اور آپ ﷺ کے تمام مشرک رشتے دار بھی ناجی قرار پائیں اور ان میں سے ہم کسی کو اس بات کا قائل نہیں پاتے بلکہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ ﷺ کہ حق کا پیامبر بنا کر بھیجا وہ کسی مشرک اور سرکش کی نجات کو پسند کرنے والے نہ تھے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ایک اور حدیث جیسے حاکم نے مستدرک میں درج کیا ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا ایک انصاری نوجوان جو کہ بکثرت آپ ﷺ سے سوالات کیا کرتا تھا اس نے کہا کہ "آپ کے والدین جہنم میں؟" تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ "ما سالت ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم یو مئذ المقام المحمود"[1] یعنی جس دن میں مقام محمود میں کھڑا ہوں گا جو سوال اپنے پروردگار سے کروں گا وہ ان دونوں کے حق میں مجھے عطا کرے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ذہبی نے تلخیص المستدرک میں حاکم کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ "لا والله فعثمان ضعفه الدار قطنی" نہیں اللہ کی قسم یہ روایت صحیح نہیں ہے عثمان بن عمیر کو دار قطنی نے ضعیف کہا ہے۔

---

[1] ترجمہ (میں نے ان کے بارے میں اپنے رب سے سوال نہیں کیا کہ وہ مجھے ان کے بارے میں عطا کرتا اور بیشک میں اس دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا) کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں۔

الحديث وقال ابن حبان يضع الحديث على الثقات وقال ابن عدى احاديثهٗ غير محفوظة وقال ابو زرعة جاء ابنهٗ عنه بالاوابد كذا فى لسان الميزان للعسقلانى .

قال ابو محمد: ..... وقال التمام ابو القاسم نفسهٗ فى فوائد: بعد ذكر الخبر والوليد بن سلمة منكر الحديث اٰهـ وقد اقر السيوطى فى مسالك الحنفاء بضعفهٖ وهو كما ترىٰ بلغ درجة الموضوع فهو كذب مختلق مصنوع .

قال ابو محمد: ..... وهٰذا الخبر يستلزم اسلام ابى طالب وهو خلاف النصوص الصريحة وهو كاف بعطلان هٰذه الرواية المخترعة وايضاً فكيف يشفع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم لمن نهى النبى عنه الاستغفار لهٗ كما سيأتى وقد قال اللّٰه تعالى ولا يشفعون الالمن ارتضىٰ وهم من خشيتهٖ مشفقون (الانبياء) وبيقين ندرى ان اللّٰه لايرضى بشفائة الشرك لانهٗ قدانكر من غفرانهٖ .

قال ابو محمد: ..... ولقائل ان يقول ان المراد بالشفاعة سؤال الاستيذان للمغفرة كما هوا لظاهر من قصة عمهٖ اوامهٖ وستأتى وايضاً فالدليل الآخر كاف لتكذيب هٰذا الخبر فانهٗ يقتضى جواز الشفاعة لابى طالب ايضاً .

قال ابو محمد: ..... ومنهم من قال لم يثبت عنهما الشرك بل كانا على الحنيفية ملة ابراهيم عليه السلام وهٰذا ابطل من الاول يرد عليه القطع والتخصيص وليس لهم عن ذالك محيص واستدلوا لذالك من المقدمتين الاولىٰ ان كل اصل من اصولهٖ صلى اللّٰه عليه وسلم من اٰدم الىٰ والدهٖ خير الخلق والثانية انهٗ لم تخل الارض من لدن نوح الىٰ بعثتهٖ صلى اللّٰه عليه وسلم من مات على الفترة وقالوا فلوكان من الشرك لم يكونا من خير الناس .

قال ابو محمد: ..... ويرد على الاول ان الخيرية من حيث النسب لا من حيث الشرع الاترىٰ ان والد ابراهيم اٰذر كان مشركا وقد تفواهوا بانهٗ كان عمهٗ لا ابوه وهو خلاف القرآن والآيات فى ذالك كثيرة لاسماقولهٗ تعالىٰ واذقال ابراهيم لابيه اٰذر اتتخذ اصناما اٰلهة انى اراك وقومك فى ضلال مبين (الانعام) ثم قولهٗ صلى اللّٰه عليه وسلم ان اللّٰه اصطفىٰ من ولد ابراهيم اسماعيل من ولد اسماعيل بنى كنانه واصطفىٰ من بنى كنانه قريشا واصطفىٰ من قريش بنى هاشم واصطفانى من بنى هاشم اخرجه الترمذى . فهل ترى هٰذا الاصطفاء من حيث النسب ام لاجل

اور ہم ذہبی کو اس کی قسم میں قصور وار نہیں سمجھتے بلکہ اس نے جو کہا سچ کہا ہے اس عثمان بن عمیر کے بارے میں ابن معین کہتے ہیں ''لیس بشی'' ''یہ تو کچھ بھی نہیں'' یحییٰ بن سعید اور عبداللہ بن مہدی اس سے روایت بیان کرتے تھے اور شعبہ اسے پسند نہ کرتا تھا اور ابن عبدالبر کہتا ہے "ضعفه كلهم" ہر ایک نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابو احمد الحاکم نے خود تسلیم کیا ہے کہ "ليس بالقوى عندهم" کہ یہ راوی محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ اور ابن حبان کہتا ہے اختلط حتى لا يدرى ما يقول لا يجوز الاحتجاج به" اختلاط کا شکار ہو گیا تھا یہاں تک کہ اسے پتہ ہی نہ پڑتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہے اس کی روایت سے حجت پکڑ نا جائز نہیں ہے۔ ابن عدی نے کہا بد مذہب ہے شیعت میں رجعت کے عقیدے کا قائل ہے دار قطنی نے کہا متروک ہے۔ ابو حاتم احمد اور بخاری نے کہا کہ منکر الحدیث ہے۔ یہ تمام اقوال التہذیب میں منقول ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ابن عدی نے کہا ہے کہ "يكتب حديثه مع ضعفه" اس کی حدیث ضعیف ہونے کے باوجود لکھ لی جائے'' اس سے مراد یہ ہے کہ عبرت اور تنبیہ کے لئے نہ کہ حجت یا شہادت کے لیے اس لیے کہ امام بخاری کہتے ہیں جسے میں منکر الحدیث کہتا ہوں اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر اگر یہ روایت صحیح مانی جائے تو بھی ان قائلین کے خلاف جاتی ہے کیونکہ اس سے آپ ﷺ کی جانب سے انصاری نوجوان کے سوال "ابواك فى النار" آپ کے والدین جہنم میں کی تصدیق ثابت ہوتی ہے پھر (ماسالت) ما (نافیہ) سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنے رب سے کوئی سوال نہیں فرمایا پھر "وانى لقائم يومئذ" کا واؤ اس بات پر دال ہے آپ ﷺ اس دن بھی ان کے لیے سوال نہ فرمائیں گے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ایک حدیث بیان کرتے ہیں جسے ابو سعید نے شرف النبوۃ میں عمران بن حصین سے روایت کیا ہے "سالت ربى ان لا يد خل النار احدا من اهل بيتى فاعطانى ذالك" اس روایت کو محب الدین الطبری نے ذخائر العقبیٰ میں نقل کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ روایت بغیر سند کے ہے لہٰذا غیر معتبر ہے اور اس کا متن ہی اس کی تکذیب اور ابطال کے لیے کافی ہے جو کہ اسے دلیل بنانے سے مانع ہے مذکورہ بالا ایت کی مخالفت بھی اس کی تردید کرتی ہے اس کے علاوہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ سے فرمایا" انقذى نفسك من النار فانى لا املك لك من الله شيئا" اپنے آپ کو جہنم سے بچانا کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں تمہاری لیے کسی چیز کا مالک نہیں'' (صحیح مسلم) اور مزید یہ کہ مشرک اہل النبی ہے ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام پر عتاب فرماتے ہوئے اس کے بیٹے کے متعلق فرمایا ﴿قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (هود: ٤٦) (سورہ ھود) تو اللہ تعالیٰ نے

التوحید والاسلام . فتفکر .

قال ابو محمد: ..... ویرد علی الثانیة انهٗ قول لا دلیل لقائلهٖ ومستند لعاملهٖ وما اتوابهٖ من الآثار فمنها ضعیفة ومنقطعة وبعضها غیر صریحة ثم هی لیست حجة عنداهل الحق وانما الحجة المرفوع وما سواه مد فوع فبطلان المقدمتین یسلتزم بطلان النتیجة لما لایخفیٰ علیٰ طالب الحقیقة

قال ابو محمد: ..... استد لوا لذالك ایضاً بحدیث البخاری ومسلم عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رأیت عمرو بن لحی الخزاعی یجر قصبع من النار کان اول من سیب لسوائب .

قال ابو محمد: ..... فای دلیل علیٰ اتباع الابوین لهٗ بل اخبارهٗ صلی الله علیه وسلم بانهٗ فی النار دلیل علیٰ انهٗ لم یتعرض لهٗ بالانکار ثم لیس الشرك منحصراً فی هٰذا بل لهٗ اقسام غیر ذالك فالا ستدلال لهٗ فی غایة السقوط ولا یفید لهم الا الهبوط .

قال ابو محمد: ..... واستدلوا بقولهٖ تعالیٰ وجعلها کلمة باقیة فی عقبه (الزخرف) وقالوا اخرج عبد بن حمید فی تفسیرهٖ عن ابن عباس فی تفسیرهٖ قال لااله الا الله باقیة فی عقب ابراهیم ولم یذکروالهٗ سنداً فکیف یکون مسنداً ثم هٰذا لایلزم منهٗ ان لایکون احد من ذریتهٖ مشرکا وهٰذا یرد علیه کفر عبدالمطلب وذکرو اعن قتاده بن دعامة ایضا انهٗ قال التوحید لایزال فی ذریتهٖ من یقولها بعدهٗ والجواب عنه کالذی قبلهٗ ویرد هٰذا کلهٗ قولهٗ تعالیٰ واذا بتلیٰ ابراهیم ربهٗ بکلمات فاتمهن قال انی جائلك اماماً قال ومن ذریتی قال لاینال عهدی الظالمین (البقره)

ففی الکریمة دلالة علیٰ انّ من ذریتهٖ من لاینال عهد الله لاجل ظلمهٖ واصرح من ذالك قولهٗ تعالی ومن ذریتهما محسن وظالم لنفسهٖ بین (الصافات)

ثم هو جملة فقولهٗ صلی الله علیه وسلم ابی فی النار مستثنیٰ منها .

قال ابو محمد: ..... واستد لوا بقولهٖ تعالیٰ رب اجعل هٰذا البلد اٰمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام (ابراهیم) ویخدش الاستدلال منه موت ابی طالب علی الکفر وهو من ذریتهٖ بل من عصمه الله تعالی فهو المعصوم ثم هو من باب تعارض العام مع الخاص فیقدم علیه کماذهب اهل الاصول الیه .

قال ابو محمد: ..... وذکرواثراً عن ابن جریر فی تفسیر الکریمة عن مجاهد قال

فرمایا اے نوح یہ تیرے اہل میں سے نہیں اس کا عمل اچھا نہیں تو تو مجھ سے ایسی چیز کا سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں جاھلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ (سورہ ہود)

اور اللہ پاک اور برتر ہے اس بات سے کہ اس کا رسول اس آیت کو پڑھنے کے بعد بھی کسی مشرک کے لیے دعائے مغفرت کرے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور روایت بیان کرتے ہیں جسے ابو القاسم التمام الرازی سے فوائد التمام میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اذا کان یوم القیامة شفعت لا بی وامی وعمی ابی طالب واخ لی فی الجاهلية" جب قیامت ہوگی تو میں اپنے باپ، ماں، چچا ابو طالب اور زمانہ جاہلیت کے ایک بھائی کے لیے شفاعت کروں گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ روایت چھوٹی ہے اور کسی عقلمند کے لیے اس سے دلیل پکڑنا مناسب نہیں ہم نے جب اس روایت کو فوائد التمام میں دیکھا تو اس کی سند میں الولید بن سلمہ الطہری کو پایا جس کے متعلق ابو حاتم اور دار قطنی کہتے ہیں" ذاهب الحديث " گئی گزری روایت والا مزید کہا" متروك الحديث " ترک شدہ روایتوں والا جبکہ دحیم اور عقیلی نے مسہر سے اس کے متعلق نقل کیا ''کذاب'' جھوٹا اور ھمام نے کہا منکر الحدیث نا پسندیدہ روایتوں والا ابن حبان کہتے ہیں جھوٹی روایتیں ثقہ راویوں سے منسوب کرتا ہے۔ ابن عدی نے کہا اس کی روایتیں غیر محفوظ ہیں۔ اور ابو زرعہ کہا کرتے اس کا بیٹا اس سے جنگلی (اوابد) روایتیں لاتا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... التمام ابو القاسم نے خود اس روایت کو درج کرنے کے بعد کہا ہے کہ الولید بن سلمہ منکر الحدیث سے مسالک الحنفاء میں سیوطی نے خود اقرار کیا کہ روایت ضعیف ہے حالانکہ یہ من گھڑت کے مقام کو جا پہنچی ہے لہٰذا یہ روایت جھوٹ، گھڑی ہوئی، تیار کردہ ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور اس روایت سے ابو طالب کا مسلمان ہونا بھی لازم آتا ہے جو کہ واضح نصوص کے خلاف ہے اور یہ ہی اس جھوٹی روایت کو باطل قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ اس کے لیے بخشش کی دعا کیسے کر سکتے ہیں جس سے آپ ﷺ کو منع فرمایا گیا جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر جس کے لیے اللہ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں (الانبیاء) اور ہم پورے وثوق سے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی مشرک کی شفاعت کو پسند نہیں فرمائے گا کیونکہ اس نے خود سخت الفاظ میں مشرک کی مغفرت سے انکار فرمایا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ"

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی شفاعت سے یہاں پر مراد ہے شفاعت کے

فاستجاب الله لابراهيم دعوتهٗ فی ولدهٖ فلم يعبد احد من ولدهٖ صنماً بعد دعوتهٖ فی ولدهٖ. وهٰذا ان كان المراد من اولادهٖ نفسهٖ فصحيح مسلم والافيرد عليه باقی الحديث الصحيح من قول ابی طالب انا علی دين عبد المطلب وابیٰ ان يقول لااله الاالله. فقد قال السيوطی فی مسالك الحنفاء الحنفاء بعد ذكر الحديث ظاهر الحديث يقتضی ان عبد المطلب مات علی الشرك اٰهـ ثم فی السند المثنیٰ بن ابراهيم الاٰملی شيخ ابن جرير لايدری من هو.

قال ابو محمد: ..... واستدلوا بقولهٖ تعالیٰ رب اجعلنی مقيم الصلوٰة ومن ذريتی. وهٰذا الاستدلال فی غاية السخافة ولاينكر ذالك الامن بهٖ سفاهة لانهٗ لم يقل اجعل جميع ذريتی مصلين بل "من ذريتی" ومن ههنا للتبعيض فلايتم به الاستدلال ولايزيل الاشكال.

قال ابو محمد: ..... وذكروا ثراً عن ابن جرير اخرجهٗ ابن المنذ رفی الكريمة قال فلن تزال من ذريت ابراهيم ناس علی الفطرة يعبد ون الله وهو بلا سند فليس بمعتمد ثم لو صح لكان صريحاً فی التبعيض ولايلزم كون الابوين منهم بل هو محتاج الیٰ دليل آخر ثم الخبر الصحيح المرفوع الصريح قاضی عليه فلا يلتفت اليه

قال ابو محمد: ..... ومنهم من قال ان الله تعالیٰ احيا هما حتیٰ آمنا بهٖ وهٰذا القول ارد من القولين واوهن من الوجهين واستدلوا لما قالوا بخبر باطل كذب فالقول بهٖ من اعجب العجب

قال ابو محمد: ..... وهو ما اخرجه ابن شاهين فی الناسخ و المنسوخ قال حد ثنا محمد بن الحسن بن زياد مولی الانصاری حدثنا احمد بن يحیٰ الحضرمی بمكة حد ثنا ابو غزية محمد ابن يحیٰ الزهری ثنا عبد الوهاب بن موسیٰ الزهری عن عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة ان النبی صلی الله عليه وسلم نزل الی الحجون كثيباً حزيناً فاقام بهٖ ماشاء الله عز وجل ثم رجع مسروراً فقلت يارسول الله نزلت الی الحجون كثيباً حزيناً فاقمت به ماشاء الله ثم رجعت مسروراً قال سألت ربی عزوجل فاحیٰ امی فاٰمنت بهٖ ثم ردها."

قال ابو محمد: ..... هٰذا اسناد مظلم والاستناد بهٖ محرم فان عبد الوهاب بن موسیٰ قال الذهبی فی ميزانهٖ لايدری من ذا الحيوان الكذاب فان قلت تعقبهٗ صاحب

لیے اجازت طلب کرنا جیسا کہ آپ ﷺ کے چچا اور والدہ کے قصے میں ہے اور اس کا مزید بیان آگے بھی آئے گا۔ اس بات کی تکذیب کے لیے کے وہ دوسری دلیل کافی ہے کیونکہ اس سے ابو طالب کے لیے بھی شفاعت کو جائز ماننا پڑے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... بعض قائلین کہتے ہیں کہ ان دونوں سے مشرک ثابت نہیں ہے بلکہ وہ دونوں حنیفیت اور دین ابراہیمی پر تھے۔ یہ بات پہلی سے زیادہ باطل ہے جس کے خلاف قطعی اور مخصوص دلائل موجود ہیں جس سے بچاء کا ان قائلین کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔

اپنے اس دعوے کے لیے انہوں نے دو مقدمے ترتیب دیے ہیں۔ "المقدمة الاولى: یہ کہ آپ ﷺ کے اجداد آدم علیہ السلام سے ان کے والد ماجد تک چنے ہوئے ہیں۔ المقدمة الثانية: دوسرا یہ کہ نوح علیہ السلام سے آپ ﷺ تک زمین کبھی اہل فترت سے خالی نہیں رہی۔ اور کہتے ہیں اگر وہ اہل شرک ہوتے تو چنے ہوئے (منتخب) نہیں ہو سکتے تھے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پہلی بات کا جواب یہ کہ انتخاب نسب کے اعتبار سے ہے شریعت کے اعتبار سے نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ ازر مشرک تھا جس کے متعلق منہ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ وہ اس کا چچا تھا باپ نہیں تھا حالانکہ یہ بات صریح قرآن کے خلاف ہے بہت سی آیات میں یہ مذکور ہے۔ خاص طور پر یہ آیت کہ ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ ازر سے کہا کہ کیا تم نے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے، میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔'' پھر آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ'' اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو منتخب فرمایا اور اسماعیل کی نسل میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ھاشم کو اور بنو ھاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا (ترمذی) اب بتاؤ یہ انتخاب نسب کا ہے یا توحید اور اسلام کا لہٰذا اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... دوسری بات کا جواب یہ کہ یہ بلا دلیل بات ہے اور اس کے حق میں جو آثار بیان کیے جاتے ہیں ان میں سے بعض ضعیف، بعض منقطع اور بعض غیر واضح ہیں۔ اور پھر یہ اہل حق کے نزدیک دلیل ہی نہیں بنتے کیونکہ دلیل صرف قول مرفوع یعنی فرمان رسول ہے۔ لہٰذا ان دونوں مقدموں کا باطل ہونا ان لوگوں کے نکالے ہوئے نتیجے کو بھی باطل کر دیتا ہے جو کہ بالکل واضح ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ لوگ بخاری و مسلم کی ایک حدیث کو بھی دلیل کے طور پر لاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "رایت عمرو بن لحی الخزاعی یجر قصبه فی النار کان اول من

اللسان بان المتهم غيرهٗ ونقل عن الدارقطنی توثيقة قلت توثيق الدارقطنی لايفيد من ثبت كذبهٗ الدهبی لم يجهله وانما عرفهٗ بالكذب وهومن اهل الاستقراء التام فی نقدالرجال قاله العسقلانی فی شرح النخبة ثم صاحب اللسان لم ينكر كونها كذباً وانما اراد الذب عن عبد الوهاب وجعل الحمل علیٰ غيرهٖ. قال ابو محمد ثم فی السند ابو غذيه محمد بن يحیٰ الزهری ضعفهٗ الازدی وقال الدارقطنی متروك كذافی الميزان ونقل فی اللسان عن الدار قطنی منكر الحديث وقال فی المترجم فی ترجمة عبدالوهاب المذكور رماه الدارقطنی بالوضع اٰه وجهله ابن الجوزی فی الموضوعات فان جهل فهالك

وان عرف فحالك ولنعم ما قيل

وان كنت لاتدرك فتلك مصيبة

وان كنت تدری فالمصيبة اعظم

قال ابو محمد: ..... وتلميذ احمد بن يحیٰ الحضرمی قال ابن الجوزی فی الموضوعات مجهول وقال صاحب اللسان لم يظهر لنا من مسند النقاش مايتميز بهٖ وفی طبقتهٖ جماعة كل منهم احمد بن يحیٰ واقربهم الی السند احمد بن يحیٰ بن زكريا مصری اٰه فهٰذا الحافظ ايضاً لم يقدر علیٰ تعريفهٖ بل اقر علیٰ جهلهٖ و من جعله اقرب الی السند فقال فيه الدار قطنی لم يكن مرضيا فی الحديث كذافی اللسان. والسيوطی ثم ذيلهٗ لعصمة الحديث من الوضع قداطال الكلام فی اللائی المصنوعة بمالايفيد المرام جعله احمد بن يحی الحضرمی كما فی السند وهو ذكره صاحب الميزان وقال لينهٗ ابو سعيد بن يونس اٰهـ فاياه كان فليس المترجم اهلاً ان يروی عنه ثم اختلافهما فی تعيينهٖ دليل علیٰ جهالتهٖ وقال المدارسی فی كشف الاحوال مجهول۔ اٰهـ

قال ابو محمد: ..... وشيخ ابن شاهين محمد بن حسن بن زياد النقاش مشهور بوضع الحديث قال طلحة بن محمد يكذب فی الحديث وقال الباقانی حديثهٗ منكر وقال ابو القاسم اللالكاعی فی تفسيرهٖ شفاء الصدورليس بشفاء الصدور وقال الخطيب فی حديثهٖ مناكير باسانيد مشهورة ووهاه الدارقطنی وذكرلهٗ ابن الجوزی حديثاً موضوعاً كذافی اللسان ورماه الذهبی فی الميزان فی ترجمة محمد بن مسعر

سیب السوائب " میں نے عمرو بن لحی خزاعی کو دیکھا کہ اپنی آنتیں جہنم میں گھسیٹ رہا تھا یہ پہلا شخص تھا جس نے جانوروں کو بتوں کے لیے وقف کیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... تو پھر یہاں کون سی دلیل ہے کہ والدین نبی نے اس کی پیروی نہیں کی۔ بلکہ آپ ﷺ کا یہ بتانا کہ وہ جہنم میں ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ اس بات کے انکار سے تعرض ہی نہیں فرمایا۔ پھر یہ کہ شرک صرف اس چیز ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کی اور کئی اقسام ہیں۔ لہٰذا یہ دلیل انتہائی بودی اور کمزور ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور اس ارشاد باری تعالیٰ سے دلیل لاتے ہیں کہ ﴿وجعلها كلمة باقية فی عقبه﴾ (الزخرف) اور اس بات کو اپنی نسل میں باقی چھوڑا'' کہتے ہیں کہ عبد بن حمید نے اس کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا "لا اله الا الله" یہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ تھا۔ اس روایت کی کوئی سند نہیں لائے پھر اس سے استدلال کیسے؟ پھر اس سے لازم آتا ہے کہ نسل ابراہیم میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو جبکہ عبدالمطلب کا کفر ہی اس کے بطلان کے لیے کافی ہے۔

اور قتادہ سے بھی روایت لاتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ رہیں گے جو کہ ان کے بعد کلمہ توحید کہتے رہیں گے۔ اس بات کا جواب وہ ہی ہے جو کہ پچھلی کا۔

مزید یہ کہ اللہ کا یہ فرمان اس پر وارد ہوتا ہے ﴿وَ اِذِابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ (البقرۃ) اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دکھایا اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا عرض کی اور میری اولاد میں سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو حاصل نہ ہوگا۔ (البقرہ)

اس آیت مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ ان کی ذریت میں سے ایسے بھی ہوں گے جس کو یہ عہد مسعود ان کے ظلم کی بنا پر حاصل نہ ہوگا۔ اس سے بھی زیادہ صریح اللہ کا یہ فرمان کہ ﴿ومن ذريتهما محسن وظالم لنفسه مبين﴾ اور ان دونوں (اسماعیل اور اسحاق) کی نسل میں سے بھلائی کرنے والے اور واضح طور پر اپنے جانوں پر ظلم کرنے والے بھی ہیں۔ (الصافات)

پھر یہ کہ کلمہ توحید کا ان کے پچھلوں میں باقی رہنا ایک مجموعی بات ہے جب کہ آپ ﷺ سے مروی یہ فرمان "ابی فی النار" میرے والد جہنم میں ہیں اس سے استثناء ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اللہ کے اس فرمان کو بھی دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ﴿رب اجعل هٰذا البلد اٰمنا واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام﴾ اے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے بچا'' (سورہ ابراہیم)

بوضع الحديث وكذبهٗ فی ترجمة محمد بن الحسن شيخ محمد بن اسحاق بن محمد السوسی وقال ابن الجوزی فی الموضوعات والمدارسی ليس بثقة وزاد حدث بمناكير۔

قال ابو محمد: …… ولهٗ سند آخر قال محب الدين احمد بن عبدالله المكی الطبری فی كتابهٖ سيرة النبی انا ابو الحسن المقبری انا الحافظ ابو الفضل محمد بن ناصر السلاسی اجازة انا ابو منصور محمد بن احمد بن علی بن عبدالرزاق الحافظ انراهد انا القاضی ابو بكر محمد بن عمر بن الاخضر ثنا ابو غزيه محمد بن يحیٰ الزهری فذكره .

قال ابو محمد: …… هٰذا السند ليس بدون الاول فان مدارهٗ علی ابی غزيه وعبد الوهاب المذكورين ثم الشيخ الطبری ابو الحسن لايدری من هو ولاابن من هو وهل هو ثقة ام لاوعلی الثانی هل ضعفهٗ خفيف اوشديد ولم يكلفنا الله تعالی ان نأخذء ديننا عمن لانعرفهٗ .

قال ابو محمد: …… ولهٗ سند آخر قال الخطيب فی السابق واللاحق اخبرنا ابو الجلاء الواسطی حدثنا الحسين بن علی بن محمد الحلبی حدثنا ابو طالب عمر بن الربيع الزاهد حدثنا علی بن ايوب الكعبی حدثنا محمد بن يحیٰ الزهری ابو غزيه ثنا عبد الوهاب بن موسیٰ حدثنا مالك ابن انس عن ابی الزناد فذكره . قال ابو محمد هٰذا السند ظلمة فی ظلمة ومداراة ايضاً علی الكذابين المذكورين وعلی بن ايوب الكعبی ذكرهٗ صاحب الميزان فقال لا يكاديعرف اھ وبين صاحب اللسان انهٗ هوابن احمد الكعبی وأوّل من قال ايوب ابن الجوزی ثم ذكرهٗ فی ترجمة ابن احمد فذكر فيه مايدل علیٰ ان الدارقطنی اتهمهٗ بوضع وقد جهله ابن عساكر فی تاريخهٖ .

قال ابو محمد: …… وعمر بن الربيع ابو طالب الخشاب قال الذهبی فی ميزانهٖ كذاب اھ فلا يفيدهٗ قول سلمة بن قاسم تكلم فيه قوم و وثقهٗ اٰخرون بعد قول الذهبی المذكور لانهٗ جرح مفسر فحسب وقال المدارسی فی الكشف ضعفهٗ الدارقطنی اھ .

واشار صاحب اللسان الی كونهٖ متهماً . قال ابو محمد ثم الحلبی فيه ايضاً قال ابن عساكر لهٗ غرائب كمافی اللسان واما قول الخطيب ما علمت من حالهٖ الاخيرا فانهٗ

اس آیت سے استدلال اس لیے بھی کمزور ہے کہ ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی اور وہ ان کی ذریت میں سے ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ جسے اللہ نے بچایا۔

پھر یہاں پر عام اور خاص حکم کے مابین تعارض ہے اس لیے خاص کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ اصولوں کا اس امر پر اتفاق ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ابن جریر طبری نے ایک روایت اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مجاہد سے نقل کی ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی اولاد میں سے کس نے اس کے بعد کسی بت کی پوجا نہ کی۔ مجاہد کی یہ بات اگر ان کے بیٹوں کے متعلق ہے تب تو درست ہے تسلیم شدہ ہے۔ اور اگر یہ ان کی نسل سے متعلق ہے تو پھر حدیث صحیح میں جو ابو طالب کا قول منقول ہے وہ واضح طور پر اس کے خلاف ہے کہ " انا علی دین عبدالمطلب "میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور " لا اله الا الله " کہنے سے انکار کر دیا خود سیوطی مسالک الحنفاء میں اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں " ظاهر الحديث يقتضى ان عبدالمطلب مات على الشرك " بظاہر یہ حدیث مقتضی ہے کہ عبدالمطلب حالت شرک میں فوت ہوا۔ مزید یہ کہ اس روایت کی سند میں المثنیٰ بن ابراہیم الاملی جو کہ ابن جریر کا شیخ ہے اس کا پتہ ہی نہیں کہ وہ ہے کون؟

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اللہ کے اس فرمان سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ﴿رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی﴾ اے پروردگار مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے'' حالانکہ یہ دلیل انتہائی کمزور اور نا قابل التفات ہے کیونکہ انہوں نے یہ دعا نہیں کی کہ میری تمام نسل کو نمازی بنا بلکہ میری نسل میں سے فرمایا یہاں پر حرف "مِنْ "بعض کے معنی میں ہے اس لیے یہ دلیل نہیں بنتی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ابن جریج سے ایک روایت جسے ابن المنذر نے نقل کیا ہے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ''نسل ابراہیمی میں سے کچھ لوگ ہمیشہ دین فطرت پر اللہ کی عبادت کرتے رہے ہیں'' یہ اثر بے سند ہے لہٰذا نا قابل استدلال ہے۔ اور اگر صحیح بھی مان لیا جائے پھر بھی واضح طور پر کچھ لوگوں پر دلالت کرتا ہے اور نبی پاک کے ماں باپ کا ان چند لوگوں میں سے ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس کے لیے کسی الگ صحیح صریح مرفوع دلیل کی حاجت باقی رہتی ہے جب کہ صحیح صریح مرفوع دلیل اس کے مقابل موجود ہے اس لیے اسے دیکھنے کی بھی حاجت نہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور ان قائلین میں سے کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ ان پر ایمان لے آئے۔ یہ قول پچھلے دونوں اقوال سے بھی گیا گزرا ہے۔ اپنے اس قول کے لیے ایک بیکار جھوٹی روایت سے بھی استدلال کرتے نظر آتے ہیں جو انتہائی حیران کن امر ہے۔

وان لم یعرفهٗ فعرفهٗ ابن عساکر فهو حجة علیه.
قال ابو محمد: ...... فهٰذا حال الحدیث الذی عولوا علیه ویعتمدوا علیه وهو کما تریٰ یدور علی الکذابین الوضاعین والمجاهیل الذین لا یزالون یأتون بالعجائب والا باطیل افتری من شأن المسلم ان یحمل امرًا من امور الدین علیٰ هٰذا الخبر المظلم.
قال ابو محمد: ...... ولا یقال ان السند یعضد بعضهٗ بعضا لوجوه الاولیٰ ان مدارهٗ علی السند الواحد والثانی ان هٰذا مسلم ان کان الضعف خفیفا لاکما نحن فیه لان ضعفهٗ بلغ الغایة بل جاوز النهایه ففی مثل هٰذا الحدیث لاتزید زیادة الطرف الاضعفا کذافی نصب الرایة للزیلعی. والثالث ان هٰذافی الضعیف بخلاف هٰذا فانهٗ موضوع فلا یصغیٰ الیه ولا هو مسموع.
قال ابو محمد: ...... وقد حکم علیه بالوضع اهل العلم بالحدیث المُمَیّزون بین الطیب والخبیث فذکره ابن الجوزی فی الموضوعات وقال الدارقطنی فی غرائب مالك وهو منکر باطل اٰه وقال الذهبی فی المیزان فی ترجمة عبدالوهاب بن موسیٰ هٰذا حدیث کذب مخالف لماصح انهٗ علیه السلام استأذن ربهٗ من الاستغفار فلم یأذن لهٗ اٰه وقال ابو الفضل بن ناصر هٰذا الحدیث موضوع کذافی مسالك الحنفاء وقال الحافظ ابو الخطاب عمر بن دحیه ان الحدیث فی ایمان امهٖ وابیه موضوع یردهٗ القرآن العظیم وحکم الجوزجانی بوضعهٖ ایضاً فی کتاب الاباطیل کمافی اللسان وذکر العلی القاری فی الموضوعات فقال حدیث احیاء ابویه صلی اللّٰه علیه وسلم موضوع وقال الباجی موضوع کمافی انجاح الحاجه حاشیه ابن ماجه وقال ابن عساکر فی تاریخهٖ هٰذا حدیث منکر اٰه والمراد نکارة البطلان کما هو الظاهر من الکلام الدارقطنی المذکور اٰنفاً اٰه قال ابو محمد: ثم فی السند بلایا آخر الاولیٰ عبدالرحمان ممن تغیر حفظهٗ ولایدریٰ حدث بهٰذا الحدیث قبل الاختلاط اوبعده فیجب عن روایتهٖ الاجتناب للاحتیاط فان قیل تابعهٗ مالك عند ابن عساکر قلنا قال الدارقطنی هٰذا کذب علیٰ مالك کمافی اللسان فی ترجمة عبدالوهاب وثانیها الاضطراب وذالك انهٗ ذکرهٗ ابن عساکر فی غرائب مالك من طریق ابن غزیه حدثنی مالك عن ابی الزناد عن هشام فذکرهٗ وقال لایعرف لابی الزناد روایة عن

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... وہ روایت وہ ہے جسے ابن شاھین نے الناسخ والمنسوخ میں نقل کیا ہے جس کی سند یہ ہے۔

عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا وہ فرماتی ہیں کہ ''نبی ﷺ حجون کی طرف تھکے ماندے غمگین اترے پھر جب تک اللہ نے چاہا وہ وہاں پر رہے پھر خوش وخرم واپس لوٹے تو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ حجون کی جانب تھکے ماندے اور غمگین گئے پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ وہاں رہے پھر آپ خوش وخرم لوٹے (تو یہ کیا معاملہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا، سالت ربی عزوجل فاحیٰ امی فامنت بی ثم رد ھا'' میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے میری والدہ کو زندہ فرمایا پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ نے انہیں (عالم برزخ) لوٹا دیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ سند تاریکیوں سے پر ہے اور اسے دلیل بنانا حرام ہے کیونکہ عبدالوھاب بن موسیٰ کے متعلق ذہبی کا میزان میں کہنا ہے کہ پتا نہیں یہ جھوٹا جانور کون ہے ''لا یدری من ذاالحیون الکذاب'' پھر اگر تم کہو کہ صاحب لسان المیزان نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ متھم بالکذب کوئی اور ہے اور دار قطنی سے اس کی توثیق کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے اسے دار وقطنی کو توثیق کوئی نفع نہیں دے سکتی اور ذہبی اس سے ناواقف نہیں ہے بلکہ جھوٹے کے طور پر اسے پہچانتا ہے اور ذہبی رجال کی چھان پھٹک میں ماھرین میں سے ہے نخبۃ الفکر کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے اس امر کا اعتراف کیا ہے مزید یہ کہ صاحب لسان نے اس روایت کے جھوٹ ہونے کا انکار نہیں کیا صرف عبدالوھاب کا دفاع کر کے ملبہ دوسرے پر ڈال دیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر اس سند میں ابو غزیہ محمد بن یحی الزھری ہے جسے ازدی نے ضعیف قرار دیا ہے اور دار قطنی نے کہا ہے کہ متروک ہے جیسا کہ میزان میں مذکور ہے اور لسان المیزان میں نقل کیا گیا ہے کہ دار قطنی نے کہا منکر الحدیث ہے۔

اور ابن الجوزی نے موضوعات میں اسے مجہول قرار دیا ہے لہٰذا اگر مجھول ہے تو تباہی ہے اور اگر معروف ہے تو بربادی ہے اور کیا خوب کہا گیا ہے

وان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اور اگر تم نہیں جانتے تو وہ ایک مصیبت ہے اور اگر جانتے ہو پھر تو مصیبت اور بھی زیادہ ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور ابو غزیہ کا شاگرد احمد بن یحیٰ الحضرمی جس کے متعلق ابن الجوزی نے موضوعات میں کہا ہے کہ مجھول اور صاحب لسان کا کہنا ہے کہ مسند النقاش سے ہمارے اوپر واضح نہیں ہو سکا یہ کون ہے؟

هشام وهشام لايدرك عائشة فلعلهٗ سقط من كتابى عن ابيه اٰه

وثالثها الانقطاع ايضاً كما هو الظاهر من طريق ابن عساكرو كلام المذكور قال ابو محمد فقال بعضهم يعمل بهٖ فى الفضائل وهٰذا لايفيد فيما نحن فيه لان ضعفهٗ شديد لاخفيف كما تقرر فى مقرهٖ ثم المشروط ان يكون ذالك الحكم مندرجاً تحت الاصل العام وليس كذالك هٰهنا ثم ليس هومن باب الفضائل بل هو من باب العقائد كما لايخفى على اولى النهىٰ .

قال ابو محمد:..... ثم الادلة الاخرىٰ تدل علىٰ كون الخبر كذباً محضاً وانهٗ لايزيد فى الدين الافساداً او حرضاً فمنها انهٗ يخالف الآيات القرآنية فقال الله تعالى وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتىٰ اذا حضرا حدهم الموت قال انى تبت الآن ولا الذين يموتون وهم كفار أولائك اعتدنا لهم عذاباً اليما (النسآء 18) فهٰذا اخبار منه سبحانهٗ و تعالىٰ بان الذين ماتواعلى الكفر فلاتوبة لهم فاىّ دليل اولىٰ من هٰذا اواجل فانهٗ لوسلمنا احيا همايكون تكذيباً لآية ومن اصدق من الله قيلاً لان ذالك الخبر يدل علىٰ انهاما تت كافرة لانهٗ لامعنىٰ لاحياء المسلم فاذاثبت انها ماتت علىٰ حالة الكفر فلاتوبة لها بنص القرآن الكريم قال ابو محمد وقال الله تعالى ومن يرتدد منكم عن دينهٖ فيمت وهو كافر فاولائك حبطت اعمالهم فى الدنيا والآخرة واولآئك اصحاب النار هم فيها خالدون (البقره) فهٰذا تكذيب صريح وتدديد صحيح لمن يدعى احياء من مات على الكفر للتوبة او الايماناستنادًا لرواية الكذاب الاشر .

قال ابو محمد:..... ونظيرهٗ قولهٗ تعالىٰ حتىٰ اذاجاء احدهم الموت قال رب الرجعون لعلى اعمل صالحاً فيما تركت كلا انها كلمة هو قائلها ومن وارئهٖ برزخ الى يوم يبعثون (الانبياء)

بل قد عاتب سبحانهٗ وتعالىٰ نو حاً عليه السلام حين سأل لولدهٖ فقال لا تسئل ماليس لك بهٖ علم انى اعظك ان تكون من الجاهلين (هود)

قال ابو محمد: ..... اعتراض بعضهم فقال تعليل الحديث بانهٗ مخالف للقرآن ليس من طريقة اهل الحديث وهٰذ اباطل لوجهين احد هما انَا ابطلناه اولاً من حيث الرواية ثم صرفنا عنان القلم الى ميلان الدراية فالخبر بكلا الوجهين مردود ومن

اور اس کے طبقے میں کافی لوگ احمد بن یحی نام کے حاصل ہیں اور ان میں سے اس سند کے نزدیک احمد بن یحی بن زکریا لکھتا ہے یہاں حافظ ابن حجر بھی اس بندے کی پہچان کروانے سے قاصر رہے اور اس کے مجھول غیر معلوم ہونے کا اعتراف کر گئے اور جس کو انہوں نے اقرب الی السند قرار دیا اس کے متعلق دار قطنی فرماتے ہیں "لم یکن مرضیا" پسندیدہ نہ تھا حدیث کے معاملے میں جیسا کہ لسان المیزان میں منقول ہے سیوطی نے اس روایت کو من گھڑت قرار دینے سے بچانے کے لیے آستینیں چڑھالیں اور اللالی المصنوعہ میں لمبی چوڑی بحث کی مگر بے فائدہ۔ تو انہوں نے اسے احمد بن یحیٰی الحضرمی قرار دیا جیسا کہ سند میں ہے اور وہ وہ ہی ہے جسے صاحب میزان نے درج کر کے کہا ہے کہ "لینہ ابو سعید بن یونس" ابوسعید بن یونس نے اسے ڈھیلا راوی قرار دیا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ان دونوں میں سے ہو بہر حال اس قابل نہیں ہے کہ اس سے روایت لی جائے پھر اس کی تعیین میں اختلاف اس کے مجھول ہونے کے لیے کافی ہے اور مدراسی نے کشف الاحوال میں اسے مجھول ہی کہا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس روایت میں ابن شاہین کا شیخ محمد بن الحسن بن زیاد النقاش روایات گھڑنے کے لیے مشہور ہے طلحہ بن محمد نے کہا کہ یہ حدیث کے معاملے میں جھوٹ بولتا ہے اور برقانی نے کہا "حدیثہ منکر" اس کی روایت منکر ہے اور ابو القاسم نے کہا کہ اس کی تفسیر "شیفاء الصدور" دلوں کے لیے شفا ہر گز نہیں ہے خطیب بغدادی نے کہا کہ اس کی روایات میں مشہور سندوں سے منکرات بھرے ہیں۔ دار قطنی نے اسے واہیات قرار دیا۔ ابن الجوزی نے اس کے حوالے سے ایک من گھڑت روایت نقل کی جیسا کہ لسان میں ہے جب کہ ذھبی نے اس کو میزان میں وضع الحدیث کے مجرم کے طور پر گردانا ہے محمد بن مسھر کے حالات کے بیان میں۔ اور محمد الحسن شیخ محمد بن اسحاق بن محمد کے حالات میں اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ ابن الجوزی نے موضوعات میں اور مدراسی نے کہا کہ "لیس بثقة" قابل اعتماد نہیں مزید کہا کہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس روایت کی ایک اور سند ہے جس کو محبّ الدین الطبری نے سیرۃ النبی میں نقل کیا ہے "انا ابو الحسن المعتبری انا الحافظ ابو الفضل محمد بن ناسر السلاسی اجازۃ انا ابو منصور محمد بن احمد ابن علی بن عبدالرزاق الحافظ الزاھه انا القاضی ابو بکر محمد بن عمر بن الاخضی ثنا ابو غزیه محمد بن یحی الزھری" پھر آگے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ سند بھی پہلی سے مختلف نہیں کیونکہ اس کا دارو مدار بھی ابو غزیہ اور عبدالوھاب پر ہے جن کا ذکر خیر ہو چکا پھر ابو الحسن شیخ الطبری اس کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہے کس کا بیٹا ہے؟ وہ ثقہ ہے کہ

اقام المطروح معدود وثانيها ان ذالك ايضاً من طريقة اهل الحديث لانهم يتكلمون فى الاسانيد اذالم تبين لهم كذب الخبر ومثل هٰذا الخبر الذى كونهٗ كذبا اظهر من الشمس فيصلح كل من لهٗ ادنىٰ مهارة لهٰذا الفن ان يردهٗ بدون رؤية سندهٖ وانظر لذالك كتب الفن وكثيراً ماترىٰ انهم يكذبون الراوى لاجل حديث الذى تدل الفاظة انهٗ مما صنعته يداه .

قال ابو محمد: ..... ومنها انهٗ يخالف لاحاديث الصحيحة كما مركلام الذهبى وسيأتى ذكر فالخبر مع كونهٖ كذباً صريحاً يباين حديثا صحيحاً ومنها انهٗ قد ادعى ابو الخطاب الاجماع علىٰ خلاف ذالك فقال فيمن مات كافر الم ينفعهٗ الايمان بعد الرجعة بل لو آمن عند المعاينة لم ينفع فكيف بعد الاعادة كذافى التعظيم والمنة للسيوطى .

قال ابو محمد: ..... ومنها انهٗ يخالف العقل نعم لوكان ثبت علىٰ خلاف العقل وعن سيد الرسل باصح الاسانيد والسبل .

فلاعبرة للمعقول بمقابلة المنقول وليس كذالك فلايقدح فى العقل بخبر هالك .

قال ابو محمد: ..... ولايحكم عليه ماورد فى التنزيل من احياع قتيل بنى اسرائيل واحياء عيسىٰ عليه السلامه من الاموات وغير ذالك من الواقعات لانهٗ اولاثبت من اصدق الاخبار بخلاف مانحن فيه لانهٗ من الآثار ثم ليس هو لهٰذا المعنىٰ بل لاظهار القدرة واما احياء احد من الكفار للايمان اوللتوبة فليس لهٗ فى الكتاب والسنة اثرة فالمدعىٰ مكلف ان يثبت من الكتاب والسنه احياء نفس واحدة لاجل هٰذا الغرض فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتبهون فى الارض كلاوالله هٰذه العقيدة التى ما اخبر بها الله تعالىٰ ولارسولهٗ صلاة عليه وسلم ولا اعتقدها احد من الامم .

قال ابو محمد: ..... وقد خرج السيوطى متمثلاً برواية لافوق لها ولاتحت فقال وقد ظفرت باستدلال اوصح منه وهو ماورد ان اصحاب الكهف يبعثون فى آخر الزمان و يحجون ويكونون هٰذه الامة نشريفاً لهم بذالك ووردعن ابن عباس مرفوعاً اصحاب الكهف اعوان المهدى اخرجهٗ ابن مردويه فى تفسيرهٖ . اٰه

قال ابو محمد: ..... هٰذا الخبر لاسند لهٗ ولاعجب من السيوطى فى الاحتجاج بمثل

نہیں ہے؟ اور اگر ثقہ نہیں ہے تو پھر کیا سخت ضعیف ہے یا نہیں؟ بہر حال ہمیں اللہ نے اس چیز کا مکلّف نہیں بنایا کہ ہم اپنا دین ان لوگوں سے لیں جنہیں ہم جانتے ہی نہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس روایت کی ایک اور سند ہے خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں کہا ہے کہ "اخبر نا ابو العلاء الواسطی حدثنا الحسین بن علی بن محمد الحلبی حدثنا ابو طالب عمر بن الربیع الزاهد حدثنا علی بن ایوب الکعبی حدثنا محمد بن یحی الزهری ابو غریة حدثنا عبدالوهاب بن موسیٰ حدثنا مالك بن انس عن ابی الزناد پھر ایسی روایت کو نقل کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ سند تاریکی پر تاریکی ہے اور اس کا مدار بھی مذکورہ دونوں جھوتوں پر ہے مزید یہ کہ علی بن ایوب الکعبی کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب میزان نے کہا کہ تقریباً مجہول ہے۔ (لا یکاد یعرفه) اور صاحب لسان نے فرمایا ہے کہ یہ ابن احمد الکعبی ہے اور سب سے پہلے اس کو ابن ایوب کی نسبت سے ابن الجوزی نے منسوب کیا پھر ابن احمد کے تذکرے میں جو کچھ بیان کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دار قطنی نے اس پر حدیث گھڑنے کا الزام عائد کیا ہے اور ابن عساکر تو اسے اپنی تاریخ میں مجہول گردانا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور عمر بن الربیع ابو طالب الخشاب ذھبی نے اسے میزان میں کذاب جھوٹا کہا ہے لہٰذا سلمہ بن قاسم کی یہ بات اسے مفید نہیں ہے کہ بعض لوگوں نے اس کے بارے میں کلام کیا ہے اور دوسروں نے اس کی توثیق کی ہے کیونکہ ذہبی کی جرح مفسر ہے پس کافی ہے۔ اور مدراسی نے کشف الاحوال میں کہا ہے کہ دار قطنی نے اسے ضعیف قرار دیا اور صاحب لسان نے اس کے متھم بالکذب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر یہ حلبی حسین بن علی اس کے بارے میں ابن عساکر کا کہنا ہے کہ "له غرائب " اس کی روایات عجیب ہیں جیسا کہ لسان میں ہے اپنی خطیب کی یہ بات کہ میں اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ تو خطیب نہیں جانتا ابن عساکر تو اسے پہچانتا ہے اس لیے وہ اس پر حجت ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... تو یہ ہے حالت اس روایت کی جس پر یہ لوگ اعتماد کر رہے اور اس کی اوٹ لے رہے ہیں جو کہ جھوٹوں گھڑنے والوں اور مجھولوں کے مابین گھوم رہی ہے جو کہ ہمیشہ عجیب وغریب اور بیکار باتیں لاتے رہتے ہیں۔ کیا یہ کسی مسلمان کے لائق ہے کہ وہ دین کا کوئی مسئلہ ایسی تاریک روایت کے ساتھ منتبی کر دے؟

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ مختلف اسناد سے ایک دوسرے کو تقویت ملتی ہے۔ مذکورہ بالا وجوھات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ تمام اسناد اصل میں ایک ہی سند پر گھوم رہی ہیں اور دوسری بات کہ تقویت

هٰذا الحديث لانهٗ يجمع بين الغث والسمين والطيب والخبيث وكان كماقال السخاوى فى الضوء اللامع سريع الكتابة فقط فلا تفنع بمايذكر من الرواية ثم اصحاب الكهف لم يموتواعلى الكفر بل قد حكى سبحانهٗ وتعالىٰ فى القرآن اعتقادهم وانهم كانوامن اهل الايمان فلا معنىٰ الفرحة بهٰذا فانهٗ اين هٰذا من ذاثم قولهٗ تعالىٰ ونقلبهم ذات اليمين وذات الشمال (الكهف) دليل علىٰ نومهم لاحياعهم فبطل الاستدلال جملة فتفكر .

قال ابو محمد: ..... ومنها ان متن هٰذا الخبر كاف لتكذيبه ولا حاجة الى تخريجهٖ فقد قال ابن ناصر ان هٰذا الحديث موضوع لان قبرامهٖ بالانواء كماثبت فى الصحيح وابو غزيه هٰذازعم بالحجون كذافى اللسان فى ترجمة عبدالوهاب وهٰكذا قال ابن سعد فى الطبقات قال ابو محمد فهٰذا حال الخبر الذى جعلوه اسا ساً فى الدين وترجوا بهٖ ثواباً عند الله المتين وقال بعضهم هٰذا ليس ببعيد ان يكون ذالك من خصائصهٖ صلى الله عليه وسلم وقد اغناه الله تعالىٰ عن مثل هٰذا الخصوصية المكذوبة التى فيها توهين لاتشريف كما زعموه ان فيه نسبة الكذب اليه .

قال ابو محمد: ..... فقال بعضهم ماروى نبى معجزه او خصلة الاواوتى نبينا صلى الله عليه وسلم مثلها وهٰذه القائدة اتفق عليها الامة وقداحياها الله تعالىٰ لعيسى عليه السلام الموتىٰ من قبورهم فلابدان يكون نبينا صلى الله عليه وسلم مثل ذالك لم يرو من هٰذا النوع الاهٰذه القصة فلم يستعبد ثبوتها وفيه ان قصة حنين الجزع ابلغ من ذالك فحسبك ولا حاجة الىٰ ذالك من الاخبار المكذوبة أو الاثار المصنوعة .

قال ابو محمد: ..... ثم هٰذا الخبر لامهٖ صلى الله عليه وسلم ولم يأت خبر لوالدهٖ قط ان هو الأتمويه وليس لهٗ وجه وجيه ولا تفتر يا طالب الحق بتصحيح القرطبى فان فيه مصائب لاتعدووا تحصىٰ ومفاسد الدين لاتخفى ولا تنسى وقد قال السيوطى انهٗ ضعيف باتفاق المحدثين بل قيل انهٗ موضوع لكن الصواب ضعفهٗ لا وضعهٗ وكذبهٗ وابطلنا ما اتىٰ به السيوطى من الاعذار البارده والانكار الثاردة ثم لو تنزلنا وسلمنا انهٗ ضعيف فقط فهٰذا القدر ايضاً كاف لمن لهٗ قلب صاف لانهٗ على التقدير مع ضعفهٖ مخالف للصحيح فالاسناد بهٖ قبيح والحذرعنه نجيح وعند اهل الحق مليح .

تب ملتی ہے جبکہ ضعف ہلکا ہو نہ کہ ایسا معاملہ جو کہ اس روایت میں ہے کیونکہ یہاں پر تو ضعف انتہا کو پہنچ چکا بلکہ انتہا سے بھی گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس طرح کے معاملے میں اطراف کے زیادتی ضعف کو اور پختہ ہی کرے گی جیسا کہ زیلعی کی نصب الرایہ میں ہے تیسری بات یہ کہ یہ معاملہ ضعیف روایت میں ہوتا ہے بخلاف اس روایت کے کیونکہ یہ تو موضوع ہے سو یہ بات یہاں پر تو قطعا غیر ممنوع سننے کے قابل ہی نہیں ہے اور بالکل نا قابل توجہ۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... محدثین نے پہلے ہی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے لہٰذا ابن الجوزی نے اسے الموضوعات (من گھڑت روایات) میں بیان کیا۔ دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا کہ یہ روایت منکر ہے باطل ہے۔ ذھبی نے میزان میں کہا کہ یہ روایت جھوٹ اور صحیح روایت کے مخالف ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے ان کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو اللہ نے اس بات کی اجازت نہ دی (میزان ترجمہ عبدالوھاب) ابو الفضل بن ناصر نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے جیسا کہ مسالک الحنفاء للسیوطی میں ہے۔ حافظ ابو الخطاب عمر بن دحیہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے والدین کے ایمان والی روایت من گھڑت ہے قرآن پاک ہی اس کی تکذیب کرتا ہے اور جوزجانی نے بھی اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ جیسا کہ کتاب الاباطیل میں ہے (لسان المیزان) ملا علی قاری نے الموضوعات میں کہا ہے کہ حدیث احیاء ابویہ ﷺ موضوع ہے باجی نے بھی اسے موضوع کہا ہے جیسا کہ ابن ماجہ کے حاشیہ انجاح الحاجہ میں ہیں۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ روایت منکر ہے۔ اور یہاں پر منکر سے مراد باطل ہے جیسا کہ دار قطنی کے مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر اس روایت میں اور بھی بگاڑ ہیں اوّل یہ کہ ابو الزیاد عبدالرحمان ان میں سے ہے جن کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ معلوم نہیں کہ اس نے یہ روایت تغیر حفظ سے پہلے کی یا بعد میں پھر اگر کہا جائے کہ ابن عساکر کے ہاں امام مالک نے اس کی متابعت کی ہے اس کا جواب یہ کہ دار قطنی نے کہا ہے یہ امام مالک جھوٹ ہے جیسا کہ لسان المیزان میں مذکور ہے عبدالوھاب کے تذکرے میں۔ دوم یہ کہ اضطراب اور وہ یوں کہ ابن عساکر نے اسے غرائب مالک میں ابو غزیہ کے طریق سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حدثنی مالک عن ابی الزناد عن ھشام پھر روایت کو بیان کر کے کہا ہے کہ ہشام نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا پھر شاید میری کتاب سے عن ابیہ کا لفظ گر گیا ہے۔ اور تیسرا انقطاع جیسا کہ ابن عساکر کے کلام سے ظاہر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... بعض قائلین نے کہا کہ یہ روایت فضائل میں لی جا سکتی ہے لیکن یہ تاویل بھی مردود ہے کیونکہ ایسا ضعف خفیف میں ہوتا ہے نہ کہ ضعف شدید میں جیسا کہ یہاں پر ہے پھر یہ بھی شرط ہے کہ وہ بات کسی عام مسلمہ قاعدے کے ماتحت ہو اور یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر یہ کہ یہ معاملہ فضائل کا نہیں

قال ابو محمد: ...... ومنهم من قال يجب فى ذالك التوقف وسب الاموات منهى عنه وهٰذا القائل يدرى كل احد انهٗ لم يثبت عن اسلامهما بوجه قوى و طريق نقى فقال ذالك على سبيل التقوىٰ وانت تعلم ان الفتوىٰ فوق التقوىٰ ثم هٰذا ليس بسب بل لاظهار الحقيقة التى لابد من اظهارها لاصلاح العقيدة .

قال ابو محمد: ...... وان كان سباً فاول سابّ هو النبى صلى الله عليه وسلم نفسهٗ اذا خبر عن ذالك ثم الاصحاب الآخذون عنه ثم التابعون الىٰ يومنا هٰذا .

قال ابو محمد: ...... والتوقف انما يلزم اذا نفارض الدليلان مع تساويهما فى الصحة وعدم وجود مايرجح احد هما عن الآخر ولايعلم المتقدم من المتأخر بخلاف فيما نحن فيما فيه فان كل ما اتوابهٖ فهو فى غاية البطلان ثم هو غير منصوص فى البيان فلايقابل الصحيح رده ينافى الصريح

قال ابو محمد: ...... فبقيت الادلة الصحيحة الثابتة الصريحة فها نحن نسو قها لكم مع قيل عليها من الخصم والجواب عنها بما لا مزيد عليه ولا محيص عنه .

قال ابو محمد: ...... فمنها حديث ابى هريرة رواه يزيد بن كيسان عن ابى حازم عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استأذنت ابى فى ان استغفر لامى فلم يؤذن لى واستأذنت فى ان ازور قبرها فاذن لى . اخرجه مسلم فى صحيحهٖ قال حدثنا يحى بن ايوب ومحمد بن عباد واللفظ ليحيىٰ حدثنا مروان بن معاوية عنه وقال حدثنا ابو بكر بن ابى شيبة وزهير بن حرب قالا حدثنا محمد بن عبيد عنه وأخرجهٗ النسائى فى سننهٖ قال اخبرنا قتيبة حدثنا محمد بن عبيد عنه واخرجهٗ ابو داؤد فى سننهٖ قال حد ثنا محمد بن سليمان الانبارى نا محمد بن عبيد عنه قال ابو محمد ورجال السند كلهم موثق فى التقريب وابو حازم هو سليمان الاشجعى وابو بكر ابى شيبه هو صاحب المصنف عبدالله بن محمد بن ابى شيبة ابراهيم بن عثمان الواسطى و محمد بن عبيد هو الطنافسى وقتيبة هوابن سعيد .

قال ابو محمد: ...... واعترض عليه بوجهين فقيل قال صاحب التقريب فى ترجمة يزيد بن كيسان صدوق يخطىء اٰه وفيه اولاً انهٗ لايضر بعد قولهٖ صدوق وقد وثقهٗ امام هٰذا الشأن ابن معين ثم النسائى واحمد بن حنبل والدارقطنى وثانيا انهٗ ليس فى حديثهٖ هٰذا ما اخطأ فيها فلا يضر ذالك لانهٗ قلما يسلم الانسان من الخطأ والوهم

بلکہ عقائد سے متعلق ہے جیسا کہ یہ داناؤں پر مخفی نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... مزید یہ کہ دوسرے دلائل اس روایت کے واضح جھوٹ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اس سے دین میں صرف فساد اور ابتری ہی پھیلے گی۔ ان میں سے ایک تو یہ کہ یہ آیات قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ اور ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو نافرمانیاں کرتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آئے تو وہ بولے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی ہی توبہ ہے جو کفر کی حالت میں مر جائیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے توبہ اللہ کے طرف سے اعلان ہے کہ جو کفر پر مر جائیں ان کے لیے کوئی توبہ نہیں پھر کون سی دلیل ہوگی جو کہ اس دلیل قرآنی سے زیادہ واضح اور معتبر ہو؟ کیونکہ اگر ہم ان دونوں کا زندہ کیا جانا اور ایمان لانا مان لیں تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تکذیب ہوگی اور اللہ کی بات سے زیادہ سچی بات کس کی ہوگی کیونکہ یہ روایت خود ہی دلالت کرتی ہے کہ ان کی موت کفر پر ہوئی کیونکہ پہلے ہی مسلمان کے زندہ کیے جانے اور ایمان لانے کا تو کوئی معنی ہی نہیں بنتا پھر اگر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی موت حالت کفر میں ہوئی تب تو ان کے لیے نص قرآنی کے مطابق کوئی توبہ نہیں۔

اور اللہ فرماتا ہے ﴿وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ تو تم میں سے جو تمہارے دین سے پھرا اور کفر کی حالت میں مرا تو ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہوئے اور وہ ہی جہنمی ہیں جو کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ واضح تردید اور تکذیب اس شخص کی جو کہ مدعی ہے کفر پر موت کے بعد کسی کے زندہ کیے جانے اور ایمان لانے کا ایک جھوٹے بدمعاش کی روایت کو سند بناتے ہوئے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اسی طرح سے اللہ کا یہ فرمان کہ ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (المومنون) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آئے تو کہتا ہے اے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے کہ کہیں وہ نیک اعمال جو میں نے چھوڑ دیے انجام دوں۔ ہرگز نہیں یہ تو محض ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے قیامت تک کے لیے ایک آڑ ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو عتاب فرمایا جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے ان سے دعا فرمائی تو فرمایا ﴿فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (ھود) مجھ سے وہ

وقال ابن حبان فی ثقاتہٖ کان یخطئ ویخالف لم یفحش خطأ حتیٰ یعدل بہٖ عن سبیل العدول ولااتیٰ بما ینکر فھو مقبول ان مایعلم انہٗ اخطأ فیہ فیترك خطأہٗ کغیرہٖ من الثقات اٰہ وثالثاً ان لروایتہٖ شواھدیأتی ذکرھا فاندفعت شبھة الخطأ فیہ قال ابو محمد وقیل قال القطان فیہ لیس ممن یعتمد علیہ وقال ابو احمد الحاکم لیس بالحافظ عندھم وفیہ انہٗ ایضاً لایضر بعد قول القطان نفسہٗ انہٗ صالح وسط ثم توثیق الدارقطنی واحد کاف فیہ لانھما من المعتدلین فی الجرح والتعدیل کما صرح بہ العلامہ عبد الحئ لکھنوی فی الرفع والتکمیل نقلاً عن السخاوی ثم تعدیل ابن معین والنسائی فانھما من المتشدین وتعدیل المتشدد غنیمة فاغتنمھا ولھٰذا قال صاحب التقریب فیہ صدوق وقد صرح فی اول التقریب انہٗ یقول فی کل راوی باعدل ما قیل . اٰہ

قال ابو محمد:..... وقد حکم علیٰ ھٰذا الحدیث بالصحة الذھبی فی میزانہٖ فی ترجمة عبدالوھاب بن موسیٰ وھو صحیح عند مسلم فلھٰذا خلہٗ فی صحیحہٖ ثم سکت علیہ ابو داؤد فھو عندہٗ صحیح ففی الرسالة المنسوبة الیٰ ابی داؤد انہٗ کتبھا الیٰ اھل مکة وان کان فیہ حدیث منکر بینتہٗ انہٗ منکر ولیس علی نحوہٖ فی الباب غیرہٗ وماکان فی کتابی من حدیث فیہ وھن شدید فقد بینتہٗ ومنہ مالایصح سندہٗ ومالم اذکر فیہ شیئاً فھو صالح وبدفھا اصح من بعض اٰہ فھٰذا دلیل علیٰ انہٗ لیس فی ھٰذا الحدیث نکارة ولاوھن ولا ما یوجب ضعف السند فتدبر .

قال ابو محمد: ..... ومسکت علیہ المنذری ایضاً فی الترغیب والترھیب فھو صالح عندہٗ ایضاً وقال الحاکم فی مستدرکہٖ ھٰذا حدیث صحیح علی شرط مسلم واقرہ علی ذالك الذھبی فی تلخیصہٖ وقال الحازمی فی الاعتبار ھٰذا حدیث صحیح واقر بصحتہٖ السیوطی فی مسالك الحنفاء .

قال ابو محمد: ..... ھٰذا الحدیث نص صریح لامجال فیہ للتأویل وقد بوب علیہ النسائی "بزیارة قبر المشرك" وابن ماجة فی سننہٖ "بباب ماجاء فی زیارة قبور المشرکین"

قال ابو محمد: ..... ومنھا حدیث بریدة بن الحصیب اخرجہٗ ابن ابی شیبة فی مصنفہٖ قال حدثنا محمد بن عبداللہ الاسدی عن سفیان عن علقمة بن مرثد عن سلیمان بن

سوال نہ کر کہ جس کا تجھے علم نہیں میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں تم جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ روایت کو معلول قرار دینا اس بنا پر کہ وہ قرآن کے خلاف ہے یہ اہل حدیث جماعت کا طریقہ نہیں ہے یہ اعتراض دو وجوہ سے باطل ہے پہلی بات یہ کہ ہم نے ابتدا میں اس حدیث کو روایۃ باطل ثابت کیا اور اس کے بعد تحریر کا رخ درایت کی جانب پھیرا لہٰذا یہ روایت بروایۃ اور درایۃ پر دو اعتبار سے مردود ہے۔

دوسری بات یہ کہ درایۃ روایت کی چھان پھٹک یہ بھی اہل حدیث یعنی محدثین کا ہی طریقہ ہے کیونکہ وہ سندوں سے بحث تب ہی کرکرتے ہیں جب ان کے سامنے روایت کا جھوٹا ہونا واضح نہیں ہوتا۔ اب اس طرح کی روایت جس کا جھوٹ ہونا سورج سے زیادہ روشن ہے اس کے لیے تو جسے اس فن کی معمولی مہارت ہو وہ اسے رد کرسکتا ہے اس کی سند کو دیکھے بغیر۔ اس کے لیے اس فن کی کتابوں کو دیکھئے بہت سے مقامات پر پاؤ گے کہ وہ کسی راوی کو اس کی روایت کی بنا پر جھوٹا قرار دے رہے ہوتے ہیں جس کے الفاظ دلالت کر رہے ہوں کہ یہ آں جناب کی صنعت گری ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ روایت احادیث صحیحہ کی بھی مخالف ہے جیسا کہ اس بارے میں ذھبی کا قول گزر چکا ہے اور آگے بھی اس کا ذکر آرہا ہے۔ سو یہ روایت واضح جھوٹ ہونے کے ساتھ صحیح روایت کے بھی مخالف ہے۔ مزید یہ کہ ابو الخطاب نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ جو حالت کفر میں مرا اسے لوٹنے کے بعد ایمان نفع نہ دے گا بلکہ اگر عذاب کو دیکھ کہ ایمان لایا دنیا میں ہی تب بھی نہیں تو پھر لوٹنے کے بعد کیونکہ؟ جیسا کہ سیوطی کی "التعظیم والمنة" میں ہے۔ مزید یہ کہ یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے یہاں اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے مسلمہ سند کے ذریعے ایسی بات ثابت ہو جائے تب تو نقل صحیح کے مقابل عقل ناقص کا کیا کام؟ لیکن یہاں ایسی کوئی بات نہیں لہٰذا اس تباہ کن روایت کی بنا پر عقل کو مورد الزام نہیں ٹھیرایا جاسکتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... بنی اسرائیل کے مقتول کے زندہ ہونے کا بیان قرآن پاک میں یا عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور اس کے علاوہ واقعات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ چیزیں انتہائی معتبر اسانید سے ثابت ہیں جب کہ یہ روایت بدترین اسناد سے مروی ہے۔ پھر یہ کہ وہاں زندہ کیا جانا قدرت الٰہی کے اظہار کے لیے ہے کافر کو مسلمان کرنے کے لیے نہیں۔ جب کہ کسی کافر کو مسلمان کرنے کے لیے زندہ کرنا اس کی نظیر قرآن وسنت میں کہیں نہیں ہے لہٰذا مدعی سے شرعاً مطالبہ ہے کہ قرآن وسنت سے کسی ایک شخص کو اس غرض سے زندہ کیا جانا ثابت کردے کیونکہ ایسا کرنا تو ان کے لیے محال ہے بھلے چالیس سال تک خاک چھانتے پھریں یہ ہرگز ایسی بات نہیں لاسکتے کیونکہ یہ وہ عقیدہ ہے جس کی خبر نہ تو اللہ ورسول نے دی ہے اور

بریدة عن ابیه قال لمافتح رسول الله صلی الله علیه وسلم مکة التی حرم قبر فجلس الیه فجعل کهیئة الخاطب وجلس الناس حولهٗ فقام وهو یبکی فتلقاه عمر وکان من اجرء الناس علیه فقال بابی انت وامی یا رسول الله ما الذی ابکاك قال هٰذا قبر امی سألت ربی الزیارة فاذن لی وسألت الاستغفار فلم یأذن لی فذکرتها فذرفت نفسی فبکیت فلم یر یوماً اکثرباکیا من یومئذٍ.

قال ابو محمد: ..... وهٰذا السند لا مطعن فیه ورجاله کلهم موثق فی التقریب وسفیان وهو ابن سعید ابن مسروق الثوری الشهیر قال ابو محمد: واعترض علیه بان فیه محمد بن عبدالله السدی قال فیه صاحب التقریب قد یخطئ فی حدیث الثوری و حدیثهٗ هٰذاعنه وفیه ان حرف "قد" للتقلیل فثبت انهٗ لایخطأفی جمیع مایحدثهٗ عنه بل احیاناً وهل هٰذا الحدیث مما اخطأ فیه هٰذا یحتاج الیٰ دلیل آخر ثم لیس فی الحدیث ما اخطأفیه.

قال ابو محمد: ..... ثم لهٗ شاهد قوی عند البیهقی قال اخبر نا الحسن بن الحسن بن عبدان انبأ احمد بن عبید الصفار ثنا احمد بن ابراهیم بن سلمان ثنا عمرو وهو ابن خالد ثنازهیر عن زبیر عن محارب بن دثار عن ابی بریدة عن ابیه قال خرجنامع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فنزلنا منزلا ونحن معهٗ قریباً من الف راکب فقال صلیٰ رکعتین ثم اقبل علینا وعیناه تذرفان فقام الیه عمر ففداه بالاب والام وقال له مالك یا رسول الله قال انی استأذنت ابی فی استغفاری لأمی فلم یأذن فبکیت لها رحمة من النار وانی کنت نهیت عن زیارة القبور فزوروها الحدیث.

قال ابو محمد: ..... ورجال السند کلهم ثقات فشیخ البیهقی و شیخهٗ الصفار وثقهما الخطیب فی تاریخهٖ واحمد بن ابراهیم بن سلمان ذکره الخطیب ایضاً فی تاریخهٖ ونقل عن الدار قطنی توثیقهٗ وبقیة رجاله وثقهم صاحب التقریب وعمدا وهو ابن خالد بن فروخ الخزاعی ابو الحسین الحرانی هٰکذا یعلم من طبقتهٖ فقد ذکر صاحب التهذیب ابن سلمان من تلامذتهٖ وزهیرا فی شیوخهٖ واصحابهٗ المذکورین فی التهذیب وزبیر هوابن الحارث بما وقع مصرحا فی صحیح مسلم والسنن للبیهقی وابن بریدة هو سلیمان.

نہ کسی امت نے یہ نکتہ نظر اپنایا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... محترم سیوطیؒ ایک روایت اس دعوے کے ساتھ لاتے ہیں گویا اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی حاجت ہی نہیں رہتی فرماتے ہیں ''میں اس سے بھی واضح دلیل تلاش کرنے میں کامیاب رہا ہوں اور وہ یہ کہ اصحاب کہف آخری زمانے میں زندہ کیے جائیں گے، حج کریں گے اور اس امت میں سے شمار ہوں گے ان کی عزت افزائی کے لیے اور عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوع روایت ہے کہ "اصحاب الکھف اعوان المھدی" ابن مردویہ نے اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے ''یعنی اصحاب کہف مھدی کے مددگار ہوں گے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس روایت کی کوئی سند نہیں اور سیوطی کے اس سے استدلال پر کوئی حیرت نہیں کیونکہ اچھا برا کھرا کھوٹا جمع کرنا ان کی عادت ہے اور جناب ایسے ہی تھے جیسا کہ سخاویؒ نے الضوء اللامع میں لکھا ہے " سریع الکتابه فلا تقنع بما یذکر من الروایة" بس لکھنے میں تیز ہے لہٰذا جو روایت بیان کردے اس پر بھروسہ مت کریں مزید یہ کہ اصحاب کہف کی موت کفر پر نہ ہوئی تھی بلکہ قرآن نے بیان کیا ہے کہ وہ اہل ایمان تھے لہٰذا اس روایت کو لے کر اترانے کی ضرورت نہیں کیونکہ کہاں یہ بات اور کہاں وہ!

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور یہ کہ اس روایت کا متن ہی اس کی تکذیب کے لیے کافی ہے اور تخریج کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ ابن ناصر نے کہا یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ آپ ﷺ کی والدہ کی قبر نواء میں ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور یہ ابوغزیہ دعویٰ کر رہا ہے اس کے حجون میں ہونے کا! جیسا کہ لسان میں عبدالوھاب کے حالات میں مذکور ہے اور ابن سعد نے بھی طبقات میں اسی طرح کہا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... تو یہ حالت ہے اس روایت کی جسے انہوں نے دین میں بنیاد بنا کر ثواب کی امید کر رکھی ہے اللہ کے ہاں! اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا ہونا بعید نہیں ممکن ہے یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس طرح کی کسی بھی جھوٹی خصوصیت سے بے نیاز کر دیا ہے اور یہ امانت ہے عزت افزائی نہیں جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی جانب جھوٹ کی نسبت ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... بعض کہتے ہیں کہ پھر نبی کو جو معجزہ اور فضیلت دی گئی آپ ﷺ کو بھی وہ معجزہ اور فضیلت حاصل ہوا اور اس قاعدے پر امت کا اتفاق ہے لہٰذا چونکہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مردوں کو قبروں سے چلایا سو لازم ہے کہ آپ ﷺ کے لیے بھی ایسا ہی معجزہ اس قاعدے کی رو سے ثابت ہو اور اس طرح کی کوئی چیز اس واقعے کے علاوہ منقول نہیں لہٰذا ایسا ہونا مسبعد نہیں ہے۔

قال ابو محمد: ..... فان قیل اخرجهٗ مسلم فی صحیحهٖ عن یحی ابن یحیٰ عن زهیر بن معاویة ولیست فیه زیادة قصة امهٖ قلنا وان لم یذکر ها یحیٰ بن یحی فکان ما ذا وهٰذا من زیادة ثقة فهی مقبولة عند اهل الاصول فقد زاد ها عمروبن خالد وهو ثقة و ثقهٗ ابن حبان ومسلمة بن قاسم وقال فیه العجلی ثقه ثبت وقال الدارقطنی ثقه حجة وقال ابو حاتم صدوق کما فی التهذیب .

قال ابو محمد: ..... وقد تابعهٗ ثقة آخرو هوا حمد بن عبدالملك بن واقد الحرانی وثقهٗ صاحب التقریب وقال تکلم فیه بلا حجة اٰه وحدیثهٗ عند البیهقی فانزالت تهمة الخطأبل زاد الخبر قوة الی قوة ثم قدتابعهٗ زهیر ایضاً فی ذکرهٖ هٰذه الزیادة عبدالله بن محمد بن نفیل قال صاحب التقریب ثقة حافظ اٰه . واخرج حدیثهٗ الحاکم فی مستدرکهٖ وقال هٰذا حدیث صحیح علیٰ شرط الشیخین واقرهٗ علیٰ ذالك الذهبی فی تلخیصهٖ فلاشك فی صحة الحدیث وقد اخرجه ابن حبان فی صحیحهٖ .

قال ابو محمد: ..... فیها حدیث ابن مسعود اخرجه الحاکم فی مستدرکهٖ قال حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا بحربن نصر ثنا عبدالله بن وهب انبأ ابن جریج عن ایوب بن هانئ عن مسروق الاجدع عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال خرج رسول الله صلی الله علی وسلم ینظر فی المقام وخرجنا معهٗ وامرنا فجلسنا ثم تخطأ القبور حتیٰ انتهیٰ الی قبر منها فنا جاه طویلاً ثم ارتفع یخب رسول الله صلی الله علیه وسلم باکیاً فبکینا لبکائهٖ ثم اقبل الینا فتلقاه عمر بن الخطاب فقال یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) ما الذی ابکاك فقد ابکانابکائك وافزعنا فجاء وجلس الینا فقال افزعکم بکائی قال نعم یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) فقال ان القبر الذی رأیتمونی اناجی فیه قبرامی اٰمنة بنت وهب وانی استأذنت ربی فی زیارتها فاذن لی فیه فاستأذنتهٗ فی الاستغفار لها فلم یأذن لی فیه ونزل علی "ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا لمشرکین حتی ختم الآیة و ماکان استغفار ابراهیم لابیه الا موعدة وعدها ایاه فاخذنی مایأخذ الولد لوالدهٖ من الرقة فذلك الذی ابکانی .

قال ابو محمد: ..... قال الحاکم صحیح علیٰ شرطهما ولم یخرجاه اٰه تعقبهٗ الذهبی فی التلخیص فقال ایوب بن هانی ضعفهٗ ابن معین اٰه لکن ذکره ابن حبان فی

اس کے متعلق عرض ہے کہ " حنین الجذع " کھجور کے تنے کا آپ ﷺ کے فراق میں رونا اس سے زیادہ واضح معجزہ ہے لہٰذا کسی معجزے کے اثبات کے لیے اس طرح کی واہی تباہی جھوٹی روایات کی چنداں حاجت نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... مزید یہ کہ یہ روایت آپ ﷺ کی والدہ سے متعلق ہے جب کہ آپ ﷺ کے والد کے لیے تو ایسی کسی روایت کا سرے سے ذکر ہی نہیں لہٰذا یہ بات بھٹکانے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں جس کے لیے کوئی مناسب وجہ موجود ہی نہیں۔ اس لیے اے حق کے طلبگار قرطبی کی تصحیح سے اس معاملے میں دھوکہ مت کھانا کیونکہ اس میں وہ تباہیاں ہیں کہ جن کا شمار نہیں اور دینی حوالے سے وہ خرابیاں ہیں جو نہ چھپ سکتی ہیں اور نہ انہیں جھٹلایا جا سکتا ہے۔

سیوطی خود کہہ چکا ہے کہ یہ روایت باتفاق محدثین ضعیف ہے بلکہ کہا گیا کہ یہ موضوع ہے لیکن درست بات یہ کہ ضعیف ہے موضوع یا جھوٹ نہیں'' اور سیوطی نے جو ٹھنڈے بہانے بنائے ہیں اور دور از کار افکار لایا ہے اپنی اس بات کے اثبات کے لیے اس کا ابطال ہم کر چکے۔

پھر اگر ہم علی سبیل التنزل اس کا ضعیف ہونا ہی مان لیں تب بھی اس کی تردید کے لیے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ فرض کریں یہ ضعیف ہے تب بھی صحیح کے مخالف ہے لہٰذا اسے سند بنانا غلط اور بچنا ہی مناسب ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... بعض کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں سکوت واجب ہے اور فوت شدہ لوگوں کو برا کہنا ممنوع ہے۔ اس قول کا قائل خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کسی کا اسلام دلیل قوی یا صحیح سے ثابت نہیں اس لیے یہ بات اس نے تقویٰ کی بنا پر کی ہے اور یہ تو تم جانتے ہو کہ تقویٰ سے فتویٰ کی اہمیت زیادہ ہے۔ مزید یہ کہ یہ برا بھلا کہنا نہیں ہے بلکہ حقیقت حال کا اظہار ہے جس کا بیان عقیدے کی اصلاح کے لیے نہایت ضروری ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور اگر یہ برا بھلا کہنا ہے تو پھر سب سے پہلے برا بھلا کہنے والے تو خود آپ ﷺ اور پھر ان سے روایت کرنے والے صحابہ اور ان سے نقل کرنے والے تابعین اور بعد میں روایت کرنے والے ہمارے زمانے کہ!

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور توقف تو اس صورت میں ہوتا ہے جب دلیلیں قوت میں برابر اور باہم متعارض ہوں اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو متقدم اور متاخر کا پتہ نہ ہو جب کہ یہاں پر ایسا کچھ نہیں ہے کیونکہ جو دلیلیں وہ لائے ہیں نہایت ہی باطل ہیں لہذا صحیح دلیل کے مقابل نہیں لائی جا سکتیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... جب ان دلائل کا بطلان ثابت ہو چکا تو پھر صحیح دلائل اپنے جگہ پر قائم اور مستحکم ہیں تو اب ہم انہیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں اور معترضین کے اعتراضات اور ان کا جواب بھی جس کے

الثقات وفی التهذیب عن الدار قطنی یعتبر بہٖ وعن ابی حاتم شیخ صالح اٰہ وتشدد ابن معین مشهور ثم جرحہٗ مبهم فهو حسن الحدیث ولهٰذا قال فیه فی التقریب صدوق فیه لیّن اٰہ ومثل هٰذا لایطرح حدیثہٗ لاسیما مع کثرة الشواهد والمتابعات واماقول ابن عدی "لااعرفہٗ" فلا یضره لانہٗ قد عرفه غیرہٗ.

قال ابو محمد:..... وبقیة رجالہ کرهم ثقة فشیخ الحاکم مذکور فی تذکرة الذهبی وبقیة رجاله لهم ذکر فی التهذیب والتقریب وابن جریح اسمہٗ عبدالملك ابن عبدالعزیز بن جریج .

قال ابو محمد:..... واعتراض علیه ایضاً فقیل الآیة نزلت فی ابی طالب کما هو المشهور والمذکور فی الحدیث فهٰذا یدل علیٰ کون الخبر خطأ قلنا لیس فی الخبر انها نزلت حینئذٍ ولم یقل صلی اللّٰه علیه وسلم انها نزلت الآن وانما اخّبرها نزلت علیّ فی مثل هٰذا المعنیٰ لان فی قصة ابی طالب کما سیأتی فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لاستغفرن لك مالم انه عنك فانزل اللّٰه عزوجل ماکان للنبی والذین آمنوا۔ الآیة واحسن منه ذالك انما ابا نعیم اخرج هٰذا الحدیث فی تاریخہٖ من هٰذا الطریق وفیه ثم استأذنت فی الاستغفار فلم یأذن لی و قرأ ماکان للنبی الخ فهٰذا دلیل علیٰ انها لم تنزل فی ذالك الوقت بل قرأها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم .

قال ابو محمد:..... وفی الباب عن زید بن الخطاب عن الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی فی المجمع فیه من لم اعرفہٗ وعن ابن مسعود بلفظ جاء ابنا ملیکة فقالا یا رسول اللّٰه انّ امّنا کانت تکرم الضیف وقد وأدت فی الجاهلیة فاین امنا فقال امکما فی النار فقاما وشق ذالك علیهمّا فدعاهما رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال ان امی مع امکما . الحدیث اخرجہٗ ابن شاهین من طریق عثمان ابن عمر الهالك المذکور وقد احتجوا بحدیثہٖ فلهٰذا ذکرناه الزاماً لهم والا فقد اغنانا اللّٰه تعالی عن مثل هٰذه الاخبار الواهیة بالاحادیث الصحیحة الثابتة .

قال ابو محمد:..... فالمنع عن الاستغفار لها دلیل ظاهر علیٰ کونها علیٰ غیر الملة لاسیما مع التنصیص فی قولہٖ تعالیٰ ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفرو للمشرکین الآیة . وقد بَوّب علیه ابن حبان فی صحیحہٖ فقال ذکرما یستحب للمرء ان یترك الاستغفار لقرابتہٖ المشرکین اصلا لاحد فهٰذا نص جلی لایرد بروایات

بعد کسی سوال کی گنجائش ہی نہ رہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ان دلائل میں سے وہ روایت کہ جسے یزید بن کیسان نے ابو حازم سے اور اس نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: "استاذنت ربی فی ان استعفر لا می فلم یئوذن لی واستا ذنت فی ان ازور ها قبر فاذن لی" ، میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہ ملی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت دے دی "اخرجه مسلم فی صحیحه" قال حدثنا یحی بن ایوب ومحمد واللفظ لیحی حدثنا مروان بن معاویة عنه وقال حدثنا ابو بکر ابی شیبه وزهیر بن حرب قالا حدثنا محمد بن عبید عنه واخرجه النسائی فی سننه قال اخبر نا قتیبه حدثنا محمد بن عبید عنه و اخرجه ابو داود دفی سننه قال حدثنا محمد بن سلیمان الانباری نا محمد بن عبید عنه:

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور سند کے تمام راوی ثقہ ہیں ابو حازم یہ سلیمان الاشجعی ہیں اور ابو بکر بن ابی شیبہ یہ صاحب مصنف عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ہیں اور محمد بن عبید طنافسی ہیں اور قتیبۃ کے بیٹے ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس روایت پر اعتراض کیا جاتا ہے دو طرح سے ایک یہ کہ صاحب تقریب نے یزید بن کیسان کے متعلق کہا ہے "صدوق یخطی" صادق اللسان ہے غلطی کرتا ہے اس کا جواب یہ کہ صدوق مان لینے کے بعد "یخطی" سے راوی کے معتبر ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا جب کہ امام الجرح والتعدیل ابن معین اور ابن حنبل، نسائی اور دار قطنی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس نے اپنی اس روایت میں تو کوئی غلطی نہیں کی ہے باقی غلطی کا ہونا تو اس سے کوئی شر مامون نہیں ابن حبان نے الثقات میں کہا ہے کہ غلطی کرتا تھا اور مخالفت بھی لیکن اس کی غلطیاں زیادہ نہ تھیں کہ اسے معتبر نہ مانا جائے اور نہ ہی اس نے کوئی منکر روایت بیان کی لہٰذا وہ روایت میں قابل قبول ہے سوائے ایسی صورت کے جہاں اس کی غلطی ظاہر ہو جائے تو وہ ترک کردی جائے گی جیسا کہ اس کے علاوہ بھی ثقہ راویوں کا معاملہ ہے۔ مزید یہ کہ اس کی روایت کے لیے شاھد روایات موجود ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا لہٰذا غلطی کا شبہ بھی جاتا رہا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... کہا جاتا ہے کہ یحی بن سعید القطان نے اس کے متعلق کہا کہ قابل بھروسہ نہیں "لیس ممن یعتمد علیه" اور ابو احمد الحاکم نے کہا کہ محدثین کے نزدیک حافظ حدیث نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ کہ خود القطان کا یہ قول موجود ہے کہ "صالح وسط" اچھا درمیانہ ہے اس لیے وہ معتبر ہی رہے گا پھر دار قطنی اور ابن حنبل کی توثیق ہی کافی ہے کیونکہ وہ معتدل علماء جرح وتعدیل میں سے ہیں جیسا کہ عبدالحی

واهية لايثبت منها شئٌ .

قال ابو محمد: ...... وتأويل بعضهم فى هٰذا يحتمل ان يكون النهى عن الاستغفار الأمر آخر لا للكفر بدليل انهٗ كان فى صدر الاسلام ممنوعاً من الصلوٰة علىٰ من عليه دين وهو مسلم فلعلهٗ كانت عليها تبعاً غير الكفر فنهى عن الاستغفار لها .

قال ابو محمد: ...... لهٰذا مجرد قول لادليل لقائلهٖ ثم تلاوتهٗ صلى الله عليه وسلم الآية المذكورة قاطعة للنزاع ثم انما نهى عن الصلوٰة علىٰ من عليه دين لاعن الاستغفار فالمقياس مع كونهٖ باطلا يكون فيها عن فيه عين الباطل ثم لقائل ان يقول فلم احياها لتؤمن وتتوب والحال ان عليها تبعات كما قيل فبطل ماحيل .

قال ابو محمد: ...... وقيل يمكن ان يكون ذالك المنع فى اول الاسلام ثم اجازهٗ تعالىٰ وهٰذا تموية بلا برهان وتحكم بلا سلطان ثم ننشدهم بالله فنقول هل كانت مشركة ام لا على الاول لم ينسخ النهى عن الاستغفار للمشرك وعلى الثانى لم يمنع عن الاستغفار لغير المشرك اصلاً وقد قال الله تعالى ويغفر مادون ذالك لمن يشاء (النسآء) ولا حاجة الىٰ هٰذا التكلف الذى هوعين التعسف .

قال ابو محمد: ...... وقيل ان بكائهٗ صلاتهٗ عليه وسلم تأسفاً عليها فانهالم تدركهٗ وقت الايمان وهٰذا كاف فى الباب ان سلموه ولم يثبت ايمانها بعد موتها بوجه من الوجوه ثم يكذب ذالك قولهٗ صلى الله عليه وسلم فلم يأذن لى فذكر تها فذرفت نفسى فبكيت كما فى حديث بريدة عن ابن ابى شيبة وكذايبطلهٗ و يخذلهٗ قولهٗ صلى الله عليه وسلم فاخذنى مايأخذ الولد لوالدهٖ فذالك الذى ابكانى كمافى حديث ابن مسعود عندا لحاكم .

قال ابو محمد: ...... وقيل انما سمنعهٗ ربهٗ عن الاستغفار لها لانهٗ كان فى علمهٖ انهٗ يحييها بعد فتؤمن وهٰذا ابطل مما مضىٰ لانهٗ لوكان احياها علىٰ تقدير الثبوت للايمان فالاستغفار قبل موتها مما لابد منه فانهٗ تعالىٰ اذا اراد ان يغفر لاحد يوفقهٗ الاستغفار والتوبة ولكن انا امنع عن ذالك اصلاً فهو آخر الانكار عن ان يتوب عليه .

قال ابو محمد: ...... فقيل ارتجى النبى صلى الله عليه وسلم شفاعتهما هما يوم القيامة فلا حاجة للاستغفار وفيه ان مرادهٗ من الخبر الباطل كما مضىٰ فهو مثلهٗ ثم

لکھنوی نے الرفع والتکمیل میں سخاوی سے بالصراحت نقل کیا ہے مزید یہ کہ نسائی اور ابن معین کی تعدیل جب کہ وہ متشددین میں سے ہیں اور متشدد کے تعدیل تو غنیمت ہے اس لیے اسے کافی سمجھو۔ اسی لیے صاحب التقریب نے اسے صدوق کہا ہے اور وہ تقریب کے مقدمے میں تصریح کر چکے ہیں کہ وہ ہر راوی کے بارے میں اعدل الاقوال یعنی مناسب ترین قول درج کریں گے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ذھبی نے میزان میں عبدالوھاب کے تذکرے میں اس روایت کو صحیح قرار دیا جب کہ مسلم نے اسے اپنی صحیح میں درج کیا اس لیے یہ ان کے نزدیک بھی صحیح ہے پھر ابو داؤد نے سنن میں اس پر سکوت کیا جس کا مطلب کہ ان کے نزدیک بھی یہ روایت صالح (ٹھیک) ہے کیونکہ ابو داؤد کی طرف منسوب رسالہ جو کہ اہل مکہ کی طرف انہوں نے لکھا اس میں ہے اگر اس (سنن) میں کوئی روایت منکر (غیر معتبر) ہے تو میں نے اس کا منکر ہونا بیان کر دیا ہے اور اگر روایت میں شدید کمزوری (وھن شدید) ہو تو بھی بتا دیا ہے اور اسی طرح جس کی سند ثابت نہ ہو اور جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تو وہ روایت صالح (ٹھیک) ہے اور بعض روایات زیادہ صحیح ہیں بعض کچھ کم ابو داؤد کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ اس روایت میں نہ تو نکارت ہے اور نہ وھن (کمزوری) اور نہ ہی شدید ضعف خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... منذری نے بھی الترغیب والترھیب میں اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا ان کے نزدیک بھی یہ روایت ٹھیک ہے۔ حاکم نے المستدرک میں کہا کہ یہ روایت امام مسلم کے قاعدے کے مطابق صحیح ہے (صحیح علی شرط مسلم) ذھبی نے بھی تلخیص میں اس امر کا اقرار کیا ہے حازمی نے الاعتبار میں کہا کہ یہ روایت صحیح ہے اور سیوطی نے مسالک الحنفاء میں اس کے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... روایت نص صریح ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور نسائی نے اس پر مشرک کی قبر پر جانا ''باب ماجاء فی زیادہ قبور المشرکین'' کا باب باندھا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ان دلائل میں سے ایک وہ روایت ہے جسے بریدۃ بن الحصیب سے روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے کہا "حدثنا محمد بن عبدالله الاسدی عن سفیان عن علقمة بن مرثد عن سلیمان بن بریدة عن ابیه قال لمافتح رسول الله ﷺ مکة اتی حزم قبر مجلس الیه فجعل کهیئه الخاطب وجلس الناس حوله فقام وهو یبکی قد لقاه عمر وکان من اجرء الناس علیه فقال بابی انت وامی یا رسول الله ما الذی ابکاك قال هٰذا قبرا می سالت ربی الزیارة فاذن لی وسالت الاستغفار فلم یا ذن لی فذکر تها قدرفت نفسی فبکیت قلم یوم اکثرباکیا من یومئذ بریدة رضی الله عنه سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ایک قبر پر آئے اور بیٹھ گئے گویا گفتگو کر رہے ہوں اور لوگ ان کے گرد

الاستغفار لایضع عنه لمن ترجی شفاعتهٗ اونجاتهٗ فتذکر .

قال ابو محمد: ..... هٰذا کلهٗ فی والدتهٖ صلی اللّٰه علیه وسلم خاصة وامافی والدهٖ فمنها حدیث انس رواه حماد بن سلمة عن ثابت عنه قال ان رجلاً قال یارسول اللّٰه این ابی قال فی النار فلما قفیٰ دعاه فقال ان ابی واباك فی النار اخرجهٗ مسلم فی صحیحهٖ قال حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن ثٰبت عنه ان رجلاً قال یا رسول اللّٰه این ابی قال فی النار فما قفل دعاه قال ان ابی واباك فی النار اخرجهٗ مسلم فی صحیحهٖ قال حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة فذکرة واخربهٗ ابو داؤد فی سننهٖ قال حدثنا موسیٰ بن اسماعیل نا حماد فذکرهٗ واخرجهٗ ابو عوانة فی صحیحهٖ قال حدثنا جعفر بن محمد الصائغ قال حدثنا عفان قال حدثنا حماد بن ابی سلمة ح وحدثنا ابو داؤد السجزی قال حدثنا مالك بن اسماعیل قال حدثنا حماد بن سلمة فذکرهٗ .

قال ابو محمد: ..... هذا حدیث صحیح اسناده ورجالهٗ کلهم ثقات لهم ذکرو التقریب والتهذیب وثابت هوابن اسلم البنانی وعفان هوابن مسلم وابو بکر بن ابی شیبة اسمهٗ عبد اللّٰه بن محمد بن عثمان وابو داؤد السجزی هو السجتستانی سلیمان بن اشعث صاحب السنن الشهیر لوجوه . الاول:١ انا ابو عوانة تارة یقول السجزی وتارة اخرای یقول السجستانی والثانی نسبة الیٰ سجستان علیٰ خلاف القانون کما نبه علیه ابن ماکولا فی الاکمال والسمعانی فی الأنساب والذهبی فی مشتبه النسبة والثانی ان ابن ماکولا ذکره فی الاکمال فیمن انتسب الیهم فقال فی باب السجزی وابو داؤد سلیمان ابن الاشعث السجزی صاحب کتاب السنن وغیره من التصانیف امام حافظ ثقة امین۔ والرابع ان ابا داؤد اخرج هذالحدیث فی سننهٖ عن موسٰی بن اسماعیل بهذالاسناد کما ذکرنا .

قال ابو محمد: ..... وابو داؤد الامام الثقة لایسئل عن مثلهٖ بن هو یُسئل عن مثلنا فالحدیث جید الاسناد وجری بالاعتماد واعترض علیه بوجوه فقیل حماد تکلم فیه وهذا لاشئی لانة وثقة الائمة واثنوا علیه حتیٰ قال ابن المدینی وابن عدی من تکلم فیه فاتهوا فی الدین وقال النسائی من یجتری ان یتکلم فیه کما فی التهذیب ووثقة فی التقریب فهو اعدل الاقوال فیه فتد برولمن وثقة کما فی التهذیب ابن

بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے اور وہ رو رہے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور وہ لوگوں میں سے زیادہ جرا تمند تھے تو عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان اے رسول اللہ کس چیز نے آپ کو رلا دیا تو آپ نے فرمایا یہ میری ماں کی قبر ہے میں نے اپنے پروردگار سے اس قبر کی زیارت کی اجازت مانگی جو اللہ نے دے دی پھر میں نے ان کے لیے بخشش کی دعا کی اجازت مانگی جو اللہ نے نہ دی تو میں نے انہیں یاد کیا جس سے میرا دل پسیج گیا تو میں رو پڑا پھر اس دن سے زیادہ کوئی دن رونے والا نہ تھا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور یہ سند اس میں کوئی کلام نہیں اور اس کے تمام راوی معتبر ہیں سفیان وہ ابن سعید بن مسروق الثوری مشہور ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس روایت پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں محمد بن عبداللہ الاسدی ہے جس کے بارے میں صاحب التقریب نے کہا ہے کہ قد یخطی فی حدیث الثوری'' ثوری سے روایت میں کبھی غلطی کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حرف ''قد'' تقلیل کے لیے یعنی کبھی کبھی کے معنیٰ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیشہ غلطی نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے اور کیا یہ روایت وہ ہے کہ جس میں اس سے غلطی ہوئے ہے؟ اس کے لیے الگ سے دلیل درکار ہے اور یہاں ایسی کوئی چیز نہیں جس میں اس سے غلطی ہوئی ہو

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر اس کے لیے ایک قوی شاھد موجود ہے بیہقی روایت کرتے ہیں کہ "اخبر نا الحسن بن علی بن عبدان انبا احمد بن عبید الصفار تنا احمد بن ابراھیم بن سلمان ثنا عمرو وھو ابن خالد ثنا زھیر عن زبیر عن محارب ابن دثار عن بریدة عن ابیه قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فنزلنا منزلا ونحن معه قریبا من الف راکب فقال صلی رکعتین ثم اقبل علینا وعیناه تذرفان فقام الیه عمر ففداه بالاب والام وقال له مالك یا رسول الله قال انی اساذنت ربی فی استغفاری لامی قلم یاذن لی فبکیت لھا رحمة من النار وانی کنت نھیت عن زیارة القبور فزوروھا الحدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نکلے پھر ایک منزل پر رکے اور ہم ایک ہزار کے قریب لوگ تھے پھر کہا کہ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے تو عمرؓ آپ کی جانب اٹھ کر آئے اور ماں باپ قربان کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ کو کیا ہوا ہے آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی دعا کی تو اللہ نے اجازت نہ دی تو میں ان کے لیے رو پڑا آگ کے ڈر سے اور میں نے قبروں پر جانے سے روکا تھا تو اب بھلے جایا کرو الحدیث۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس سند کے راوی سارے ثقہ ہیں بیہقی کے شیخ اور ان کے شیخ الصفار کو خطیب نے

معین والعجلی وابن سعد والنسائی وقال الباجی کان حافظ ثقة وادعی ابن حبان اجماع اهل النقد علی ثقتهٖ وأمانته .

قال ابو محمد: ..... وقیل حما دتغیر . بآخره وهذ لایضره حدیثه هذا لانة قبل الاختلاط فقال البیهقی هو احذ ائمة المسلمین الاان کبر ساء حفظه فلذا ترکهٗ البخاری واما مسلم فا جتهد واخرج من حدیثه من ثابت ماسع منه قبل تغیرهٖ کذافی التهذیب فهذا دلیل علیٰ ان حدیثهٗ هذا عن ثابت فی الاصول کما صرح بهٖ صاحب التهذیب نقلاً عن البیهقی والحاکم .

قال ابو محمد: ..... وقال السیوطی فی مسالك الحنفاء وقع فی احادیثهٖ مناکیر ذکرو ان ربیعة دسها فی کتبهٖ وکان حماد لایحفظ بها فوهم فیها وهذالروایة غیر ثابتة فذکرها صاحب التهذیب عن عباد بن صهیب ثم قال عباد ایضاً لیس بشیٔ فهو کما قال ففی المیزان احد المتروکین قال ابن المدینی زهب حدیثه قال البخاری والنسائی وغیرهما متروك فقال ابن حبان کان قدریاً داعیة ومع ذالك یروی اشیاء اذا سمعها المتبدی فی هذهٖ الضاعة شهد لها بالوضع . فهذهٖ خیانة من السیوطی حیث نقل هذهٖ العبارة عن التهذیب ولم یذکر مافیه عن الجرح علیها ونسال اللّٰه العافیة .

قال ابو محمد: ..... وقال السیوطی ایضاً لم یخرج لهٗ البخاری شیئاً ولا اخرج لهٗ مسلم فی الاصول عن ثابت . وفیه ان کل من لم یخرج لهٗ البخاری لیس ممن لایحتج بهٖ کما لایخفیٰ علیٰ اولی النهیٰ بل قد ثبت عن البخاری نفسه توثیقه ففی التهذیب نقلاً عن ابن حبان لم یخرج لهٗ البخاری معتمداً علیه بل التشهد به فی مواضع لیبین انهٗ ثقة . واما مسلم فاخرج عنه فی الاصول من روایتهٖ عن ثابت کما سمع السیوطی ونقل ذالك عن الحاکم فی مدخلهٖ وهذهٖ روایتهٗ عنه فلا معنیٰ لهذا الاعتراضهٖ .

قال ابو محمد: ..... وقال ایضاً مجیباً فی هذا الحدیث الجواب ان هذه اللفظ وهو قولهٗ ان ابی واباك فی النّار لم یتفق علی ذکرها الرواة وانما ذکرها حماد بن سلمة عن ثابت عن انس وهی ..... التی رواه مسلم فنها وقد خالفه معمر عن ثابت فلم یذکرها ولکن قال له اذا مررت بقبر کافر فبشره بالنار"

قال ابو محمد: ..... فهذا جفاء منه وحیلة باطلة لابطال الحق لانة لامنافاة بین هٰذین

اپنی تاریخ میں ثقات میں شمار کیا ہے اور احمد ابن ابراہیم بن سلمان کو بھی خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور دار قطنی سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور اس کے باقی رواۃ کی صاحب التقریب نے توثیق کی ہے اور یہ عمرو ابن خالد بن فروخ الخذامی ابوالحسن الحرانی ہے اس کے طبقہ سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ صاحب التقریب نے ابن ملحان کو اس کے شاگردوں اور زھیر کو اس کے استادوں میں شمار کیا ہے اور زبیر وہ ابن الحارث الیامی جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن بیقہی میں تصریح ہے۔ اور ابن بریدہ یہ سلیمان ہیں۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:..... اگر یہ اعتراض ہو کہ اس روایت کو مسلم نے اپنی صحیح میں یحی بن یحی عن زھیر بن معاویہ سے روایت کیا ہے اور اس میں آپ ﷺ کی والدہ کے قصے کا تذکرہ نہیں اس کا جواب یہ کہ اگر یحیٰ نے اسے بیان نہ کیا تو اس سے کیا خلل واقع ہوا؟ یہ ایک ثقہ راوی کا مزید بیان ہے جو کہ اہل اصول کے نزدیک مقبول ہے۔ عمرو بن خالد نے زیادہ بیان کیا ہے نا؟ تو وہ ثقہ ہے اسے ابن حبان اور مسلمۃ بن قاسم نے ثقہ کہا ہے اور عجلی نے کہا کہ "ثقة ثبت" قابل اعتماد معتبر ہے اور دار قطنی نے کہا کہ "ثقہ حجۃ" قابل اعتماد قابل دلیل ہے اور ابو حاتم نے کہا صدوق سچا ہے۔ یہ تمام اقوال تہذیب سے منقول ہیں۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:..... ایک اور ثقہ راوی نے اس کی متابعت کی ہے اور وہ ہے احمد بن عبدالملک اب واقد الحرانی صاحب تقریب نے اس کی توثیق کی ہے اور کہا کہ اس کے متعلق بلا دلیل کلام کیا گیا ہے (تکلم فیہ بلا حجۃ) اور اس کی روایت بھی بیہقی کے ہاں منقول ہے لہٰذا غلطی کی تہمت زائل ہوگئی بلکہ اور زیادہ قوی نہ ہوگی۔ پھر زھیر نے بھی اس کی متابعت کی ہے اس مزید بیان میں عبد بن محمد بن نفیل صاحب تقریب نے اس کے متعلق کہا کہ ثقہ حافظ اور حاکم نے مستدرک میں اس سے روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ روایت بخاری ومسلم کے شرط پر صحیح ہے اور تلخیص میں ذھبی نے بھی اس بات کا اقرار کیا لہٰذا روایت کی صحت میں کوئی شک نہیں رہ جاتا اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس روایت کو درج کیا ہے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:..... اور ان روایات میں سے ابن مسعود کی بھی روایت ہے جسے حاکم نے بیان کیا ہے

"حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا بحر بن نصر حدثنا عبدالله بن وهب انبا ابن جریج عن ایوب بن هانی وعن مسروق الاجدع عن عبدالله بن مسعود قال خرج رسول الله ﷺ ینظر فی المقابر وخر جنا معه وامر نا فجلسا ثم تخطا القبور حتی انتهی الی قبر منها فنا جاه طویلا ثم ارتفع نحب رسول الله ﷺ باکیا فبکینا لبکائه ثم اقبل الینا فتلقاه عمر بن الخطاب فقال یا رسول الله ماالذی ابکاك فقد ابکانا ببکائك وافز عنا فجاء وجلس الینا فقال افزعکم بکائی قال نعم یا رسول الله فقال ان القبر الذی رایتمونی انا جی فیه قبر امیٰ اٰمنة بنت وهب وانی استاذ نت ربی

اللفظین بل هما حدیثان مستقلان علی حدهما یصدق احدهما الآخر ویؤید انه جواب سوال السائل "فاین ابوك" وسیاتی هذا الحدیث ثم هذه الزیادة وان لم یذکرها معمر ولکن حماد ثقة فزیادته مقبولة مالم تقع منافاة فیه الاصول کما تقرا فی الاصول وصرح السیوطی نفسه بقول الزیادات الثقات فی "تدریب الراوی" والفیة الحدیث.

قال ابو محمد:..... ثم قال ایضاً وهو اثبت من حیث الروایة فان معمرًا اثبت من حماد تکلم فیه ووقع فی احادیثه مناکیر واما معمر فلم یرومسلم فیه ولااستنکر شئ من حدیثه واتفق علی التخریج لهٗ الشیخان فکان لفظه اثبت.

قال ابو محمد:..... حماد لم یثبت الکلام فیه اصلاً کما مر ثم معمر ایضاً تکلم فی حدیثه عن البصریین والکوفیین انظر التهذیب نقلا عن ابن معین فبطل قولهٗ لم یستنکر شئ من حدیثه ثم لم یذکر السیوطی سند حدیث معمر لنری حال بقیة رجاله وکیف یکون اثبت من حماد علی الاطلاق واما اخرج الشیخین لهٗ فلقائل ان یقول لم یخرج احد منهما حدیثه هذا واما حدیث حماد المذکور فاحتج بمه احدهما فهذا وجه وجیه للترجیح بالعکس ثم فی روایته معمر عن ثابت کلام قال صاحب التقریب ثقة ثبت فاضل الا ان فی روایته عن ثابت والاعمش وهشام بن عروة شیئا وکذافیماحدیث به بالبصره وقال ابن معین و معمر عن ثابت ضعیف و قال ایضاً حدیثه عن ثابت وعاصم بن ابی النجود وهشام بن عروة مضطرب کثیر الاوهام کذافی التهذیب.

قال ابو محمد:..... وحماد اثبت من جمیع الآخرین عن ثابت ففی التقریب هواثبت الناس فی ثابت وفی التهذیب نقلاً عن ابن المدینی لم یکن فی اصحاب ثابت اثبت من حماد بن مسلمة وعن احمد بن حنبل اثبتهم فی ثابت حماد بن سلمة. فهذا دلیل علیٰ ان حدیثها اصح من حدیث معمر عنه وهٰذا وجه ثالث لترجیح حدیثه حتیٰ قال امام هٰذا الشان ابن معین من خالف حماد بن سلمة فی ثابت فالقول قول حماد وقال الامام احمد بن حنبل حماد بن سلمة فی ثابت عن معمر کذافی التهذیب.

قال ابو محمد:..... فهذا دلیل علیٰ انه الصحیح عن ثابت مارواه حماد عنه وان خالفه

فی زیارتها فاذن لی فیه فاستاذنته فی الاستغفار لها فلم یاذن لی فیه ونزل علی " ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان استغفروا للمشرکین حتی ختم الاٰیه وما کان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایاه فاخذنی ما یاخذ الولد لوالده من الرقة فذالك الذی ابکانی . ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ قبروں پر نظر ڈالنے کے لیے نکلے اور ہم بھی ان کے ساتھ نکلے ہمیں بیٹھنے کا حکم ملا پھر آپ ﷺ قبروں پر سے ہوتے ہوئے ایک قبر تک پہنچے اور پھر خاموشی سے کافی دیر دعا کرتے رہے پھر آپ ﷺ کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو آپ ﷺ کے رونے پر ہم بھی رونے لگے پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے تو عمرؓ ان کے پاس آئے پھر کہا کہ اے اللہ کے رسول کس چیز نے آپ کو رلا دیا ہے کہ آپ کے رونے پر ہمیں بھی رونا آ رہا ہے اور ہم سہمے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ آئے اور ہماری جانب توجہ کر کے بیٹھے پھر فرمایا کیا میرے رونے نے تمہیں سہما دیا ہے؟ جواب دیا کہ جی ہاں تو فرمایا کہ وہ قبر جس کے پاس تم نے مجھے دعا کرتے پایا میری ماں اٰمنہ بنت وھب کی قبر ہے اور میں نے اپنے پروردگار سے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت عطا فرمائی پھر میں نے ان کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہ دی اور مجھ پر یہ فرمان خدا نازل ہوا کہ ''نبی اور اہل ایمان کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے دعا کریں'' اور ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لیے صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس کے ساتھ کیا تھا پھر جب ان کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا (توبہ) تو مجھے اسی نرمی کے احساس نے آلیا جو کہ اولاد کو ماں باپ کے لیے ہوتی ہے تو اس بات نے مجھے رلا دیا۔''

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... حاکم نے کہا کہ صحیح علی شرط الشیخین ولم یخر جاہ جبکہ ذہبی نے تلخیص میں تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایوب بن ھانی کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن حبان نے اسے ثقات میں درج کیا ہے اور تھذیب میں ہے کہ دار قطنی نے کہا یعتبر به یعنی قابل اعتبار ہے اور ابو حاتم نے کہا شیخ صالح۔ چونکہ ابن معین کا تشدد مشہور ہے پھر یہ کہ اس کی جرح مبھم ہے لہٰذا اس راوی کی روایت حسن شمار ہوگی اسی لیے تقریب میں اس کے متعلق کہا ہے کہ صدوق فیہ لین یعنی سچا ہے اس میں تھوڑی کمزوری ہے اور اس طرح کے راوی کی روایت رد نہیں ہو سکتی خاص طور پر جبکہ بکثرت شواھد اور متابعات موجود ہوں۔ رہی بات ابن عدی کی کہ لا اعرفہ تو اس سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ اسے جاننے والے بکثرت ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس کے باقی راوی سارے ثقات ہیں۔ حاکم کا تذکرہ شیخ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ میں مذکور ہے اور اس کے علاوہ راوی التھذیب اور التقریب میں مذکور ہیں اور ابن جریج کا نام عبد الملک بن

معمر اوغیره کائنامن کان وهذا کله اذا وقعت المنافاة بین روایتیهما فکیف اذا وافقت احدهما الاخریٰ فالحاصل ان الحدیث صحیح لاغبار علیه ومن احتج به فلا عار علیه وادخال مسلم وابی عوانة لهٗ فی صحیهما دلیل علیٰ کونه صحیحاً عند هما وسکت علیه ابو داؤد فهو صالح عندهٗ.

قال ابو محمد: ..... فهذا الحدیث صالح لامدخل فیه للتاویل وقد بوب علیه ابو عوانة فی صحیحه "والکافر لا ینفعة معروفة اذا مات" وبوب علیه النووی علیٰ متن مسلم فقال" باب بیان ان من مات علی الکفر فهوفی النار ولاتنالهٗ الشفاعة ولاتنفعة قرابة المقربین.

قال ابو محمد: ..... ومنها حدیث عبدالله بن الخطاب اخرجهٗ ابن ماجهٗ فی سننه قال حدثنا محمد بن اسماعیل البختری الواسطی حدثنا یزید بن هارون عن ابراهیم بن سعد عن الزهری عن سالم عن ابیه قال جاء اعرابی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان ابی کان یصل الرحم وکان وکان فاین هو قال فی النار فکانه وجد من ذالك فقال یا رسول الله فاین ابوك قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حیث مامررت بقبر مشرك فبشرة بالنار قال فاسلم الاعرابی بعد فقال لقد کلفنی رسول الله ﷺ تعبا ما مررت بقبر کافر الا بشرته بالنار.

قال ابو محمد: ..... هذا اسناد ایضاً صحیح رجاله کلهم وثقهم فی التقریب وابرهیم بن سعد هو الزهری وسالم هو ابن عبدالله عمر بن الخطاب احد افقهاء السبعة وابوه صحابی ابن صحابی رضی الله عنها قال ابن اسحاق اصح الاسانید کلها الزهری عن سالم عن ابیه کما فی التهذیب.

قال ابو محمد: ..... فجوابه صلی الله علیه وسلم فی قول السائل "این ابوك" دلیل علیٰ انهٗ مات علی الشرك والا فیکون الکلام لغوًا والحدیث قدادخله ابن ماجة فی "باب ماجاء فی زیارة قبور المشرکین" والا تفات الیٰ ماذکرة السیوطی من العذر الذی لایقبله اهل النظر حیث قال هذا الجواب دلیل علیٰ انّه لم ینص علی کون ابیه فی النار بل لمشرك والکافر وهٰذٖ کما تریٰ نایٰ عن الحق وتاویل القول بما لا یرضیٰ به قائله فان سوال الاعرابی یبقی بلاجواب ومثل هٰذا سیمیٰ مغالطة وشان سید المرسلین اجل من ذالك وارفع فیما قالهٗ لایصفی الیه والایسمع.

عبدالعزیز ابن جریج ہے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:..... اس پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی جیسا کہ مشہور ہے اور احادیث میں مذکور ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اس روایت میں غلطی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت میں ایسی کوئی بات نہیں کہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے اسے نہیں فرمایا کہ یہ مجھ پر ابھی نازل ہوئی ہے بلکہ صرف یہ بتایا کہ یہ آیت جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اسی معنی میں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "لا ستغفر لك مالم انه عنه" تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس مفہوم کے لیے اس سے واضح الفاظ وہ ہیں جنہیں ابونعیم نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اسی طریق سے کہ "ثم استاذنت فی الاستغفار فلم یاذن لی" وقرا ماکان للنبی الیٰ اخر الاٰیة۔" پھر میں نے استغفار کی اجازت مانگی تو مجھے نہ دی اور آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ ماکان للنبی الاٰیه۔ تو یہ بات دلیل ہے کہ وہ آیت اس وقت نازل نہیں ہوئی بلکہ اسے آپ ﷺ نے پڑھا استدلال کے لیے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:..... اور اسی موضوع پر زید بن خطاب سے المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے جس کے متعلق ھیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا کہ "فیه من لم اعرفه" اس میں ایک راوی ہے جس کو میں نہیں جانتا اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ ملیکہ کے دو بیٹے آئے اور بولے کہ اے اللہ کے رسول بیشک ہماری ماں مہمان نوازی کیا کرتی تھی اور جاہلیت میں انہیں دفن کر دیا گیا تو ہماری ماں اب کہاں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "امکما فی النار" تم دونوں کی ماں جہنم میں ہے تو وہ دونوں کھڑے ہوگئے اور یہ بات ان پر شاق تھی تو آپ ﷺ نے انھیں بلایا پھر فرمایا کہ "ان امی مع امکما" بیشک میری ماں تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے الحدیث اس روایت کو ابن شاہین نے عثمان بن عمر تباہ کن (الھالک) کے طریق سے روایت کیا ہے چونکہ انہوں نے اس کی روایت سے دلیل پکڑی ہے اس لیے ہم نے بھی الزامی طور پر اسے ذکر کر دیا ورنہ اللہ کے فضل سے صحیح روایات کے ہوتے ہوئے ہم اس طرح کی واھی تباہی رویات سے بے نیاز ہیں فللّٰه الحمد۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:..... استغفار سے منع کیا جانا واضح دلیل ہے ان کے ملت اسلامیہ پر نہ ہونے کی خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نص کے ہوتے ہوئے کہ "ماکان للنبی والذین اٰمنوا ستغفروا للمشرکین" اور اس پر ابن حبان نے اپنی صحیح میں باب باندھا ہے کہ "ذکر ما یستحب للمئر ان یترك الاستغفار لقرابته المشرکین اصلا لاحد" اس کا بیان کہ اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے استغفار نہ کرنا مستحب ہے کسی کے لیے بھی نہیں" سو یہ واضح نص ہے جسے واہیات روایات کی بنا پر رد نہیں کیا جاسکتا کہ جن سے کوئی چیز ثابت ہو ہی نہیں سکتی۔

قال ابو محمد: ..... ومنها حديث سعد بن ابى وقاص اخرجهٗ البزار والطبرانى فى الكبير والبيهقى من طريق ابراهيم بن سعد بن الزهرى عن عامر بن سعد عن ابيه ان اعرابياً قال لرسول الله صلى عليه وسلم اين ابى قال فى النار قال فاين ابوك قال حيثما مررت بقبر كافر فبشرة بالنار .

قال ابو محمد: ..... عامر هو ابن سعد بن ابى وقاص الزهرى المدنى الموثق فى تهذيب الكمال والتهذيب والتقريب وابوه صحابى جليل احد العشرة المبشرة والحديث صححه السيوطى فقال فى مسالك الحنفاء وهٰذا اسناد على شرط الشيخين وقال فى التعظيم والمنه اخرجهٗ البزار والطبرانى بسند رجال الصحيح وقال بعد ذكره وهذا حديث صحيح .

قال ابو محمد: ..... وهذا ايضاً نص صريح فى موت الوالد على الشرك وقد استنبط منه السيوطى فوائد وهى فى الاجل له مضرة لامفيدة فقال وفيه فوائد منها بيان ان السائل كان اعرابياً وهو مظنة خشية الفتنة والردة وفيه ان قوله "ابوك فى النار" ايضاً فيه مظنة ذالك فلم قال ثم فى اظهار الحق لاخشية اصلاً ثم ايمان اعرابى لاجل ذالك كما تقدم من حديث ابن ماجة وقد ذكر السيوطى محتجابهٖ فهذا يكذب قومه خشية الفتنة والردة .

قال ابو محمد: ..... ثم قال ومنها بيان جواب فيه ايهام وتوريه اذلم يصرح فيه بان الاب الشريف فى النار انما قال حيث مررت بقبر كافر فبشره بالنار وهٰذهٖ جملة لاتدل بالمطابقة علىٰ ذالك انما قد يفهم منها ذالك بحسن السياق والقرائن وهٰذا شان التورية والايهامات فكره صلى الله عليه وسلم يفصح لة حقيقة الحال ومخالفة ابيه فى المحل الذى هو فيه خشية ارتدادهٖ لم جبلت عليه النفس من كراهية الاستيشاد عليها .

قال ابو محمد: ..... تسمية كلام النبى صلى الله عليه وسلم توريهاً وايها ماً من اعظم جرأة السيوطى عليه بل ومن اكبر طوام الدنيا ان يكون النبى صلى الله عليه وسلم يوره جواباً فى مسئلة من امرالدين اويوهم وهو يتلوا قوله تعالى "بتين للناس ما نزل اليهم " (النحل) بل هذا التفوا لم يصدر الاعن قلة الادب معة صلى الله عليه وسلم وما يكون لنا ان نتكلم بهذا سبحانك هٰذا بهتان عظيم .

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... بعض لوگوں نے اس کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہوسکتا ہے استغفار سے ممانعت کسی اور بنا پر ہو جیسا کہ ابتدائے اسلام میں جس پر قرضہ ہو اس کی نماز جنازہ ممنوع تھی حالانکہ وہ مسلمان ہی ہو، تو ہوسکتا ہے ان پر کفر کے علاوہ کچھ اور لغزشیں ہوں لہٰذا ان کے لیے استغفار سے منع کیا گیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ فضول بات ہے جس کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے پھر آپ ﷺ کی جانب سے مذکورہ آیت کی تلاوت یہ احتمال کا جھگڑا بھی ختم کیے دیتی ہے پھر یہ کہ جس پر قرضہ ہو اس پر نماز جنازہ سے منع کیا گیا تھا استغفار سے نہیں لہٰذا یہ قیاس باطل تو ہے ہی مگر ہماری اس بحث میں تو باطل ہے۔ پھر اس احتمال کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ انہیں کیوں زندہ کیا گیا کہ وہ ایمان لائیں اور توبہ کریں حالانکہ ان پر کچھ لغزشیں ہی تھیں؟ جیسا کہ کہا گیا اور یوں یہ حیلہ بھی باطل ہوا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور کہا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے استغفار کی یہ ممانعت اول اسلام میں ہو پھر اللہ نے اس کی اجازت دے دی ہو۔ یہ محض ملمع سازی ہے بغیر دلیل کے پھر ہم انہیں قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا وہ مشرک تھیں یا نہیں اگر پہلی شق کو لیں تو مشرک کے لیے استغفار کی ممانعت منسوخ نہیں اور دوسری شق کی صورت میں غیر مشرک کے لیے استغفار سے کبھی منع کیا ہی نہیں گیا۔ اور اللہ خود فرماتا ہے کہ "ویغفر ما دون ذالك لمن یشاء" اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخشش دے۔ لہٰذا اس فضول تکلف کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا رونا اس لیے تھا کیوں کہ وہ آپ ﷺ کو ایمان کے وقت نہ پاسکیں اور یہ بات اگر وہ مان لیں تو اس بحث میں کافی ہے اور ان کا ایمان موت کے بعد کسی طرح ثابت نہیں ہوسکا پھر اس بات کو آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی رد کرتا ہے کہ "فلم یا ذن لی فذکر تھا قُدْرَقَتْ نفسی فبکیت" جیسا کہ بریدۃ رضی اللہ عنہ والی روایت میں وابن ابی شیبہ سے ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی اس کی تکذیب کرتا ہے کہ "فاخذنی ما یا خذ الولد لوالدہ من الرقة فذالك الذی ابکانی" جیسا کہ حاکم کے یہاں ابن مسعود کی روایت میں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس لیے استغفار سے منع کیا کیوں کہ اللہ کے علم میں تھا کہ اللہ انہیں زندہ فرمائے گا اور وہ ایمان لے آئیں گی۔ یہ بات پہلی ہی باطل ثابت ہوچکی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ بالفرض محال انہیں زندہ فرماتا تو اس سے پہلے ہی استغفار میں کیا امر مانع تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو بخشش کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے استغفار اور توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ لیکن جب ابتدا ہی میں استغفار سے منع کر دیا گیا تو یہ گویا قبولیت توبہ سے اصلا انکار ہی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور اگر کہا جائے کہ آپ ﷺ ان کے لیے بروز قیامت شفاعت کی امید رکھتے

قال ابو محمد: ..... ثم هو ليس بدون الاول بل هو اسقط منه او ابطل لانه وان لم يصرح كما زعمه فقد صرح فى موضع آخر كما فى حديث انس المذكور وتلك الجملة وان لم تدل بالمطابقة لكنة تدل بالتضمن ولابدثم دلالة السياق و القرائن ايضاً دلالة وليس فيه انكار سلامة ثم قوله هٰذا شان التورية ولايهامات عجيب جدا لانه لا انكار فيه عن اصل المسئلة بل اثبات لها بالبداهة وفى مثل هٰذا يقال الكتاب ابلغ من الصراحة ثم قوله فيه خشية ارتداده ايضاً عجيب وقد ثبت اسلامه بعد ذالك كما مر .

قال ابو محمد: ..... ثم تنزلنا وسلمنا انه صلى الله عليه وسلم لم يصرح يكون ابيه فى النار لقلنا البتة ان عدم نكاره صلى الله عليه وسلم على عربى فى قوله فاين ابوك تقرير لانه استدرك على قوله صلى الله عليه وسلم "ابوك فى النار" فتدبر .

قال ابو محمد: ..... قال ولما كانت عادة الاعراب من غلظ القلوب فى الجفاء اوردله جوابا موهما تطييبا لقلبه ومثل هٰذا الجواب لايليق شانه المعظم صلى الله عليه وسلم واى تطييب فى ذالك لقلبه بل هو اضلال وايقاع فى الضلال .

قال ابو محمد. ..... ثم ننشدهم بالله فنقول هل كان يعلم ذالك النبى صلى الله عليه وسلم املا على الثانى فكيف قال ان ابى واباك فى النار وايضاً فكان ينبغى لهٗ ان يقول مالمسؤل عنها باعلم من السائل كما اجاب له من سالهٗ عن الساعة وعلى الاول هل اجابة به ام لا على الثانى يرد عليه قوله صلى الله عليه وسلم من سئل علما فكتمه الجم يوم القيامة بلجمام من النار الحديث المشهور وعلى الاول فباع جواب اجاب به الحواب موهوم كماز عمتمو واٰذيتم الرسول صلى الله عليه وسلم حين اتهمتوه بتهمة هو برى منها فى الدنيا والآخرة وهل تسأل به السائل وام بجواب صحيح صريح قاطع ولا يمكن الا هٰذا فتنبه ولا تكن من الغافلين وعلىٰ هفوات السيوطى من القانطين .

قال ابو محمد: ..... فتعلقوا بهذه التاويلات وادعواان لفظ "ان ابى واباك فى النار" تجوز من الرواة والحال ان كل ما تاؤلوا به باطل لايلتفت اليه عاقل كيف وقد ذكرهٗ اصحاب ثابت الذى قوله هو المعتمد عند الاثبات ولو خالفة كائنا من كان من الثقات فكيف اذا ثبتت المطابقة وحصلت الموافقة .

تھے لہٰذا استغفار کی کوئی احتیاج نہ تھی۔ اس کا جواب یہ کہ قائل کی یہاں پر مراد اس من گھڑت باطل روایت سے ہے لہٰذا جیسے وہ روایت باطل ہے ویسے ہی یہ مراد بھی۔ مزید یہ کہ جس کے لیے شفاعت کی امید ہو اور نجات متوقع ہو اس کے استغفار سے کیونکہ منع کیا جائے گا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ تمام بحث تو ہوئی آپ ﷺ کی والدہ کے متعلق مخصوص جہاں تک آپ ﷺ کے والد کا سوال ہے تو اس کے لیے حضرت انس والی روایت کہ جسے حماد بن سلمہ نے ثابت سے اور ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسول میرے والد کہاں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا" فی النار " جہنم میں بس جب وہ لوٹا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا پھر فرمایا" ان ابی و اباك فی النار " میرے اور تمہارے والد جہنم میں ہیں۔ امام مسلمہ نے اس روایت کو اپنی صحیح میں ابو بکر بن ابی شیبہ عن عفان عن حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس کی سند سے بیان کیا ہے۔ اور ابو عوانہ نے جعفر بن محمد الصائغ عن عفان عن حماد بن سلمۃ اور ابو داؤد السجزی عن مالک بن اسماعیل عن حماد بن سلمہ کی سند سے ذکر کیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ روایت اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی اس کے ثقہ ہیں جن کا تذکرہ تقریب اور تھذیب میں موجود ہے اور ثابت یہ ابن اسلم ہیں اور عفان یہ ابن مسلم اور اب بکر بن ابی شیبہ کا نام عبداللہ ابن محمد بن عثمان اور ابو داؤد السجزی یہ السجستانی سلیمان بن اشعث صاحب سنن جو کہ مشہور ہیں اس کی چند وجوھات ہیں کیونکہ ابو عوانہ بعض اوقات السجزی اور کبھی السجستانی کہتے تھے اور دوسرا یہ کہ سجستان کی طرف نسبت سجزی بھی کی جاتی ہے خلاف قاعدہ جیسا کہ اس بات سے ابن ماکولا نے الاکمال میں سمعانی نے الانساب میں اور ذھبی نے مشتبہ النسبہ میں خبردار کیا ہے اور تیسرا یہ کہ ابن ماکولا نے الاکمال میں سجستان کی طرف منسوب افراد کے بیان میں سجزی کے باب میں کہا ہے کہ ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجزی صاحب سنن اور اس کے علاوہ کتابوں کے مصنف امام، حافظ، ثقہ اور امین ہیں۔ چوتھی بات یہ کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کو موسی بن اسماعیل سے اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابو داؤد ایک امام ہیں جن کا مقام محض ثقہ ہونے سے برتر ہے لہٰذا ان کی توثیق کے متعلق سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لہٰذا روایت کی سند عمدہ ہے اور لائق اعتماد ہے۔

اس روایت پر بعض وجوہ سے اعتراض کیا جاتا ہے ایک تو یہ کہ حماد بن سلمہ کے متعلق کلام کیا گیا ہے۔ یہ اعتراض کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کی تعریف کی ہے یہاں تک کہ ابن المدینی اور ابن عدی نے کہا کہ "من تکلم فیه فاتهموه فی الدین " جو اس کے بارے میں کلام کرے اس کو دین داری میں تھمت زدہ سمجھو۔ اور نسائی نے کہا کہ اس کے متعلق کلام کرنے کی جرات کون کرسکتا ہے؟ جیسا کہ تھذیب میں منقول ہے اور تقریب میں اسے ثقہ کہا ہے جو کہ اس کے متعلق مناسب

قال ابو محمد: ..... وتفوهوابنسخ هٰذه الاحاديث الصحاح فكانهم اسبلوا الظلام على الصباح لان ذالك الخبر لايساوى هٰذه الاخبار فكيف يصلح أن يكون نا سخا بها ولا اقل ان يكون الناسَخ أقوىٰ من المنسوخ كما فى نصب الراية للزيلعى وقال الحازمى فى الاعتبار من شرط الناسخ ان يكون له مزية على المنسوخ من حيث الثبوت والصحة، فكيف اذا كان دوته، ومن هٰذا الذى مجترى ان يتضوه بنسخ الخبر الصحيح بالخبر الموضوع. ويتمون بمسخ الحق الصريح بالباطل المضوع ثم الناسخ لايكون الابعد التعارض وهو لايتحقق الابعد استواء طرفى المتناقض واذليس كذالك فليس ذالك.

قال ابو محمد: ..... ثم ليس فى الفاظ الحديث مايدل على النسخ وماوقع فى حديث عائشة حج بنا رسول لله ﷺ حجة الوداع فلم يروه عن ابى غزية الاعلى بن ايوب الكعبى كما عندالخطيب فى السابق والاحق وابن عساكر نى غرائب مالك وقد عرفت من حاله ان الدارقطنى التهمة بالوضع وقدروى عن ابى غزية محمد بن عمر بن الاخضر كما اخرجة محب الدين للبطرى فى سيرته وهو قد وثقه الخطيب فى تاريخيه.

قال ابو محمد: ..... ثم تابعة عن ابى غزية احمد بن يحىٰ الحضرى كما عندالبن الشاهين والناسخ والمنسوخ فلم يذكر هذه الزيادة وقد تكلم السيوطى على حديث انس فرجم حديث معمر بدون الزيادة على حديث ثابت فعلىٰ ماقالهٗ هذه الزيادة منكرة لانه لم يذكرها اثنان فلحد يثيهما ترجيح علىٰ حديث الواحد ثم الذى زادها مجروح والذى لم يذكرها هو ايضاً مطروح لكن تابعة ثقة صلوح فهٰذا وجه ثان للترجيح.

قال ابو محمد: ..... فعلى هذا لم يثبت تاخره اصلاً والواجب عند التعارض بعد الاستواء الجمع ان امكن والا فالترجيه فان تعذر فالتفحص عن التاريخ فان علم المتاخر فهو الناسخ كما تقدم مرضه اذا كان هناك داع الىٰ ذالك فيما نحن فيه ليس داع معلوم ثم الاستواء معدوم ثم الجمع ايضا ممكن لان الايمان بعدالموت غير نافع وبهٰذا كتاب الله العزيز قاطع فقال جل وعلىٰ "يوم ياتى بعض آيات ربك لاينفع نفساً ايما نها لم تكن آمنت من قبل او كسبت فى ايمانها خيرًا الأنعام فهذا

ترین قول ہے سو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے جیسا کہ تھذیب میں منقول ہے ابن معین، عجلی، ابن سعد، نسائی اور باجی نے کہا کہ "کان حافظا ثقة مامونا" حافظ ثقہ مامون تھا۔ اور ابن حبان نے اس کی توثیق اور امانت پر اہل نقد کا اجماع نقل کیا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے ...... اور اعتراض ... کیا ہے کہ حماد کی یادداشت آخری عمر میں کمزور ہوگئی تھی لیکن اس بات سے اس حدیث پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے بیہقی نے کہا کہ وہ مسلم ائمہ میں سے ایک ہے لیکن جب ان کی عمر بڑی ہوگئی تو حافظہ خراب ہوگیا اسی لیے بخاری نے اسے چھوڑ دیا لیکن امام مسلم نے بڑی محنت سے ان کی ثابت سے وہ روایات اپنی صحیح میں درج کیں جو کہ انہوں نے اختلاط سے پہلے سن رکھی تھیں۔ یہ بات تھذیب میں منقول ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ثابت سے ان کی یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے اور مسلم نے اصول میں ان کی روایات سے احتجاج کیا ہے جیسا کہ اس کی تصریح صاحب تہذیب نے بیہقی اور حاکم سے نقل کرتے ہوئے کردی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے: ...... اور سیوطی نے مسالک الحنفاء میں کہا کہ اس کی روایات میں مناکیر آ گئی ہیں کہتے ہیں کہ اس کے لیے ... لک بیٹے (ربیب) نے اس کی کتابوں میں داخل کردی تھی اور حماد کو وہ یاد نہ تھیں اس لیے اس کے متعلق وھم کا شکار ہوگیا۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے اسے صاحب تہذیب نے عباد بن صھیب سے نقل کرنے کے بعد کہا کہ عباد ایضا "لیس بشی" عباد کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور درست کہا ہے کیونکہ میزان میں ہے "احد المتروکین" متروک راویوں میں سے ایک ہے۔ ابن المدینی نے کہا "ذھب حدیثہ" اس کی روایت چلی گئی (گئی گزری ہے) بخاری ونسائی اور دوسروں نے کہا "متروک" ہے، ابن حبان نے کہا قدری تھا اپنی بدعت کا داعی تھا اور اس کے ساتھ ایسی روایات بیان کرتا ہے کہ علم حدیث کا مبتدی بھی سنے تو من گھڑت ہونے کی گواہی دے۔

تو جناب یہ محترم سیوطی کی خیانت علمی ہے کہ تھذیب سے بس دم بریدہ روایت نقل کردی اور جو جرح عباد پر ہے اسے ترک کردیا۔ نسال اللہ العافیہ۔

راقم ابو محمد کہتا ہے: ...... اور سیوطی نے کہا کہ بخاری نے حماد سے کوئی روایت نہیں لی اور مسلم نے بھی اصول میں اس سے ثابت کی کوئی روایت نہیں لی۔ جواب یہ ہے کہ ہر وہ راوی جس سے بخاری نے روایت نہ لی ہو نا قابل اعتبار نہیں ہو جاتا جیسا کہ اہل علم ودانش پر پوشیدہ نہیں ہے بلکہ خود بخاری سے اس کی توثیق ثابت ہے۔ تھذیب میں ہے کہ بخاری نے اگر چہ اس پر اعتماد نہیں کیا مگر بعض مواقع پر استشہاد کیا ہے یہ بتانے کے لیے کہ وہ ثقہ ہے رہی بات امام مسلم کی تو انہوں نے اصول میں اس کی ثابت سے روایت درج کی ہے جیسا کہ خود سیوطی نے تسلیم کیا ہے اور حاکم سے بھی یہ بات نقل کی ہے اور یہ روایت ثابت سے ہی ہے لہٰذا اس

دليل على ان الايمان لا ينفع الاقبل الموت ثم قوله تعالى اد كسبت فى ايمانها خيراً ايضاً يدل علىٰ ذالك لانه لم يثبت فى الحديث ذالك .

قال ابو محمد: ..... ثم الترجيح الاحاديث على حديث الاحياء حاصل بوجوه عديدة وامور سديدة الاول صحتها وضعفه والثانى لم يحتج به احد من الشيخين واحتج بما خالفة احدهما اعنى مسلماً والثالث انه عن طريق واحد وما خالفة فى الاب والام كليهما عن جماعة قال الحازمى فى كتاب .

قال ابو محمد: ..... والوجه الرابع أنه مختلف فى انقطاعه ووصله كما مَرّ فى موضعه وفصله وأمّا هذه الأحاديث فمتفقة على اتصا لها فيترجه عليه قال الحازمى فى الاعتبار والوجه الحادى والعشرون: أن يكون أحد الحديثين متفقاً على اتصاله والآخر يو صله بعضهم ويرسله آخرون فالأخذ بالمسند المتفقا على اتصالة أولى من الأخذ بالمختلف فى ارساله واتصاله فان المرسل اكثر الناس على ترك الاحتجاج بهٖ والمتصل متفق عليه فلا يقاومه . اه .

قال ابو محمد: ..... والخاس أنه مخالف لظاهر القرآن وهذه موافقة له قال الحازمى أيضا الوجه السابع والعشرون أنه يكون أحد الحديثين موافقاً لظاهر القرآن دون الآخر فيكون الأوّل أولى بالاعتبار۔ اه .

قال ابو محمد: ..... والسادس أنه لا يوجد له نظير فى الأنبياء السابقين وشرائع الأوّلين فانه مات ابن آدم على الكفر وكذا أب لأبراهيم وابن نوح وزوجته وزوجة لوط عليهم السلام ولم يحى الله تعالى أحد ليؤمن بنى من الأنبياء وهذه الأخبار لها نظير وهو عقابة تعالىٰ لنوح عن سؤاله لابنه .

وقال الحازمى ايضاً الوجه السابع والأ ربعون أن يكون الحديثين يثبت حكما يخالف الحكم قبل الشرع والثانى يثبت حكماً موافقاً لحكم قبل الشرع فقد قيل لهذا أولى بالتقديمً . اه

قال ابو محمد: ..... هذا كُله بعد تسليم الصحة فما ظنك مع الضعف والوهن ثم التاريخ غير معلوم فكيف يمكن النسخ اذالم يكن هناك وجه بين .

قال ابو محمد: ..... ونحتم الكلام بالحديث الصحيح المخرج فى الصحيح أخرجه الامام البخارى فى صحيحه فى قصة وفات أبى طالب عن ابن المسيب عن أبيه ان

اعتراض کا کوئی معنیٰ نہیں رہ جاتا۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... سیوطی نے اس روایت کا جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ یہ الفاظ "ان ابی وابالك فی النار" اس کے بیان پر راوی متفق نہیں ہیں اسے صرف حماد نے ثابت اور اس نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حالانکہ معمر نے ثابت سے روایت کرتے ہوئے حماد کی مخالفت کی ہے بلکہ اس کی جگہ کہا ہے کہ " اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار."

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... سیوطی کا ظلم اور فضول حیلہ ہے حق کو جھٹلانے کے لیے کیونکہ ان دونوں الفاظ کے مابین کوئی مخالفت نہیں ہے بلکہ یہ دونوں اپنی جگہ پر مستقل حدیثیں ہیں۔ ہر ایک دوسری کی تائید اور تصدیق کر رہی ہے اور اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں سائل کے اس سوال "فاین ابوك" کے جواب میں یہ الفاظ مذکور ہیں۔ مزید یہ کہ یہ الفاظ اگر چہ معمر نے ذکر نہیں کئے مگر حماد ثقہ ہے اور ثقہ کا اضافہ مقبول ہے جب تک کہ مخالفت نہ ہو جیسا کہ قاعدہ ہے اور سیوطی نے خود "تدریب الراوی" اور "الفیة الحدیث" میں ثقہ کے اضافے کے مقبول ہونے کی تصریح کی ہے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... سیوطی نے مزید کہا کہ معمر روایۃ" حماد سے زیادہ معتبر ہے کیونکہ حماد کے متعلق کلام ہے اور اس کی روایات میں منکر روایات پائی گئی ہیں جبکہ معمر کے متعلق کوئی کلام نہیں اور نہ ہی اس کی روایات میں کوئی منکر پائی گئی اور بخاری، مسلم نے بالاتفاق اس کی روایات لی ہیں لہٰذا اس کے الفاظ زیادہ معتبر ہوں گے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... حماد کے متعلق کلام قطعا ثابت نہیں ہوسکا جیسا کہ بیان کر دیا گیا پھر یہ کہ کلام تو معمر کے متعلق بھی موجود ہے اس کی بصریوں اور کوفیوں سے روایات میں۔ تھذیب میں ابن معین سے منقول اقوال دیکھ لو لہٰذا سیوطی کا یہ دعویٰ تو باطل ہوا۔ مزید یہ کہ سیوطی نے معمر کی روایت کی سند بیان نہیں کی تاکہ ہم اس کے دوسرے راویوں کا حال بھی دیکھ لیں اس کے بغیر مطلقا معمر حماد سے زیادہ معتبر کیسے قرار پائے گا؟

رہی بات بخاری ومسلم کی معمر سے روایت کی تو اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ معمر کی یہ والی روایت زیر بحث صحیحین میں سے کسی کتاب میں نہیں جبکہ حماد کی یہ روایت ایک یعنی مسلم نے لی لہٰذا یہ بات حماد کے لیے باعث ترجیح ہوگی اس روایت میں نہ کہ معمر کے لیے۔ پھر یہ کہ معمر کی ثابت سے روایت میں کلام ہے ساحب تقریب کہتے ہیں "ثقة ثبت" فاضل مگر ان کی جو روایت ثابت اعمش اور ھشام بن عروہ سے ہے اس میں کچھ (عیب) ہے اور اسی طرح سے جو بصرے میں انہوں نے روایت کیا اور تہذیب میں ہے کہ ابن معین نے کہا کہ معمر کی روایت ثابت سے ضعیف ہے اور کہا کہ اس کی روایت ثابت، عاصم بن ابی النجود اور ھشام بن عروہ سے مضطرب ہے اوھام سے بھری ہوئی ہے۔

أبـاطـالب لما حضرته الوفاة دخل عليه النبى صلى الله عليه وسلم وعنده ابو جهل فـقـال أتـى عمّ قُل لا اله الّا الله كلمة احاج لك بها عندالله فقال أبو جهل وعبدالله بـن أبـى أمتيـه يـا أبـاطالب ترغب عن ملة عبدالمطلب فلم يزال يكلمانه حتى قال لآخـرشـئ كـلـهـم بـل عـلـى مـلة عبـدالـمطلب فقال النبى صلى الله عليه وسلم لأستغفرن لك مالم أنهٔ عنه فنزلت " ماكان لنبى والذين آمنو أن يستغفروا للمشركين ولـو كـانـوا أولـى قـربى من بعد ماتبين لهم أنهم أصحاب الجحيم . " ونزلت "انك لاتهدى من أحببت"

قال ابو محمد: ...... وأخـرجه البخارى فى "باب اذا قال المشرك عند الموت لا اله الا الله" مـن كتـاب الـجـنـائز" وفيه فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عـليـه ويـعـود ان تـلك الـمـقـالة حتـى قـال أبـو طـالب آخر ماكلهم هو على ملة عبـدالـمـطـلـب وابـىٰ ان يقول لااله اِلا الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أماوالله لاستغفرن لك مالم أنه عنك فانزل الله تعالى فيه "ماكان النبى والذين "الأيه

قال ابو محمد: ...... والـحديث أخرجه مسلم فى صحيحه فى كتاب الايمان وأخرجه الـنسـائى أيضاً فى سننه وابن جرير فى تفسيره والحاكم فى مستدركه والحازمى فى الاعتبـار وصـححاه وهو دليل على ان دين عبدالمطلب غيّر دين اهل التوحيد فمن هٰـذا الذى يد عىٰ كون اولاده على الفطرة بل وَلم يعلمه أحد من ولده حتى مَنّ الله عـلـى المومنين اذبعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة "فَاَمَنَ من امن وكفر من كفر" .

قال ابو محمد: ...... مـاذكره السيوطى عن السهيلى قد قيل أنه مات مسلما لماراى من دلائـل نبـوتـه فهـى قـوله بلا دليل وَلا يستند بمجرد قال فلان وقيل ثم هذا حديث مبطله ويمخه فصدق سبحانه وتعالى حيث قال بل نقذف على الباطل فيدمغه .

قال ابو محمد: ...... مـنهـم مـن قـال أنه من أهل الفطرة وَلم تبلغ الدعوة ويكذبه أولاً قول السهيلى المذكور انفائم الحديث الصحيح فلا يلتفت اليه الامن لم يرزقه من العلم نصيباً .

قال ابو محمد: ...... ثُمّ له شاهد آخر اخرجه النسائى قال أخبرنا عبيد الله بن فضالة بن ابـراهيـم قـال حـدثنا عبدالله هو ابن يزيد المقبرى ؟ واخبرنا محمد بن عبدالله بن يـزيـد الـمـقبرى قال حدثنا أبى قال سعيد حدثنا ربيعة بن سيف المعافرى عن ابى

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور حماد ثابت سے روایت میں سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہیں تقریب میں ہے کہ "ھو اثبت الناس فی ثابت" وہ ثابت سے روایت میں سب سے معتبر ہیں اور تہذیب میں ابن المدینی سے منقول ہے کہ ثابت کے شاگردوں میں حماد بن سلمہ سے زیادہ معتبر کوئی نہ تھا اور احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ ثابت سے روایت میں حماد سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہے۔ لہٰذا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حماد کی روایت ثابت سے معمر کے مقابلے میں زیادہ معتبر ہے اور یہ تیسری وجہ بنتی ہے حماد کی روایت کی ترجیح کے لیے یہاں تک کہ اس فن کے امام ابن معین کا قول ہے کہ جب کوئی ثابت کی روایت میں حماد کی مخالفت کرے تو ترجیح حماد کے قول کو ہوگی (فالقول قول حماد اور امام احمد بن حنبل کا فرمان ہے کہ حماد بن سلمہ ثابت کی روایت میں معمر سے زیادہ معتبر ہے یہ اقوال تھذیب میں منقول ہیں۔ یہ تمام اقوال دلالت کرتے ہیں کہ ثابت سے حو روایت حماد نے کی وہ صحیح ہے اگرچہ معمر یا کوئی اور اس کی مخالفت ہی کیوں نہ کرے۔ پھر یہ سب کچھ بھی تب جبکہ روایات باہم متعارض ہوں تو پھر جب باہم موافق اور مطابق ہوں۔ ایک دوسری کی تصدیق اور تائید کر رہی ہو پھر تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حاصل کلام یہ کہ روایت بالکل صحیح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کو حجت بنانے والے پر ہی کوئی ملامت ہوسکتی ہے۔ اور مسلم اور ابوعوانہ کا اس روایت کو اپنی کتب صحیح میں درج کرنا ان کے نزدیک اس روایت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ابو دؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا اس کے نزدیک بھی یہ روایت صالح ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... تو یہ روایت صالح ہے اور اس میں تاویل کی کوئی حاجت نہیں ہے اور ابوعوانہ نے اس پر باب باندھا ہے کہ "والکافر لا ینفعه معروفه اذا مات" اور کافر کو موت کے بعد اس کی نیکی نفع بخش نہیں۔ ابو داؤد اس روایت کو اس باب کے تحت لائے ہیں "باب ذراری المشرکین" باب مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جبکہ نووی نے صحیح مسلم کے متن پر اس روایت کی تبویت کرتے ہوئے لکھا کہ "بیان ان من مات علی الکفر فهو فی النار ولا تناله الشفاعة ولا تنفعه قرابة المقربین" اس امر کا بیان کہ جس کی موت کفر پر ہوئی وہ دوزخ میں جائے گا اور نہ اسے سفارش نصیب ہوگی نہ کوئی قرابت ہی نفع دے گی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس موضوع پر صحیح روایات میں سے یہ روایت بھی ہے جسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس سند کے ساتھ درج کیا ہے کہ "حدثنا محمد بن اسماعیل ابن البختری الواسطی حدثنا یزید بن هارون عن ابراهیم بن سعد عن الزهری عن سالم عن ابیه" ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس آیا پھر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا اور یہ کرتا اور وہ کرتا تھا۔ تو وہ اب کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں، تو گویا اس دیہاتی

عبدالرحمن الحنبلی عن عبدالله بن عمر وقال بینما نحن نسیر رسول الله ﷺ اذ بصر بامراۃ لا نظن انه عرفها فلما توسط الطریق وقف حتی انتهت الیه فاذا فاطمة بنت رسول الله ﷺ قال لها ما اخرجك من بیتك یا فاطمة قالت اتیت اهل هٰذا المیت فترحمت الیهم وعزیتهم بمیتهم قال لعلّك بلغت معهم الکدی قالت معاذ الله ان اکون بلغتها وقد سمعتك تذکر فی ذالك ما تذکر فقال لها ابلغتها معهم ما رایت الجنة حتی یراها جد ابیك ۔"

قال ابو محمد: ..... وربیعة اختلف فیه فقال البخاری وابن یونس عنده مناکیر وقال عبدالحق ضعیف الحدیث عنده مناکیر وقال الدار قطنی "صالح" وقال العجلی "ثقة" کما فی التهذیب و اماالنسائی فقال فی التمیز لیس به بأس"وفی سننه ضعیف" قال البخاری فی التاریخ الاوسط روی أحادیث لایتابع علیها" . واما ابن حبان فنقل صاحب التهذیب عنه أنه ذکره فی ثقاته وقال یخطئ کثیرًا .

وذکر عنه صاحب المیزان "لایتابع ربیعة علی هذافی حدیثه مناکیر وقدرا جعنا اِلیٰ عین نسخة ثقانه فوجدنا فیها کما قال صاحب التهذیب .

قال ابو محمد: ..... فالمترجم کما قال صاحب التهذیب "صدوق" له مناکیر له لم یثبت أنّه مطروح اصلاً ثم تضعیف النسائی غیر معتبر من وجوه الأول أنه جرح مبهم والثانی: وقد ثبت عنه التوثیق ایضاً فهو راجح لموافقة المعدلین ومع ذالك أنه لم یذکر فی ضعفائه . والثالث أن تضعفه لیس بقطعی الوجوه فی سننه فقال فی الأطراف وفی نسخه صدوق بل ضعیف فثبت الوفاق وحصل الاتفاق .

قال ابو محمد: ..... ثم الدارقطنی من المعتدلین فقوله هواعدل الأقوال وأما تضعیف عبدالحق فلا یقبل فی جنب توثیق هبؤلاء مع کونه مبهماً فلم یثبت الاکون المناکیر عنده ومثله لایترك جمیع أحادیثه بل الواجب ان یفتش عن أحادیثه فما کان فیه نکارة یترك والآفلا ایضاً فمعناه عنده افراد کما یفسره قول البخاری فی اوسطه .

قال ابو محمد: ..... وأمّا کثیرة خطأه کما قال ابن حبّان فهو ایضاً لایضر لأن الانسان قلما یسلم من الخطأ والنسیان ولا نقول ان حدیثه فی أعلیٰ مراتب الصحیح لکنه صالح وسط .

قال ابو محمد: ..... وأخرج أبو داؤد حدیثه فی سننه وسکت علیه وقال المنذری فی الترغیب والترهیب دبیعة من تابعی أهل مصر فیه مقال لایقدح فی حسن الاسناد "وذکر الهیثمی فی المجمع حدیثا ووقع هو فی سنده وقال رجاله ثقات" وراه

نے اس بات کو محسوس کیا اور کہا " فاین ابوك " تو آپ کا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "حیث ما مددت بقبر مشرك فبشره بالنار " جہاں کہیں کسی مشرک کی قبر سے گزرو تو اس کو جہنم کی نوید دے دو۔ ابن عمر نے کہا کہ وہ دیہاتی بعد میں مسلمان ہوا اور کہتا تھا اللہ کے رسول نے مجھ پر بڑی بھاری ذمہ داری ڈال دی "کسی کافر کی قبر سے بھی گزرتا ہوں تو اسے جہنم کی نوید دیتا ہوں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ سند بھی صحیح ہے اور اس کے تمام راویوں کی توثیق تقریب میں مذکور ہے۔ ابراہیم بن سعد یہ زہری ہیں اور سالم یہ عبداللہ ابن عمر بن الخطاب صحابی ابن صحابی کے بیٹے ہیں ان کا شمار مدینے کے سات مشہور فقہاء میں کیا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ سب سے مستند سند (اصح الاسانید کلها) زهری عن سالم عن ابیه ہے (تہذیب)

راقم ابو محمد کہتا ہے:.....تو آپ ﷺ کا جواب سائل کے اس جواب میں کہ " فاین ابوك " اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی وفات شرک پر ہوئی وگرنہ پھر یہ کلالغو تصور ہوگا۔ اور ابن ماجہ نے اس روایت کو اس باب کے تحت درج کیا ہے کہ " باب ماجاء فی زیارة قبور المشرکین " باقی سیوطی کی یہ بات بالکل لائق اعتنا نہیں ہے کہ " یہ جواب اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے والد کے جہنم میں ہونے پر تنصیص نہیں کی بلکہ کسی بھی کافر یا مشرک کے لیے فرمایا" اور یہ بات جیسا کہ واضح ہے حقیقت سے بعید اور قائل کی بات کی ایسی توجیہ ہے جس سے وہ کبھی متفق نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں دیہاتی کے سوال کا جواب آیا ہی نہیں اور اس طرح کی بات کو مغالطہ ہی کہا جاسکتا ہے اور مقام سید المرسلین اس طرح کے کلام سے انتہائی بلند و بالا ہے لہٰذا یہ تاویل سننے کے ہی لائق نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... ان ہی دلائل میں سے سعد بن ابی وقاص سے مروی روایت ہے جسے بزار نے اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے ابراہیم بن سعد کے طریق سے زہری عن عامر بن سعد عن ابیہ سعد بن ابی وقاص کی سند سے روایت کیا ہے کہ "ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا" این ابی " میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" فی النار " جہنم میں تو اس نے کہا آپ کا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اسے جہنم کی نوید سنا دو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... عامر یہ سعد بن ابی وقاص صحابی جلیل کے بیٹے ہیں تہذیب الکمال، التذهیب، التهذیب اور التقریب میں ان کی توثیق کی گئی ہے اور ان کے والد جلیل القدر صحابی ہیں جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے اور روایت کو سیوطی نے مسالک الحنفاء میں صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ "وهٰذا اسناد علی شرط الشیخین " اور " التعظیم والمنة " میں کہا کہ بزار اور طبرانی نے اس روایت کو الصحیح کے راویوں کی سند سے روایت کیا ہے اور ذکر کرنے کے بعد کہا کہ هٰذا حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے۔

الحاكم فى مستدكه من طريقة فهو صحيح عنده ولم يعقبه الذهبى فى تلخيصه بل صرح أنه على شرط الشيخين

قال ابو محمد: ...... وبقية رجاله مؤثقون فى التقريب وغيره وابو عبدالرحمن الحُبلى اسمه عبدالله بن يزيد المعافرى وسعيد هو ابن أبى أيوب كما هو الظاهر من طبقته وشيوخه وتلامذته.

قال ابو محمد: ...... واعترض عليه فقيل رواه أبو داؤد فى سنه من طريق الفضل بن فضالة عن ربيعة وليس فيه لفظة ما رائت الجنّة حتى يرنها جد ابيك وهذا لاشي بوجوه الأول أنه رواه عن ربيعة سعيد بن أبى ايوب وهو ثقة وثقة أحمد وابن معين والنسائى وابن سعد وابن حبان والساجى ويحى بن بكير وقال ابن يونس وابن وهب كان فقيهاً كما فى ادتهذيب فزيادته مقبولة.

قال ابو محمد: ...... والثانى أن زيادته ليست منافية لحديثه بل هما حديثان مسرتقلان والثالث أنه لم ينفرد بروايتها عن ربيعة نافع بن يزيد وهو ايضاً ثقة وثقة احمد بن صالح المصرى وابو حاتم والنسائى والعجلى وابن حبّان والحاكم وقال ابن يونس كان ثبتاً فى الحديث لايختلف فيه وقال الصنعانى ثا ابن أبى من لم يسم ثنا نافع بن يزيد وكان من خير أمة محمّد صلى الله عليه وسلم كذافى التهذيب.

قال ابو محمد: ...... أخرج حديثه الحاكم فى مسبد ركه قال أخبرنا أبو عبدالله محمّد بن عبدالله الصفار ثنا ابو اسماعيل محمد بن اسماعيل ثنا سعيد بن أبى مريم ابن نافع بن يزيد أخبرنى ربيعة بن سيف حدثنى ابو عبدالرّحمن الحُبلى فذكره ولم يتعقبه الذهبى الحاكم فى اخراجه لهذا الحديث فى مسندركه على الصححين.

قال ابو محمد: ...... وتابعه ايضاً حيواة بن شريح بن صفوان التجيبى عنه كما اشاراليه الحاكم وهذا ايضاً ثقة قال فى التقريب ثقة ثبت فقيه زاهدً ونقل فى التهذيب توثيقه عن أحمد وابن معين وابو حاتم ويعقوب بن سفيان والعجلى و مسلمة بن القاسم وابن حبان وابن سعد وغيرهم وقال الذهبى فى تلخيص المستدرك وقال القرى حدثنا حيواة الخريف ربيعة بن سيف لهذا عَلىٰ شرطهما.

قال ابو محمد: ...... فهذه قوة فى قوة فرواته الثلاثة حجة والوجه الرابع: ان لفظ أبى داؤد هكذا "قال لو بلغت معهم الكدى فذكر شديدًا فى ذلك" وهذا مجمل وحديث النسائى يفسره والحديث يفسر بعضه جوضاً وتفسير الحديث أولى وبالقبول أحرى.

قال ابو محمد: ...... فالحديث سالم من الجرح القادح بل من اقسام الحسن والصالح

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ بھی والد کی شرک پر موت کے بارے میں نص صریح ہے سیوطی نے اس روایت سے کچھ فوائد کا استنباط کیا ہے جو کہ اصل میں نقصان دہ ہیں نہ کہ مفید! تو سیوطی نے کہا کہ اس روایت میں کچھ فوائد ہیں ان میں سے ایک تو یہ بیان کہ سائل دیہاتی تھا اور غالب گمان ایسی صورتحال میں فتنہ میں پڑ جانے اور مرتد ہو جانے کا ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ کہ "ابوك فی النار" تیرا باپ جہنم میں ہے اس قول کے اندر بھی یہ ہی خدشہ پایا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے اظہار حق کے طور پر یہ قول کیوں فرمایا؟ اور پھر یہ کہ اظہار حق میں ایسا کوئی اندیشہ سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے پھر یہ کہ دیہاتی اس واضح فرمان کی بنا پر ہی تو ایمان لایا تھا جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں پہلے گزر چکا ہے اور سیوطی نے خود اس روایت کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے لہٰذا یہ بات سیوطی کی اس تاویل کی تکذیب کر دیتی ہے کہ "فتنے اور ارتداد کا خدشہ"

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... سیوطی مزید کہتے ہیں اور ان فوائد میں سے یہ کہ ایسا جواب ہے جس میں ابہام اور چھپا کر بات کی گئی ہے کیونکہ اس میں تصریح نہیں ہے کہ محترم والد جہنم میں ہیں صرف اتنا ہے کہ جب کسی کا فر کی قبر سے گزرو تو اسے جہنم کی نوید سنا دو اور یہ الفاظ حرف بحرف اس بات پر دلالت نہیں کرتے صرف یہ کہ سیاق اور قرائن کی بنا پر ایسا سمجھا جا سکتا ہے اور ابہام اور توریہ اسی کو کہتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ نے اس کے سامنے حقیقت حال کے اظہار سے گریز کیا اور اپنے والد کے الگ مقام کے اظہار سے گریز کیا اس کے مرتد ہو جانے کے خوف سے اس لیے کہ انسانی فطرت کسی دوسرے کی ترجیح کو برداشت نہیں کر سکتی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... آپ ﷺ کے کلام کو توریہ اور ابہام قرار دینا سیوطی کی انتہائی جرات ہے بلکہ دنیا کا سب سے بڑا فساد ہے یہ بات کہنا کہ آپ ﷺ توریہ یا چھپا کر بات کر دیں کے امور کے متعلق یا موہوم کلام فرمائیں حالانکہ آپ ﷺ کا یہ فرمان خود پڑھ کر سنا رہے ہیں کہ ﴿لتبين للناس ما نزل اليهم﴾ (النحل) بلکہ یہ بکواس آپ ﷺ کی جناب میں بے ادبی ہے ﴿وما يكون لنا ان نتكلم بهٰذا سبحانك هٰذا ابهتان عظيم﴾ ہمارے لیے روا نہیں کہ ہم ایسی بات کریں اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر یہ تاویل تو پہلی والی سے بھی گئی گزری ہے کیونکہ اگر چہ آپ نے یہاں پر سیوطی کے زعم میں تصریح نہیں فرمائی تب بھی دوسرے مقام پر تصریح موجود ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں مذکور ہے اور یہ جملہ اگر چہ حرف بحرف اس معنیٰ میں نہیں مگر ضمناً یہ معنیٰ موجود ہے اور سیاق اور قرائن کی دلالت بھی اہم ہے۔ پر سیوطی کا یہ قول کہ توریہ اور ابہام میں ایسا ہی ہوتا ہے بڑا ہی عجیب قول ہے کیونکہ روایت کے الفاظ میں انکار تو قطعاً نہیں ہے بلکہ اصل مسئلے کا اثبات ہی ہے اور اسی طرح کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ "الكناية ابلغ من الصراحة" کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہے۔ پھر سیوطی کا یہ قول کہ "خشية

وهو ايضاً دليل على ان عبدالمطلب لم يكن من أهل الجنّه وقال العلامة أبو الحسن السندهى الكبير فى حاشية النسائى ظاهر السوق يفيد ان المراد مَا رائتُ أبدًا كما لم يرها فلان وان هذا من قبيل حتى يلج الجمل فى سم الخياط .

قال ابو محمد: ..... وتأوله السيوطى بتاويلات رديه فقال لا دلالة فى هذا لأنّه لو مشت امرأة مع جنازة الى المقابر لَمْ يكن ذالك كفرا موجبًا للخلود فى النّار وقد أجاب عنه السندهى فقال اما ان يحمل على التغليظ فى حقها واما ان يحمل على أنه علم فى حقها انها لوار تكب تلك المصيبة لافضت بها اِلىٰ معصية تكون مؤدية اِلىٰ ماذكره" .

قال ابو محمد: ..... ثم غاية مافيه أنه من الأعضال فلا يرفع عنه الاشكال لأن مثل هذا العاص لايخلد فى النّار فكيف علق عليه فلا يلزم عدم تقدير المعلق به .

قال ابو محمد: ..... وقال ايضاً غاية مافى ذالك أن يكون من جملة الكبائر التى يعذب صاحبها ثم الآخر امره الى الجنّه ولكن هذا فى الكبائر وامّا فى أهل الشرك فلا وقال ايضاً وأهل السُنّة يؤولون مَاورد من الحديث فى أهل الكبائر انهم لا يدخلون الجنة والمراد لايدخلون مع السابقين الذين يد خلونها اولاً بغير حساب .

قال ابو محمد: ..... وفيه أن هذا مسلم فى المعلق ولكن لا ينفذ فى المعلق به لانه قد ثبت من الحديث السابق ان أباطالب أبىٰ عن كلمة التوحيد واخبر أنه على ملة أبيه فاهل الشرك لامغفرة لهم وماهم بخارجين من النّار .

قال ابو محمد: ..... ثم قال ويكون معنى الحديث لم ترالجنة حتى يأتى الوقت يرأها فيه جُد ابيك فترينها حينئذ فتكون ردئتك لها متأخره عن روية غيرك من السابقين وهذا أبعد عن الصواب وتقول على النبى صلى الله عليه وسلم مالم يقل ثم النص السابق يكذب ذالك التأويل لأن النجاة للمشرك ليست اصلاً ثم لقائل ان يقول ليس فيه دخول الجنّة بل ردئتها فقط ومعلوم أن أهل النار يردى الجنة وندما ئها فيحسرون على انفسهم وينا دون اهلها أن افيضوا علينا من الماء اوبمارزقكم الله قالوا ان الله حرمهما على الكافرين (الاعراف) فيكون المعنى انك لن ترين الجنة حتى يراها جُدّابيك وغيره من أهل النّار فبطل عنده جميعاً .

قال ابو محمد: ..... فالحاصل أنه لم يكن من أهل الملة بل من أهل الشرك والكفر

ار تداده" اس کے مرتد ہو جانے کے خوف سے اور بھی عجیب ہے کیونکہ اس اعرابی کا مسلمان ہونا ہی بعد میں ہے جیسا کہ مذکور ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اگر ہم فرض کرلیں اور مان لیں کہ آپ ﷺ نے اپنے والد کے جہنم میں ہونے کی تصریح نہیں فرمائی تب بھی ہم بالجزم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اعرابی کے اس جوابی سوال پر انکار نہ کرنا جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ جہنم میں ہے اور انس نے کہا کہ تو آپ کا والد اور آپ ﷺ اس کے تردید نہ فرمائی یہ تقریر اور تصدیق شمار ہوگی تو اچھی طرح سمجھ لو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... مزید فرماتے ہیں کہ چونکہ اعرابی لوگ تند مزاج اور سخت دل تھے اس لیے اسے موھوم جواب دیا اس کے دل کو نرم کرنے کے لیے لیکن اس طرح کی بات شانِ مصطفیٰ ﷺ سے بعید ہے اور اس طرح کی بات میں کیا گداز ہے؟ بلکہ یہ تو گمراہ کرنا اور گمراہی میں ڈالنا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر ہم انہیں قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا آپ ﷺ یہ جانتے تھے یا نہیں اگر نہیں تو پھر ایسا کیوں فرمایا کہ میرا اور تمہارا باپ جہنم میں ہے پھر آپ ﷺ کے لیے مناسب تھا کہ فرماتے کہ اس معاملے میں مسئومسائل سے زیادہ باخبر نہیں ہے جیسا کہ قیامت کے متعلق سوال میں فرمایا تھا اور اگر جانتے تھے تو بتایا یا نہیں اور اگر دوسری شق لو تو اس پر آپ ﷺ کا یہ فرمان وارد ہوتا ہے کہ جس سے کسی علم کے متعلق پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپالیا تو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنایا جائے گا (من سئل علما فکتمه الجم یوم القیامة بلجام من النار) جیسا کہ مشہور ومعروف حدیث ہے اور اگر جواب دیا تو کون سا جواب دیا؟ کیا موھوم جواب دیا؟ جیسا کہ تم لوگوں نے گمان کر رکھا ہے اور اللہ کے رسول پر یہ تہمت لگا کر انہیں تم نے ایذا پہنچائی ہے حالانکہ آپ ﷺ دنیا وآخرت میں اس طرح کی تہمت سے بری ہیں اور کیا سائل نے ایسے ہی گول مول جواب کے لیے سوال کیا تھا۔ یا پھر یہ کہ آپ ﷺ نے بالکل درست، واضح اور بے لاگ جواب عنایت فرمایا اور یہ ہی شان مصطفیٰ ﷺ کے شایان شان تھا اس لیے خوب اچھی طرح سمجھ لو۔اور غفلت میں پڑ کر سیوطی کی فضولیات پر تکیہ نہ کرو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر جب اس طرح کی تاویلات میں پڑے تو دعویٰ کیا کہ یہ الفاظ "ان ابی واباك فی النار" راویوں کا بے جا اضافہ ہے حالانکہ ثابت کے شاگردوں میں سے جس نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں اہل تحقیق کے نزدیک اسی کا قول معتبر ہے اور اس کے ماقبل بھلے سے کوئی ثقہ ہی ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں تو پھر جب مخالفت ہے ہی نہیں بلکہ دوسرے بھی اسی کے مطابق اور موافق ہیں اب کس چیز کا اعتراض؟

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ان صحیح روایات کے نسخ کا بھی دعویٰ کرتے ہیں گویا کہ چراغ پر اندھیرے ڈالتے ہیں کیونکہ وہ احیاء امہ والی روایت ان روایات کے برابر بھی نہیں ہے تو وہ ناسخ کیسے ہوسکتی ہے اور ناسخ کو کم

فبطل قوله أنه كان من الفترة فكيف وُلده والعشرية فَظهَر ان ابو يه صلى الله عليه وسلم لم يكونا من اهل الايمان بل ماتا على الكفر هٰكذا ثبت من حيث النقل والنظر وكل ما تعذروايه فهو فى غاية الودة والبعد منه واما احيائهما فليس بثابت لاشرعاً ولاعقلاً ولا قائل نظراً ولا نقلاً انما وضعهٗ اعداء الدين وصنعهٗ اعوان المشركين ليفود به هوأهم و يردوا غواهم لانهٗ مانقلهٗ الامن هو المذاع البطال وما راواه الا المحاح الرجال لم يستحى ربه ولا خاف عتابهٗ ولم يخش سطوهٗ ولا عذابهٗ فاراد تكذيب كتابهٖ الكريم ورام رمى دينهٖ القويم ثم هو من اهل الرقض الذين رفضوا الاسلام وصاروامن الفسقة العجزة اللثام فلايعبأبما اتىٰ به الامن لايعلم الصواب من الخطأ ولايميز بين الأمرين والحصاء واما الذين خلقوا لهٰذه الصناعة وتفريق النقد من الغواية لايرضون الباطل مع الحق ولا يمهلونهٗ بل علىٰ اعين الناس يفتشونة ويظهرونهٗ فيقولون هٰذا عذب فرات سائغ شرابهٗ وهٰذا ملح اجاج وذاعظم ومخزف وذاعاج فزجاج واوقدوا على الطريق السراج الوهاج ليتضح الصراط المستقيم للواردمن بين السبل والفجاج كثر الله سوادهم واحسن معادهم

قال ابو محمد: ..... وكذا ما تكلموا فى ذالك من اهل المشارب والمسالك فكلهٗ فى غاية البطلان بل كانهٗ نظير كلام السكران يكذب اولهٗ آخره ولايوافق المنصور ناصرة وهٰذا يعارض ذاوذايناقض هٰذا بل كمانهٗ لايرضىٰ بهٖ خاطرهٗ وان كان هو بنفسهٖ ساطرة وقد ذكر نا مافيه من السخافة الدالة علىٰ عدم الفقه بل علىٰ الجهل والسفاهة فانهم كمارأيت اتوا بالطامات والعجائب ترعد منها القلوب فى الترائب كانهم ركبوا العمياء اوخبطوا خبط العشواء الالف عندهم كالباء و والدرة والبعرة، لديهم سواء ونعوذ باالله من الخذلان والتفقه بلاسلطان

قال ابو محمد:..... وهٰذا آخر ماوجب علينا ايرادة لانهٗ قد ظهر لمن يريدة مرادة وتبين من اللين بياضة وسواده ومن القول صلاحة وفساده ومن المسلك خاثرة وزبادة ومن المشرب ردية وجيادة فينبغى لمن يطلب الحق ومقصودة حصادة ومطمعة التحقيق وسرادة فليتثبت يه فانهٗ رشادة وليتمسك بهٖ فانهٗ زادة فى شعب الاختلاف حين احاط بهٖ مسترادة وفى مسلك الخلاف حين حاق بهٖ حماده وامامن جهل وصارغفلة صفارهٖ اوغفل وقلب عليه رقادة فهوله صلاده ولا الذهب ولا الفضة بل

از کم منسوخ سے زیادہ قوی ہونا چاہیے جیسا کہ نصب الرایہ میں ہے اور حازمی نے الاعتبار میں کہا ہے کہ ناسخ کے لیے شرط ہے کہ اسے منسوخ پر برتری ہو ثبوت اور صحت کے اعتبار سے تو پھر اس سے کم تر کیسے ناسخ ہوگا؟ اور کون یہ جرات کر رہا ہے کہ صحیح روایت کو موضوع سے منسوخ کرے اور واضح حق کو من گھڑت باطل سے مٹانے کی کوشش کرے؟ اور نسخ ہوتا ہے تعارض کے بعد اور تعارض ہوتا ہے جب کہ دونوں مخالف ثبوت اور صحت میں برابر ہوں اور جب ایسا نہ ہو تو ویسا بھی نہیں ہوسکتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... مزید یہ کہ حدیث کے الفاظ میں ایسا کچھ نہیں ہے جو کہ نسخ پر دلالت کرتا ہو اور جو عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت حج بنا رسول اللہ حجۃ الوداع'' ہے اسے ابو غزیہ سے علی بن ایوب الکعبی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا جیسا کہ خطیب کے ہاں السابق واللاحق میں ہے اور ابن عساکر کے ہاں غرائب مالک میں اور اس کا حال تو تم جان ہی چکے ہو کہ دار قطنی نے اس پر وضع حدیث کی تہمت لگائی ہے اور ابو غزیہ سے اسے محمد بن عمر بن الاخضر نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ محبّ الدین الطبری نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے اور خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کی توثیق کی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر ابو غزیۃ سے احمد بن یحی الحضرمی نے اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ ابن الشاھین کے ہاں الناسخ والمنسوخ میں ہے تو اس نے اس زیادتی کو ذکر نہیں کیا اور سیوطی نے انس رضی اللہ عنہ والی روایت پر کلام کیا ہے پھر معمر والی روایت کو بغیر ان زائد الفاظ کے ثابت کی روایت پر ترجیح دی ہے تو پھر سیوطی کے قول کے مطابق یہ اضافہ منکر ہے کیونکہ دو راویوں نے اسے بیان نہیں کیا اس لیے ان کی بات کو ایک راوی پر ترجیح ہوگی پھر جس نے یہ اضافہ بیان کیا ہے وہ راوی مجروح ہے اور جس نے بیان نہیں کیا وہ بھی متروک ہے لیکن ایک ثقہ صالح راوی نے اس کی متابعت کی ہے لہٰذا یہ دوسری وجہ ترجیح ہے (یہ ہی ہوا)

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... تو پھر ایسی صورت میں عدم زیارت والی روایت کا تاخر تو بالکل ثابت نہ ہوا اور تعارض ہو جانے کے بعد برابر کی دلیلوں میں واجب ہے کے جمع کرنے کی کوشش کی جائے اگر ممکن ہو سکے ورنہ پھر ترجیح اور اگر ترجیح بھی مشکل ہو تو تاریخ معلوم کرنی چاہئے پھر اگر متاخر کا علم ہو جائے تو وہ متقدم کا ناسخ شمار ہوگا اگر نسخ کی ضرورت ہو جب کہ جو ہماری بحث ہے اس میں نسخ کے لیے کوئی داعی نہیں ہے پھر یہ کہ دلائل کی قوت میں برابری بھی مفقود ہے اور جمع کرنا بھی ممکن ہے کیونکہ موت کے بعد ایمان نفع بخش نہیں اور اس سلسلے میں قرآن کا بیان قطعی ہے اللہ کا فرمان ﴿یوم یاتی بعض اٰیات ربك لا ینفع نفسا ایما نہا لم تکن اٰمنت من قبل او کسبت فی ایما نہا خیرا﴾ (الانعام) جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آ گئیں تو کوئی جان جو اس سے پہلے ایمان نہ لائی تھی اس کو ایمان لانا کوئی نفع نہ دے گا یا اگر اس نے

صاده وان كان مرفوعاً عنه صدادة لانهٗ لزمة سؤادة ومنعهٗ عن شرايحه رشادة وامتلأ بالتعسف فؤادة فصدة عن الاستفادة منه حسده وعناده

قال ابو محمد:..... والحمد الله الرب البصير السميع الجميل الكريم الرفيع فى الأول وفى الآخرة بالصورة الرفيع فى الصيف والشتأء والخريف والربيع على وفقه لعبده ابن عبده وابن امتهٖ البديع فى حسن التمام السريع لهٰذا السفر النجيح المشحون بالبراهين كالمشيع الفارق بين المقبول والرجيح والمهيز بين الليل والسطيع كما حمد نفسة فى كتابهٖ المنيع وكما يحمدة خلقة الجن والانس والجميع من البهائم الطيور والمليع وافضل الصلٰوة والسلام السوسيع على مرسلهٖ السيد الذريع الامام الشريح المؤمنين رؤف رحيم والشفيع الشارع الوديع العابد الوريع باليوم الهجيع جاء بالدين النصيع والامر الوكيع دعا امتهٗ الى الطريق الدليع وهدى الى سبيل الهطيع من اطاعة فقد نجى ولهٗ غدق ونصيح وثلبح مقيع ومن عاصاهُ فقد تردىٰ فهو الدنيع والذليل الخضيع ليس لهٗ طعام الامن ضريع لايسمن دلا يغنى من الكنيع ولا ماء الامن سعوم وجبع

وعلىٰ آلهٖ المطيع واهله ذوى الشأن الوقيع واصحابهٗ الذين فدّوا انفسهم للاشاعة الدين حتىٰ جعلوها كالمبيع فمنهم من الفاضل البيع والكامل البذيع والمهتدين سريع ولبغينهٖ الخيره دنيع والبغية الشرمنيع وعلى التابعين واتباعهم باحسان الضيع الى يوم يحكم فيه بين الشريف والوضيع ويرى من العمل الصالح والشنيع ماسبح السابحون فى الرفيع و سجد الساجدون فى الصليع والمماريع .

انا العبد

ابو محمد بديع الدين شاه

٠٦-٢-١٩٦٢

ایمان کے ساتھ بھلائی نہ کی تھی (تو اب کوئی بھلائی سود مند نہ ہوگی) یہ فرمان اس امر کی دلیل ہے کہ ایمان صرف موت سے پہلے ہی نافع ہے پھر اللہ کا یہ فرمان کہ ''جس نے اپنے ایمان کے ساتھ بھلائی نہ کی ہو'' بھی اسی امید پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ روایت میں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر یہ کہ ان احادیث کو حدیث احیاء پر بہت سی وجوہات اور ٹھوس اسباب کی بنا پر ترجیح حاصل ہے اول یہ کہ یہ روایات صحیح ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔ ثانیا یہ کہ بخاری و مسلم میں سے کسی نے حدیث احیاء کو حجت نہیں بنایا جب کہ اس کی مخالف روایت کو مسلم نے حجت بنایا ہے۔ ثالثا یہ روایت یعنی حدیث احیاء ایک ہی طریق سے مروی ہے جب کہ اس کی مخالف روایات ایک جماعت سے مروی ہیں۔ حازمی نے "کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار" میں وجوہ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "الوجہ الاول" ایک جانب کثرت تعداد کا پایا جانا یہ چیز روایات میں مؤثر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... رابعاً وجہ ترجیح یہ کہ حدیث احیاء کے متصل یا منقطع ہونے میں اختلاف ہے جب کہ اس کے مخالف روایات کے اتصال پر اتفاق ہے لہٰذا ان کو ترجیح حاصل ہوگی۔

حازمی میں نے کتاب الاعتبار میں گیارھویں (۱۱) وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ایک روایت کے اتصال پر اتفاق اور دوسری کو بعض راوی متصلا اور بعض مرسلا بیان کریں تو پھر مسند متصل روایت جس کے اتصال پر اتفاق ہو کو ہی لینا چاہئے کیونکہ اکثر لوگ مرسل سے حجت لینے کے قائل نہیں جب کہ متصل پر اتفاق ہے اس لیے منقطع اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... خامسا یہ کہ حدیث احیاء قرآن کے مخالف جب اس کے برعکس روایات قرآن کے موافق ہیں حازمی ستائیسویں وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر دو حدیثوں میں سے ایک بظاہر قرآن کے موافق اور دوسری قرآن کے مخالف ہو تو موافق روایت لینا ہی زیادہ معتبر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... سادسا یہ کہ ایسی بات کی کوئی مثال نہ پہلے انبیاء میں نہ اگلی شریعتوں میں ہی ملتی ہے کیوں کہ آدم علیہ السلام کا بیٹا کفر پر فوت ہوا اور اس طرح ابراہیم علیہ السلام کا باپ اور نوح علیہ السلام کا بیٹا اور ان کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی زندہ نہیں فرمایا تا کہ وہ کسی نبی پر ایمان لا سکے جبکہ ان روایات کی مثال موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کے لیے دعا پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور عازمی مزید کہتا ہے کہ وجوہ ترجیح میں سے سینتالیسویں (۴۷) وجہ یہ کہ ایک روایت ایسا حکم ثابت کرے

جس سے پچھلی شریعتوں کی مخالفت لازم آتی ہو اور دوسری روایت ان کے موافق ہو تو یہ کہا گیا ہے کہ موافق روایت کو ترجیح ہوگی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور مذکورہ بالا تمام بحث بھی تب جب روایت کی صحت تسلیم کر لی جائے تو پھر کیا خیال ہے جبکہ سند ضعیف اور بیکار اور تاریخ کا بھی علم نہیں تو پھر نسخ کیسے ممکن ہوگا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اب ہم اپنی بات کا اختتام ایک صحیح روایت سے کرتے ہیں جو کہ صحیح بخاری میں وارد ہے امام بخاری اس روایت کو ابو طالب کی وفات کے باب میں لائے ہیں" عن ابن المسیب عن ابیه ان ابا طالب لما حضرت الوفاة دخل علیه النبی ﷺ وعنده ابو جهل فقال ای عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لك بها عند الله فقال ابو جهل وعبدالله ابن ابی امیه یا ابا طالب تر غب عن ملة عبدالمطلب فلم یزالا یکلمانه حتی قال اخر شی کلمهم به علی ملة عبدالمطلب فقال النبی ﷺ لا ستغفرن لك مالم انه عنه فنزلت ما کان للنبی والذین اٰمنوان یستغفر وا المشرکین ولو کانوا اولی قربٰی من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم ۔ ونزلت انك لا تهدی من احببت " ابن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپ ﷺ اس کے ہاں داخل ہوئے اور ابو جہل وہاں موجود تھا آپ ﷺ نے ابو طالب سے فرمایا کہ اے چچا لا الہ الا اللہ کہیے اس کلمے کے طفیل میں اللہ بارگاہ میں آپ کے لیے گذارش کروں گا تو ابو جہل اور عبید اللہ ابن ابی امیہ بولے کہ ابو طالب کیا عبد المطلب کی ملت کو چھوڑ دو گے اور پھر وہ دونوں بولتے رہے یہاں تک کہ آخری کلمات جو کہ ابو طالب نے ان سے کہے یہ تھے کہ" علی ملۃ عبدالمطلب "عبدالمطلب کی ملت پر تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تک مجھے منع نہیں کیا جاتا میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ نبی ﷺ اور اہل ایمان کے لیے روا نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کریں اگر چہ وہ ان کے رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ یہ واضح ہو چکا اہل ایمان پر کہ (وہ مشرک) جہنمی ہیں اور آیت نازل ہوئی "انك لا تهدی من احببت " آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے اس روایت کو امام بخاری "باب اذا قال المشرك عند الموت لا اله الا الله" کتاب الجنائز میں لائے ہیں اور وہاں الفاظ ہیں" فلم یزل رسول الله ﷺ یعرضها علیه ویعودان تلك المقالة حتی قال ابو طالب آخر ماکلمهم هو علی ملة عبدالمطلب وابی ان یقول لا اله الا الله فقال رسول الله

ﷺ اما واللہ لا ستغفرن لك مالم انه عنه فانزل الله تعالٰی فیه ما كان للنبی والذین اٰمنو الاٰیه "۔ تو اللہ کے رسول کلمہ طیبہ اس پر پیش کرتے رہے اور وہ دونوں وہ ہی بات دہراتے رہے یہاں تک ابو طالب نے آخری بات جو ان سے کی وہ یہ کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اللہ کی قسم میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے منع نہیں کیا جاتا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ما كان للنبی والذین اٰمنو الایه۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان میں اور نسائی نے اپنی سنن میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور حازمی نے الاعتبار میں صحیح قرار دیا ہے یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ عبدالمطلب کی ملت اہل توحید کی ملت سے جدا تھی۔تو پھر کون دعوی کرتا ہے اس کی اولاد کے فطرت پر ہونے کا؟ بلکہ اس کی اولاد میں سے کوئی اس چیز سے واقف تک نہ تھا یہاں تک کہ اللہ نے اہل ایمان پر احسان کرتے ہوئے ان میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو کہ انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا اور تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا پھر جس نے ایمان لانا تھا لایا اور جس نے کفر کرنا تھا کیا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... وہ جو سیوطی نے سھیلی سے نقل کیا ہے کہ کہا گیا ہے کہ وہ اسلام پر فوت ہوئے اس لیے کہ آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھ کہ ایمان لا چکے تھے۔سیوطی کا سھیلی سے نقل کردہ یہ قول بلا دلیل ہے اور محض فلاں نے کہا یا کہا گیا کوئی دلیل نہیں ہے پھر یہ حدیث اس بات کو باطل کرنے کے لیے کافی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... ان قائلین میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ (ابو طالب) اہل فطرت میں سے تھا اور دعوت اس تک پہنچی ہی نہ تھی۔اس بات کی تکذیب سھیلی کی ابھی مذکور بات سے ہوجاتی ہے صحیح حدیث بھی اس کو جھٹلاتی ہے لہٰذا اس کی طرف وہ ہی توجہ کرے گا جسے علم میں سے کچھ نصیب نہ ہوا ہو۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:...... پھر اس کے لیے یہ روایت بھی شاھد ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے کہ "اخبرنا عبدالله بن فضالة بن ابراهيم اقال حدثنا عبدالله هو ابن يزيد المقبری حواخبر نا محمد بن عبدالله بن يزيد المقبری قال حدثنا ابی قال سعيد حدثنا ربيعة بن سيف المعافری عن ابی عبدالرحمن الحنبلی عن عبدالله بن عمر وقال بينما نحن نسير رسول الله ﷺ اذ بصر بامر اة لا نظن انه عر فها فلما تو سط الطريق وقف حتی

انتهت اليه فاذا فاطمة بنت رسول الله ﷺ قال لها ما اخرجك من بيتك يا فاطمة قالت اتيت اهل هٰذا الميت فتر حمت، اليهم وعزيتهم بميتهم قال لعلّك بلغت معهم الكدى قالت معاذ الله ان اكون بلغتها وقد سمعتك تذكر فى ذالك ما تذكر فقال لها ابلغتها معهم ما رايت الجنة حتى برا ها جد ابيك ۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ آرہے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو دیکھا ہم نہیں سمجھے کہ آپ ﷺ نے ان کو پہچانا ہے پھر جب راستے کے درمیان پہنچے تو رک گئے یہاں تک کہ وہ خاتون آپ ﷺ کے نزدیک آ کر رکیں تو وہ فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ آپ کس ضرورت کے لیے گھر سے نکلی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ اس میت والے گھر آئی تھی دعائے مغفرت اور تعزیت کے لیے آپ ﷺ فرمایا تم ان کے ساتھ قبرستان تک گئی تھیں وہ بولیں اللہ کی پناہ کہ میں وہاں جاؤں حالانکہ میں نے آپ کو اس کے متعلق وہ سب کچھ فرماتے سنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ وہاں تک جائیں تو جنت کو دیکھ تک نہ پائیں جب تک کہ تمہارے باپ کا دادا اسے دیکھتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور ربیعہ مختلف فیہ ہے بخاری اور ابن یونس نے کہا عندہ مناکیر دار قطنی نے کہا صالح عبدالحق نے کہا "ضعيف الحديث عنده" عجلی نے کہا ثقہ جیسا کہ تھذیب میں ہے اور نسائی نے تمیز میں کہا کہ "ليس به باس" (اس میں کوئی حرج نہیں) اور سنن میں کہا کہ ضعیف۔ بخاری نے التاریخ الاوسط میں کہا کہ روى احاديث لا يتابع عليها ۔ روایتیں بیان کرتا ہے جس پر اس کی متابعت نہیں ہوتی ۔ ابن حبان سے صاحب تہذیب نے نقل کیا ہے کہ اس نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا کہ يخطى كثيرا ۔غلطیاں بہت کرتا ہے۔ صاحب میزان نے کہا کہ ربیعہ کی روایات پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی اس کے ساتھ ساتھ اس کی روایات میں مناکیر پائی جاتی ہیں ۔ ہم نے ابن حبان کے ثقات کی مراجعت کی تو وہ ہی الفاظ پائے جو کہ صاحب تہذیب نہ نقل کیے ہیں ۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... تو پھر صاحب ترجمہ ربیعہ جیسا کہ صاحب تہذیب نے کہا صدوق ہے اس کی روایات منکر بھی ہیں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ بالکل ہی متروک راوی ہے پھر یہ کہ نسائی کی تضعیف بعض وجوہ سے غیر معتبر ہے ۔ اول یہ کہ جرح مبہم ہے دوسرا یہ کہ اس سے توثیق بھی منقول ہے اور وہ راجح ہے تعدیل کرنے والوں کی موافقت کی وجہ سے اور اس کے ساتھ اسے نسائی کے ضعفاء میں ذکر نہیں کیا گیا ۔

ثالثا یہ کہ اس کی تضعیف قطعی الوجود نہیں ہے سنن میں کیونکہ اطراف میں ہے کہ سنن کے ایک نسخے میں یوں دونوں اقوال میں اتفاق ہو جاتا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... مزید یہ کہ دار قطنی معتدلین میں سے ہے لہٰذا اس کا قول سب سے معتدل تصور ہوگا رہی عبدالحق کی تضعیف تو وہ ان معدلین کے مقابل قابل قبول نہ ہوگی باوجود اس کے کہ جرح مبہم بھی ہے لہٰذا کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا سوائے یہ کہ اس کی روایات میں مناکیر ہیں اور ایسے راوی کی ساری روایات ترک نہیں کی جائیں گی بلکہ ضروری ہے کہ اس کی روایات کی تفتیش کی جائے پھر جہاں نکارت پائی جائے اسے ترک کیا جائے ورنہ نہیں۔ اور مناکیر سے یہاں مراد افراد (فرد غریب) بھی ہوسکتی ہیں جیسا کہ بخاری کے تاریخ اوسط میں "منقول قول لا یتابع علیھا" سے ظاہر ہوتا ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور رہی بات کثرت خطا کی جیسا کہ ابن حبان نے کہا تو اس سے بھی فرق نہیں پڑتا کیونکہ کوئی انسان بمشکل بھول چوک سے محفوظ رہ سکتا ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کی روایت اعلیٰ درجے کی صحیح روایت ہے لیکن بہر حال وہ درمیانہ ٹھیک راوی ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور ابو داؤد نے سنن میں اس کی روایات درج کی ہیں اور ان پر سکوت اختیار کیا ہے اور منذری نے الترغیب والترھیب میں کہا ہے کہ ربیعہ مصر کے تابعین میں سے ہے جس کے بارے میں مقال ہے لیکن وہ اس کی روایت کے حسن ہونے میں مانع نہیں۔ ھیثمی نے مجمع الزوائد میں ایک ایسی روایت نقل کرنے کے بعد جس کی سند میں ربیعہ ہے کہا کہ "رجالہ ثقات" اور اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں ربیعہ کی سند سے نقل کیا جو کہ اس کے نزدیک صحیح ہے اور ذھبی نے بھی اس کا تعاقب نہیں کیا۔ تلخیص میں بلکہ تصریح کی کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس روایت کے باقی راویوں کی توثیق تقریب میں موجود ہے اور ابو عبدالرحمٰن الحنبلی اس کا نام عبداللہ بن یزید المعافری ہے اور سعید وہ ابن ابی ایوب ہے جیسا کہ اس کے طبقہ، شیوخ اور تلامذہ سے ظاہر ہے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس روایت کو الفضل بن فضالہ عن ربیعہ کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں ما رایت الجنہ حتی پر اھا جد ابیک'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن اس اعتراض کی کوئی قیمت نہیں چند وجوہ کی بنا پر اول یہ کہ ربیعہ سے ان الفاظ کو سعید بن ابی ایوب نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہے احمد، ابن معین، نسائی، ابن سعد، ابن حبان، ساجی، یحی بن کبیر نے اس کی

توثیق کی ہے اور ابن یونس اور ابن وھب نے کہا کان فقیھا جیسا کہ تہذیب میں ہے اس لیے اس کی طرف سے اضافہ مقبول ہوگا۔

ثانیا یہ اضافہ الفضل کی روایت کے خلاف نہیں بلکہ دونوں روایات اپنی جگہ مستقل ہیں ثالثا سعید اس اضافے میں منفرد نہیں بلکہ نافع بن یزید نے ربیعہ سے اس روایت میں سعید کی متابعت کی ہے۔ اور وہ بھی ثقہ ہے ۔احمد بن صالح المصری ، ابو حاتم، النسائی، العجلی ، ابن حبان اور حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور ابن یونس نے کہا کہ "کان ثبتا فی الحدیث لا یختلف فیه" حدیث میں معتبر ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور صنعانی نے کہا حدثنا ابن ابی مریم حدثنا نافع ابن یزید وکان من خیار امۃ محمد ﷺ جیسا کہ تھذیب میں ہے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں درج کی ہے کہ اخبرنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله الصفار حدثنا ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل حدثنا سعید بن ابی مریم انبا نا نافع بن یزید اخبر نی ربیعة بن سیف حدثنی ابو عبدالرحمن الحنبلی پھر یہ روایت نقل کی ہے اور ذھبی نے تلخیص میں۔حاکم کے صحیحین کے استدراک میں اس روایت کے لانے پر کوئی تعاقب نہیں کیا۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... حیٰوۃ بن شریح بن صفوان التجیبی نے بھی اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ حاکم نے اس جانب اشارہ کیا ہے اور وہ بھی ثقہ ہے تقریب میں ہے ثقہ، ثبت، فقیہ، زاھد الخ ، اور تہذیب میں احمد، ابن معین ، ابو حاتم ، یعقوب بن سفیان ، عجلی ،مسلمۃ بن القاسم ابن حبان ، ابن سعد اور ان کے علاوہ محدثین سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور ذھبی نے تلخیص المستدرک میں کہا ہے کہ وقال حدثنا حیٰوۃ اخبرنی ربیعة بن سیف بھٰذا علی شرطھما"

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... تو یہ متابعت قوت پر مزید قوت دینے والی ہے کیونکہ تینوں راوی حجت ہیں اور رابعا ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں "قال لو بلغت معھم الکدی فذکر شدیدا فی ذالك" فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک جاتیں پھر اس بارے میں سخت بات فرمائی" یہاں پر الفاظ مجمل ہیں اور نسائی کی حدیث اس کی تفسیر ہے اور ایک روایت دوسری کی تفسیر کرتی ہے اور خود حدیث کی تفسیر زیادہ مناسب اور قبولیت کے لائق ہے۔

راقم ابومحمد کہتا ہے:...... لہٰذا حدیث جرح قادح سے محفوظ ہے بلکہ حسن اور صالح کی اقسام سے ہے اور

اس بات پر دلیل ہے کہ عبدالمطلب اہل جنت میں سے نہ تھے اور علامہ ابوالحسن السندھی الکبیر نے نسائی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ الفاظ بظاہر اس مفہوم پر دلالت کرتے ہیں کہ " ما رایت ابدا کما لم یر ھا فلاں" تم کبھی بھی نہ دیکھ پاتیں جیسا کہ فلاں نہ دیکھ پایا اور یہ الفاظ اسی قبیل سے ہیں کہ " حتی یلج الجمل فی سم الخیاط " یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... سیوطی نے اس روایت کی بیکار تاویلیں کی ہیں فرماتے ہیں اس روایت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی عورت جنازے کے ساتھ قبرستان تک جائے تو یہ کوئی ایسا کفر نہیں ہے جو کہ خلود فی النار کا موجب ہو علامہ سندھی نے اس کا جواب دیا ہے کہ یا تو اسے ان کے معاملے میں سختی پر محمول کیا جائے گا یا پھر اس بات پر محمول کیا جائے کہ آپ ﷺ ان کے متعلق اس امر سے باخبر تھے کہ اگر وہ اس نا فرمانی کی مرتکب ہوتی ہیں تو یہ نافرمانی ایسی نافرمانی تک پہنچا دے گی جو کہ خلود فی النار کا باعث ہوگی۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... پھر زیادہ سے زیادہ اس معاملے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مشکل روایات میں سے ہے کہ جن کا مفہوم واضح نہیں ہے کیونکہ اس طرح کا گناہ خلود فی النار کا موجب نہیں ہے تو پھر اسے کس طرح خلود فی النار سے جوڑا۔ لیکن بہر حال اس سے مشروط بہ کا عدم وجود لازم نہیں آتا۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور سیوطی نے یہ بھی کہا کہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اسے کبائر میں سے شمار کیا جائے کہ جس کا مرتکب عذاب کیا جائے گا اور بالاخر جنت میں جائے گا'' لیکن یہ بات تو کبائر کے متعلق ہوئی اور اہل شرک کے متعلق تو ایسا کچھ نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہا کہ اہل السنہ تاویل کرتے ہیں کہ جو روایات اہل کبائر سے متعلق ہیں کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے اس سے مراد یہ ہے کہ ان سابقین کے ساتھ داخل نہ ہوں گے جو کہ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہ بات مشروط بہ یعنی کبیرہ میں تو مسلم ہے لیکن مشروط بہ یعنی شرک میں یہ تاویل نہیں چل سکتی کیونکہ پچھلی روایت سے ثابت ہو چکا کہ ابو طالب نے کلمہ توحید سے انکار کیا اور کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے لہٰذا اہل شرک کے لیے کوئی بخشش نہیں ہے اور نہ وہ جہنم سے نکلنے والے ہیں۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... اور پھر سیوطی نے کہا کہ حدیث کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ تم جنت کو نہ دیکھ پاتیں یہاں تک کہ وہ وقت آتا جب تمہارے باپ کا دادا اسے دیکھے ایسی صورت میں تمہارا دیکھنا سابقین کی روایت سے

متاخر ہو جاتا یہ بات صحت سے کوسوں دور ہے اور آپ ﷺ پر بہتان ہے اور پچھلی نص اس تاویل کو جھٹلا دیتی ہے کیونکہ مشرک کے لیے نجات ہے ہی نہیں۔ پھر اگر یہ بات ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں پر جنت کے دیکھنے کی نفی ہے داخل ہونے کی نفی نہیں ہے لہٰذا پھر یہ معنی ہوگا کہ جس طرح اہل جہنم جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر ان کی تمنا کر رہے ہوں گے تو تم بھی تب تک نہ دیکھ پاؤ گی جب تک کہ تمہارے باپ کا دادا اسے نہ دیکھ لے اور یوں تمہارا جنت کو جہنم میں سے دیکھنا اس کے دیکھنے سے متاخر ہوگا اور یوں سیوطی کے سارے بہانے ختم ہو گئے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... حاصل کلام یہ کہ وہ اہل ملت میں سے نہ تھے بلکہ اہل شرک اور کفر میں سے تھے لہٰذا سیوطی کا یہ قول باطل ہے کہ وہ اہل فترت میں سے تھے سو جب وہ یعنی عبدالمطلب اہل فترت میں سے نہ تھے تو ان کی اولاد کیسے؟ لہٰذا یہ بات ظاہر ہوگئی کہ آپ ﷺ کے والدین اہل ایمان میں سے نہ تھے بلکہ ان کی وفات کفر پر ہوئی عقل اور نقل سے یہ ہی بات ثابت ہوتی ہے اور جتنے بھی بہانے تراشے ہیں انتہائی فرسودہ اور بیکار ہیں اور رہا ان دونوں کا زندہ کیا جانا تو وہ ثابت نہیں ہے نہ عقلاً نہ شرعاً صرف دین دشمن لوگوں نے یہ روایات گھڑی ہیں۔ اور مشرکوں کے مددگاروں نے ان کو جمع کیا ہے۔ تاکہ اپنی خواہشات کو تقویت دے سکیں کیونکہ ان روایات کو مشہور جھوٹوں اور ٹھگوں نے بیان کیا ہے جو کہ نہ تو اللہ سے حیا کرتے ہیں نہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں یہ خدا کی کتاب کی تکذیب چاہتے ہیں اور دین اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ اور وہ جو کہ اہل رفض ہیں کہ دین اسلام کو جھوڑ چکے اور نافرمان بیکار اور کمینے بن چکے پھر ان روایات کو آگے بڑھاتے رہتے ہیں جو کہ صحیح غلط میں تمیز نہیں کر سکتے اور سونے اور کنکر میں فرق نہیں جانتے۔ باقی جو اس فن کے لیے پیدا کئے گئے ہیں وہ حق کے ساتھ باطل کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اور ہرگز اسے مہلت نہیں دیتے بلکہ لوگوں کے سامنے اسے کھول کر ظاہر کر دیتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ یہ میٹھا نگلنے میں آسان ہے اور یہ کڑوا اکسیلا ہے۔ یہ ھڈی اور ٹھیکری ہے اور یہ ہاتھی دانت ہے۔ راستے پر روشن چراغ رکھ دیتے ہیں تاکہ دور دراز سے آنے والوں پر سیدھا راستہ واضح رہے۔ اللہ ایسے اہل حق کی تعداد زیادہ فرمائے اور عاقبت اچھی کرے۔ (آمین)

اور اسی طرح مختلف نظریات کے حامل لوگوں نے اس موضوع پر جو خامہ فرسائی کی ہے وہ ساری کی ساری باطل بلکہ موالیوں کے کلام سے مشابہ ہے جس کا اول آخر کو جھٹلا رہا ہوتا ہے یہ اس کے خلاف اور وہ اس کے خلاف بلکہ خود لکھ رہا ہوتا ہے۔ اور خود اپنی تحریر سے ہی راضی نہیں ہوتا اور ایسی فضول گوئی سے اسے پر کر دیتا ہے جو واضح بے وقوفی پر دلالت کر رہی ہوتی ہے۔ پھر ان لوگوں کو پاؤ گے کہ تبگاہیاں اور بربادیاں لاتے

ہیں کہ جن سے دل سینوں میں کانپ رہے ہوتے ہیں گویا کہ اندھے گھوڑے پر سوار اندھیروں میں ٹامک ٹونیاں مار رہے ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک باء الف ہے اور موتی مینگنی برابر ہے۔ پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ کی اس کم ہمتی اور بے دلیل سمجھ سے۔

راقم ابو محمد کہتا ہے:..... یہ اختتام ہے ہماری تحریر کا اور امید ہے کہ بات واضح ہو چکی ہے۔

والحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلىٰ اٰله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.

المقالة السادسة

مولانا الھڈنو جمارانی کی کتاب پر تبصرہ

حنفی عالم دین مولانا الھڈنو جمارانی نے مسئلہ رفع الیدین پر ایک رسالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے عدم رفع الیدین پر چند ثبوت پیش یے جس کا جواب مولانا اللہ بخش تونیہ صاحب نے اس وقت دیا تھا جس کی تائید میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے چند کلمات تحریر فرمائے تھے۔

(الازہری)

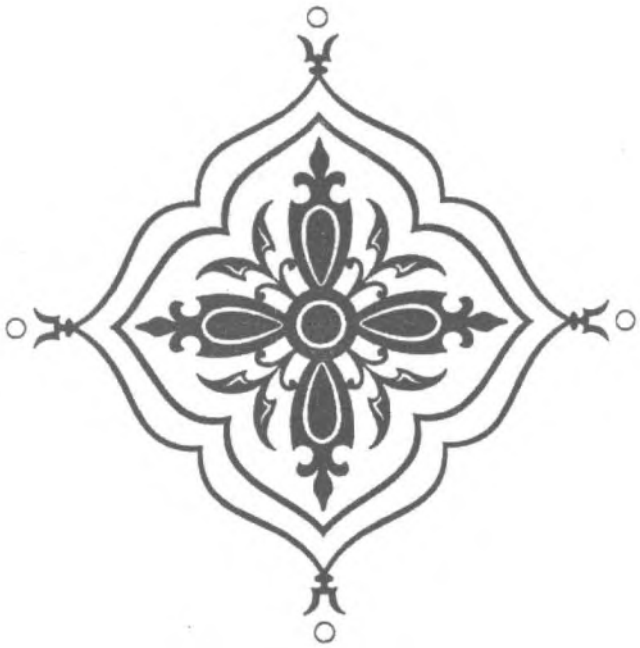

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذى حفظ سنن رسوله بابقاءِ المحدثين ينفون عنها تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين وبعد عنها شوب البدع بهزم المحدثين الذين هم للحق من القالين وللسنن من المعطلين عارضو ها مع كونهم البا هلين اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له يحكم بين عباده ان الحكم الا لِله يقص الحق وهو خير الفاصلين واشهد ان سيد البرية محمداً عبده ورسوله امام العالمين والعاملين صلى الله عليه وسلم واله وصحبهٖ الكاملين ومن تبعهم بالا حسان من المجتهدين العاقلين لا المقلدين الظانين الغافلين -

اما بعد: اہل بدع (یعنی اھل الرای) کا اھل السنۃ (یعنی اہل حدیث) سے ہمیشہ ٹکراؤ اور مقابلہ رہا ہے۔ مگر بقول پہاڑ سے سر ٹکرانے سے سر پھٹے گا پہاڑ کو کچھ بھی نہیں ہوگا اہلحدیث ہمیشہ فائز اور غالب رہے ہیں اور اھل باطل خاسر اور خائب۔

صدق اللہ سبحانہ وتعالیٰ:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (ابراھیم: ۲۷)

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے (اور مصیبت کے وقت ان کا دل مضبوط رہتا ہے) اور ظالموں کو (اصل مقصد سے) بھلا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''

آنکھوں کے سامنے زندہ مثال ہے کہ مولوی اللہ ڈنو جمارانی کا اللہ تعالیٰ نے ایسا سر چکرایا کہ ابتداء میں "بسم الله" بھی نہ لکھ سکے تو پھر ایسی تحریر میں برکت وفیض بھی ویسا ہی ہوگا "كل امر ذى بال لم يبدا فيه ببسم الله فهو اقطع". ہر کسی اہم کام میں بسم اللہ سے شروعات نہ کی جائے تو وہ نامکمل ہوتا ہے۔

(۲).....بعض اُس ء کتب کے نام لیے ہیں جن کی زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں ہوئی ہوگی جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تحقیق بھی ویسی ہی کی ہوگی۔ " ذالك مبلغهم من العلم"

ہم شیخ کی سنتے تھے مریہ بزرگی
جاکر کے جو دیکھا تو عما کے ہوا بیچ

(۳)..... کہ وہ روایات پیش کی ہیں جو شدید ضعیف ہیں جن کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ مثلاً:

(۱) مسئلہ اولیٰ (رفع الیدین)..... سید المحدثین طبیب الحدیث فی عللہ جزء رفع الیدین (صفحہ ۱۰) طبع برقی پریس دھلی میں فرماتے ہیں:

"ولم یثبت عند اھل النظر ممن ادرکنا من اھل الحجاز واھل العراق منھم عبداللہ الزبیر وعلی بن عبد اللہ بن جعفر ویحیٰ بن معین واحمد بن حنبل واسحاق بن راھویہ ھٰؤلاءِ اھل العلم من بین اھل زمانھم فلم یثبت عند احد منھم علم فی ترك رفع الا یدی عن النبی ﷺ ولا عن احد من اصحاب النبی ﷺ انہ لم یر فع یدیہ"

(۲) مسئلہ ثانیہ (تراویح) بیس رکعات والی روایت کا ضعف علمائے احناف نے بھی قبول کیا ہے اس کے راوی ابوشیبہ کے لیے محقق امام نووی شرح المھذب میں لکھتے ہیں: "ضعیف باتفاق المحدثین"

(۳) مسئلہ ثالثہ (آمین) امام بیہقی (جو محرر صاحب کے ہاں معتمد علیہ ہے) سنن الکبریٰ (صفحہ ج ۲) میں فرماتے ہیں:

"اجمع البخاری وغیرہ من الحفاظ علیٰ ان شعبۃ اخطاء فی ھذا الحدیث فقد روی من اوجہٍ فجھر بھا"۔ ثابت ہوا کہ حفاظ الحدیث وائمۃ العلل سارے اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔ علامہ بحر العلوم عبدالحی الحنفی لکھنوی ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں کہ: اما الاسرار بالتامین فلم یرو فیہ الا ما روی الحاکم یعنی (حدیث شعبۃ المبحوث فیہ) وھو ضعیف جداً.

(۴) مسئلہ الرابعۃ: (تقبیل الابھا مین) اس روایت کو تمام محدثین موضوعات میں ذکر کرتے ہیں مثلاً الفوائد المجموعۃ فی احادیث الموضوعۃ للشوکانی (صفحہ ۳۸) تذکرۃ الموضوعات للفتنی (صفحہ ۳٤) ۔ الموضوعات الکبری ملا علی القاری (صفحہ ٦٤)۔ طبع دھلی (المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشھرۃ علیٰ السنۃ الناس) للسخاوی (صفحہ ۱۸۱) وغیر ذالك.

الغرض محرر کے تمام ادلہ کا بطلان مجمع علیہ۔ مگر ہم انہیں اس معاملہ میں معذور سمجھتے ہیں کیونکہ مذکورہ مسائل میں جب ان کے پاس کوئی صحیح اور ثابت روایت نہیں ہے تو پھر ان کا سہارا لیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ بقول الغریق یتشبث بالحشیش (ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا) جو ملا اسی کو لکھ دیا۔ اپنے علاقہ میں زیلعی اور ابن ھمام کی یاد تازہ کرتا ہوگا۔ اگر کہہ دے کہ کوئی حدیث نہیں ہے تو حنفیت ہی ختم ہوجاتی ہے اس لیے ضعیف

احادیث کو جمع کر کے عوام کالانعام جو کہ ان کے فرامین کو ''کالوحی من السماء'' سمجھتے ہیں. ان کے سامنے سرخرو ہونے کے لیے ایک سطر تحریر فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوفیوں کے مسائل ایسی ہی روایات سے لیے ہوئے ہیں چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ سنن (صفحہ ۴۹۰ ج ۱) طبع دھلی میں امام وکیع بن الجراح سے نقل کرتے ہیں کہ "لو لا جابر الجعفی لکان اهل الکوفة بغیر حدیث" جابر جعفی کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ما رایت فمن لقیت افضل من عطاء ولا لقیت فمن لقیت اکذب من جابر الجعفی ما اتیتة، بشی من رایی الا جاء نی فیه بحدیث" عمدۃ القاری صفحہ ۷۵۰ ج ۲۔ طبع۔ استنبول اور جلال الدین السیوطی تدریب الراوی (صفحہ ۳۳) طبع مصر میں نقل کرتے ہیں کہ قال طاؤس اذا حد ثك العراقی مأة حدیث فاطرح تسعة وتسعین وقال هشام بن عروة اذا حد ثك العراقی بالف حدیث فالق تسع ماة وتسعین وکن من الباقی فی الشك وقال الزهری ان فی حدیث اهل الکوفة دغلاً کثیراً جب شروع سے ہی کوفیوں کا یہ حال ہے تو محرر صاحب سے کیا گلہ۔ لیکن ان کی نیت پر اعتراض ہے کہ کیونکہ دانستہ طور پر ضعیف احادیث کا سہارا لے کر خلق خدا کو گمراہ کیا ہے۔ اگر انہیں جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں ہے تو یہ صفت جہالت ہے۔ نہ کہ عالم کی صفت۔ ایسا شخص نہ تحریر لکھنے کا اھل ہے اور نہ ہی علماء کی صف میں کھڑے ہونے کا لائق ہے۔

(۴) چہارم کہ انہوں نے کئی مواقع پر خیانت سے کام لیا ہے۔ الجامع الصغیر للسیوطی (صفحہ ۱۰۴ ج ۲)۔ بحوالہ مسلم عن ابن مسعود وابن عمرو۔ مسند احمد وابن ماجہ عن انسؓ۔ حدیث ہے کہ "لکل غادر لواء یعرف به یوم القیامة" الحمد للہ عوام اب بیدار ہو چکی ہے۔ اتنی جلدی دھوکہ میں نہیں آ سکتی بلکہ وہ خود تحقیق کی خواہاں ہے۔ اندھی تقلید کے خول آنکھوں سے اتر چکے ہیں خود تقلید کے پرستار مقابلہ میں کہا کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حدیثیں ہیں پھر چاہے حدیثیں ہوں یا نہ ہو۔ اگر حدیثیں ہوں تو ان کی صحت وسقم جاننے کے لیے بھی عوام بیدار ہے اس لیے صرف فقہی روایات پر قناعت کر کے ہم مذہبی سوسائٹی کے اندر نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا عوام کی طرف سے ایسی تحقیق ضرور ہونی چاہیے تا کہ حق اور باطل واضح ہو جائے پھر مولوی صاحب کی ایسی تحریروں سے وہ خود اندازہ لگا لیتے ہیں کہ کس طرف راست بازی ہے اور کس طرح دروغ گوئی، کس طرف انصاف ہے اور کس طرف دھوکہ۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کئی سمجھدار اور ایماندار غلط عقیدے سے توبہ تائب ہو کر راہ راست پر آ جاتے ہیں۔ کیونکہ تحقیق وہ علمی چیز ہے جو گمراہی کے تاریکی گڑھے میں رہنے نہیں دیتی فصدق من قال ! تعلمنا العلم لغیر الله فابی العلم ان یکون الا لله.

(۵) پنجم: طریقہ استدلال بھی عجیب وغریب ہے۔ چنانچہ مسئلہ اولیٰ میں عنوان قائم کرتے ہیں ''عدم جواز رفع الیدین فی الصلوٰۃ''اور روایت "اذناب خیل شمس" والی لائے ہیں جس سے استدلال لیتے ہوئے اس کے اکابرین بھی ڈرتے تھے سچ ہے کہ'' آخر آمر بود فخر الاولین'' کیا زوائد عیدین اوقنوت کے وقت رفع الیدین فی الصلوٰۃ نہیں ہے۔اس پر " اسکنوافی الصلوٰۃ "کاحکم نہیں لگتا؟" تلك اذا قسمة ضيزىٰ"

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا

سرا سر موم ہو یا سنگ ہوجا

اسی طرح بعض احادیث میں افتتاح کے وقت "رفع اليدين بعدالتكبيرة الاولیٰ" بھی آتی ہے جس طرح مسلم شریف کی حدیث جو کہ مالک بن الحویرث ؓ کے متعلق ہے کہ "اذا صلى كبر ، ثم رفع يديه" (مسلم، كتاب الصلوٰة رقم ـ ٨٦٤)۔ پھر اگر کوئی شخص افتتاح کے وقت رفع الیدین سے قبل تکبیر تحریمہ کہے تو وہ نماز کے اندر داخل ہوچکا پھر اس صورت میں بھی رفع الیدین کو محرر صاحب اس کے حکم میں داخل کرے گا؟ محرر صاحب خود کو پتہ نہیں ہے کہ کیا کہے اور کیا لکھے نیز ابن مسعود عمر اور علی رضی اللہ عنہم کی حدیثوں کو اس عنوان کے تحت پیش کرنا بھی عجیب ہے۔ کیا (علی التقدیر) ترک کا ثبوت عدم جواز پر دلالت کرتا ہے؟ کیا ثبوت کی حدیثیں جنہیں خود زیلعی حنفی بھی متواتر مانتے ہیں۔ اسی طرح شیخ سلام اللہ حنفی بھی شرح موطا میں اقرار کرتے ہیں کہ وہ صریح اور نص بھی ہیں اور کسی تاویل کی محتمل بھی نہیں ہیں۔ کیا ان سے جواز بھی ثابت نہیں ہوتا؟ یہ ہے ایسے مفتیوں کا حال سچ کہا ہے صادق المصدوق اکرم الاولین والآخرین، سید ولد آدم امام اعظم، مرشد اُمم ﷺ نے کہ:

((ان اللّٰه لا يقبض العلم انتزاعًا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتىٰ لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالاً فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا - (مسلم كتاب العلم باب رفع العلم وقبضه ، وظهور الجهل والفن فى آخر الزمان ، رقم الحديث ٦٧٩٦)

مسئلہ نمبر دوم:...... میں عنوان قائم کرتے ہیں'' مسئلہ تراویح'' اور بحث کرتے ہیں عدد التراویح سے اور پھر روایت ان الفاظ سے لکھتے ہیں:" كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر " کیا پتہ کہ وہ نماز تراویح تھی یا تہجد کیوں کہ احناف کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ جب تک یقین تعین نہیں تب تک استدلال کس طرح درست ہوگا۔ کیونکہ بر تقدیر تفریق احتمال باقی ہے" وَاِذَا جَاءَ الاِحتِمَالُ بَطَلَ الا ستِدلَالُ " نیز بر تقدير صحة الراوية" اس روایت میں ''فی غیر

جماعة" کے الفاظ آئے ہیں۔ (دیکھئے: سنن الکبریٰ للبیهقی جلد نمبر ۲ صفحه نمبر ٤٩٦) علمائے احناف تراویح با جماعت پڑھتے ہیں نہ کہ تہجد۔ جس کا مطلب کہ یہ روایت (علی تقدیر التفریق بین الصلاتین) تہجد ہے نہ کہ تراویح۔(ا) بلکہ اس سے ایک اور اشکال لازم آتا ہے وہ اس طرح کہ جن روایات میں احدیٰ عشرۃ رکعۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کے بارے میں علمائے حنفیہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ تہجد کی نماز ہے۔ اور احناف کے ہاں تہجد کی نماز بیس رکعتیں نہیں ہے۔ اور اصول حنفیہ کے مطابق یہ روایت تراویح پر بھی محمول نہیں ہوسکتی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ کوئی تیسری نماز ہے بلکہ تراویح کا عدد بھی معین نہیں رہا بلکہ خود تراویح کا ثبوت بھی نہ رہا، مفتی صاحب کے استدلال کا نتیجہ۔ ان کنت لاتدری فتلك مصيبة ۔ وان كنت تدرى فالمصيبة اعظم .

اور مسئلہ نمبر (۳) کے لیے یہ عنوان قائم کرتا ہے"مسئلہ آہستہ آمین" جس کے لیے وہ آیت پیش کرتا ہے جو خود حنفیہ کے ہاں عام مخصوص منہ البعض ہے۔ کیوں کہ وہ بعض دعاؤں کے جھر کے قائل ہیں. بلکہ اکثر جھر بالذکر کو افضل قرار دیتے ہیں نیز آیت ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ (الاسراء: ١١٠) سے معارض ہونے کی وجہ سے "اذا تعارضتا تساقطا" والا حنفی اصول نافذ نہیں ہوگا؟ کیونکہ بعض سلف اس کا نزول بھی دعا کہتے ہیں: لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی (صفحہ۱۴۳) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ (يحتمل الجمع بينهما (اى بين قول من قال انها نزلت فى الصلوٰة ومن قال انها نزلت فى الدعاء) بانها نزلت فى الدعاء داخل فى الصلوٰة نیز یہ خفیہ لفظ مشترک ہے بمعنیٰ سراً، بمعنیٰ تذللاً واستكانه وخيفة ۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر (صفحہ ۲۲۱ جلد ۲) اور بموجب اصول حنفیہ مشترک عام استغراقی نہیں ہوتا۔ کمافی التحریر فی اصول الفقہ لابن الہمام (صفحہ ۸۱ طبع مصر) اس لیے انہیں اسرار والی معنی پر محمول کرنے کے لیے دوسری دلیل چاہیے۔ ورنہ یہ دلیل ناقص کہی جائے گی۔ الحاصل دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں ہے. نیز اخفاء الدعاء وہاں پر افضل ہوتی ہے جہاں ریا کاری (دکھلاوا) کا دخل ہوتا ہو اور جہاں یہ کوئی چیز شعار المسلمین کی حیثیت رکھتی ہو وہاں اس کا اظہار اولیٰ ہوتا ہے اور آمین شعار ہے تب ہی تو اس پر یہودی چڑتے تھے۔ جس طرح مجیب صاحب نے حدیث بھی ذکر کی ہے"السراج المنیر شرح الجامع الصغیر (صفحہ ۲۴۶ ج ۳) اس حدیث کی شرح میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں کہ فیه كا لذى قبلة یعنی (حديثاً ذكر قبل هذالحديث) ان التامين من خصائص هذه الامة الا ما استثنىٰ " نیز صلوٰۃ باالجماعۃ خود شعار الاسلام ہے اس لیے قرأۃ کا اظہار شعار سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے احناف جمعہ اور عیدین میں قرأت جھراً پڑھنے کو کہتے ہیں حالانکہ ان کے ہاں دن کی نمازوں میں قرات سراً ہے جھراً نہیں ہے۔ چنانچہ خزانۃ

الروایات فصل فی قرأت الامام میں ہے کہ "وجهر فی الجمعة والعیدین لانه اقامها فی المدینة وما کان للکفار بها قوة الا به. پھر جو چیز شعار بنی اس کا اظہار ہی افضل ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر (الجامع لاحکام القرآن) (صفحہ ۱۷۴ ج ۱) میں لکھتے ہیں " ان اخفاء الدعاء انما کان افضل لما یدخله من الریاء واما یتعلق بصلواة الجماعة فشهود ها اشهار شعار ظاهر، واظهار حق یندب العباد الی اظهاره، وقد ندب الا مام الی اشهار قرائة الفاتحة المشتملة علی الدعاء والتامین فی آخر ها فاذا کان الدعاء ممّا یسن الجهر فالتامین علی الدعاء تابع له وجار مجراه وهذا بیّن " نیز علامہ سیوطی الاکلیل فی استنباط التنزیل صفحہ ۱۰۸ طبع مصر۔ میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں "وعدی ذالك الحنفیه الی التامین فی الصلوٰة لا نه دعاء" اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قیاس ہے تنصیص نہیں ہے۔ اور جہر کے متعلق تنصیص موجود ہے۔ جس طرح مجیب صاحب نے روایات نقل بھی کی ہیں اور نص اگر چہ ضعیف ہو تو بھی امام ابوحنیفہ کے ہاں قیاس سے مقدم ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن القیم اعلام الموقعین (صفحہ ۷۷ ج ۱) مصر میں لکھتے ہیں " واصحاب ابی حنیفة رحمة الله مجمعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عنده اولیٰ من القیاس والرای وعلیٰ ذالك بمعنی مذهبه" نیز علی تقدیر دعا اور امین میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ فکل اٰمین دعاء، کل دعاء لیس بأمین " المحلیٰ لابن حزم (صفحہ ۲۶۶ ج ۳) اور امین جہراً وارد ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ حکم اس کو متضمن نہیں. اسی طرح مستقل روایت نہیں لائے ہیں بلکہ ایک ٹکرے کو لائے ہیں جس کو امام ترمذیؒ نے تعلیل کے لیے ذکر کیا ہے کیا اسی کا نام استدلال ہے؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا
خرد جو چاہے اپنا حسن کر شمار ساز کرے

اسی طرح خفض کے لفظ سے اسرار مراد لینا بھی محرر صاحب کی علمیت کا پتہ دیتا ہے۔ اس لیے شیخ ابن الہمام حنفی سے بھی یہ روایت فتح القدیر (صفحہ ۲۰ ج ۱) میں لکھی گئی ہے کہ "ولو کان الیٰ فی هٰذا لو فقت بان الروایة الخفض یردبها عدم القرع العنیف وروایة الجهر بمعنیٰ قولها فی زبر الصوت وذیله."

چوتھے مسئلہ کا عنوان اس طرح رکھتے ہیں۔ ''مسئلہ شہادت کے وقت انگوٹھا چومنا'' اور جو عبارت نقل کی ہے اس میں تقبیل کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اول تا آخر صاحب چشم بار بار پڑھ کہ دیکھیں یہ لفظ انہیں نظر نہیں آئے گا اس لیے خود مولوی اشرف علی تھانوی کی فتویٰ (صفحہ ۸۴ ج ۳) میں مرقوم ہے کہ اذان کے وقت جو انگوٹھے

چومنے کی عادت ہے یہ فی نفسہ آشوب چشم کا عمل تھا لیکن لوگ اس کو ثواب اور تعظیم اسم مبارک نبوی سمجھ کر کرتے ہیں۔ اس لیے بدعت ہے اور اگر اعتقاد نہ ہو تو دوسرے کو شبہ پڑیگا اس لیے درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الحاصل کہ ہم مفتی صاحب کہ استدلال کے نمونہ پر انہیں مخلصانہ مشورہ دیں گے کہ آئندہ ایسی تحریر نویسی کی تکلیف نہ کریں کیونکہ

پائی استدلالیان چوبین بود
پاء چوبین سخت بے تمکین بود

جب تک آپ تقلیدی دائرہ میں ہو دلائل واستدلال کی طرف متوجہ نہ ہوں کیونکہ آپکو آپکے بڑوں کا یہ سبق ہے کہ "اما التقلید فمستنده قول امام لا ظنة ولا ظنة "مسلم الثبوت صفحہ ۵۔ پہلے تقلید کے بند سے نکلو پھر خود بخود آپ کو پتہ چل جائے گا کہ دلیل کیا ہوتی ہے۔ اس کے صحیح اور ضعیف ہونے کا کیا معیار ہے دعویٰ کے مطابق دلیل کس طرح ہوگا، دلیل کے مدلول پر دلالۃ کس طرح ہوگی اس طرح اس کے کئی اقسام ہیں اس طرح نہیں کہ بقول شاعر:

آزاد بے خودی کی نشیب وفراز دیکھ کر
نہ سوجھی زمین کی تو کہی آسمان کی

ششم (۶) محرر صاحب کا انداز بیان اور صور تخطی بھی مولویانہ ہے چنانچہ (مسئلہ) کو مثلہ) بالثاء لکھا ہے۔ اور مثلہ تو عذاب کرنا، کالا منہ کرنا اور ناک وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں۔ علامہ زمخشری حنفی کتاب الفائق (صفحہ ۲۳۶ ج ۲) میں لکھتے ہیں کہ: "یقال مثلت بالرجل امثل له مثلا ومثلة اذا سودت وجهه او قطعت انفه وما اشبه ذالك قيل معناه خلقه فی الخدود وقيل نتفه وقيل خضابه" واقعتاً محرر صاحب نے یہ تحریر لکھ کر مذھب کا ناک کاٹ دیا ہے بلکہ اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں کا ناک کاٹ دیا ہے۔ سچ ہے کہ ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ (الحج آیت ۱۸ پ ۱۷)۔

تصویر کا دوسرا رخ:..... تعجب اس پر ہے کہ محرر صاحب اوپر عنوان رکھتے ہیں "مثلہ" اور اس کے تحت جو روایتیں لاتے ہیں ان کو لازماً صحیح سمجھ کر اور آنحضرت ﷺ کی سنت سمجھ کر درج کی ہونگی ورنہ بصورت دیگر اگر ان کو صحیح نہ سمجھتا ہوگا تو ان کو پیش نہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ محرر صاحب کی کمال جرات اور جسارت ہے کہ" (خاك بدهن) فعل نبوی علی صاحبها الوف صلوٰة وسلام کو مثلہ" کہہ رہا ہے۔ محرر

صاحب کا قصور نہیں ہے ان کے بڑوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے فعل (اشعار البدن فی الحج) کو مثلہ قرار دیا تھا امام ابن الحزم الاندلسی نے سچ کہا ہے "بل المثلة فعل من بلغ نفسه مبلغ انتقاد فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فهذا هو الذى مثل بنفسه"۔ المحلیٰ (صفحہ ۱۲۱ ج ۷)۔ نیز انہوں نے پہلی روایت میں خیل کے بجائے خِل بکسر خاء وخذف الیاء لکھا ہے۔ جس کی لغوی معنیٰ ہے "الصديق والودود" کمافی المنجد وغیرہ اس اعتبار سے "جملہ کا ذناب خل شمس" کی معنیٰ یہ ہوگی کہ وہ گویا سرکش دوستوں کے دم ہوں۔ اسی طرح "الا عند الافتتاح کے بجائے الا عن الافتتاح" لکھا ہے یعنی (آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے افتتاح سے ہی ہاتھ اٹھالیا گویا کہ افتتاح ہی نہیں کیا (جل جلاله) اور عشرین رکعۃ والوتر کے بجائے عشرین رکعۃ الوتر لکھا ہے۔ جس کا مطلب ہے آپ ﷺ نے وتر کی بیس رکعتیں پڑھیں۔ احناف کا تین میں حصر کرنا تو ختم بلکہ وتر کی طاق رکعتیں بھی گئیں پھر وتر نام پتہ نہیں کیسے پڑا۔ آگے تراویح کے متعلق دوسری روایت میں لکھتے ہیں کہ "رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط مجمع الزوائد" معلوم نہیں کہ مجمع الزوائد کو طبرانی پر عطف کر رہے ہیں یا کبیر پر لیکن دونوں غلط ہیں۔ علی الاول مجمع الزوائد مصنف یا مخرج کا نام نہیں ہے۔ وعلی الثانی یہ طبرانی کی تصنیف نہیں ہے۔ نیز آمین کے مسئلہ میں سلمہ بن کہیل کے بجائے سلمہ بن عقیل لکھا ہے۔ حالانکہ ترمذی شریف میں لفظ کہیل ہے شاید انہوں نے ترمذی شریف کی کتاب دیکھی تک نہیں ہے؛ لیکن اگر دیکھی ہے تو شاید "خر عیسٰی وعصی آدم" کے مصحح کی طرح اجتہاد کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ نیز اسی روایت میں "ابی العنبس کے بجائے ابی الغبس غین المعجمه بحذف النون" لکھا ہے۔ اسماء الرجال کے متعلق بھی معرفۃ یہی ہے تقبیل الابھامین کے باب میں لائی ہوئی عبارت میں من العینین کو العنٰی لکھا ہے جس کی کوئی معنیٰ نہیں بنتی اور من الشهادين کے بجائے من الشهادت لکھا ہے جس میں دو غلطیاں ہیں۔ اولاً کہ "من" خود بتا رہا ہے یہ لفظ تثنیہ کا ہے مگر محرر صاحب نے اس کو واحد کر کے لکھا ہے، ثانیاً اگر واحد ہے بھی تو الشهادة کے بجائے الشهادت لکھا ہے جو کہ بموجب رسم الخط صحیح نہیں ہے۔ گویا کہ صاحب موصوف گرامر میں بھی بالکل کورے ہیں۔ چنانچہ ابن مسعودؓ کی روایت کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ رواہ مجمع الزوائد والسنن الکبریٰ بیہقی۔ رواہ کا فاعل درست نہیں ہے کیونکہ یہ مصنف نہیں ہیں۔ بلکہ کتاب ہیں اور آخر میں بغیر تعریف اور لام کے بیہقی لکھنے سے ظاہر ہے کہ عربی عجمی دونوں زبانیں ملا لی ہیں۔ اور عدم والی روایت میں لکھتے ہیں "فی التکبیرة الاول" حالانکہ ابتدائی بچوں کو بھی پتہ ہے صفت کا اپنے موصوف سے تذکیر وتانیث میں موافق ہونا شرط ہے اور حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رواہ السنن الکبریٰ حالانکہ یہ جملہ درست نہیں

ہے السنن الکبریٰ فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ یہ تو کتاب کا نام ہے راوی یا مخرج کا نام نہیں اور پھر حضرت عمرؓ والی روایت میں لکھتے ہیں۔ "رواہ الطحاوی وکنزل العمال" وہاں پر کنزل العمال کا طحاوی پر؛عطف درست نہیں ہے کیونکہ کنز العمال مخرج نہیں ہے بلکہ کتاب کا نام ہے تراویح کی پہلی روایت کے لیے حوالہ دیتے ہیں کہ رواہ ابن ابی شیبۃ وآثار السنن یہاں پر بھی عطف درست نہیں ہے کیوں کہ آثار السنن بھی کتاب ہے۔ آخری مسئلہ کی عبارت میں لکھتے ہیں کہ "وعند الثانیۃ منھا" حالانکہ صحیح منھما ہے کیونکہ مرجع تثنیہ ہے۔ اس کو ابتدائی طالب علم بھی سمجھتے ہیں آخر میں عبارت یوں لکھی ہے. لقولہٖ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین والموضوعات الکبری ملا علی قاری ء الموضوعات کو واو عاطفہ کے ساتھ ذکر کرنا سخت اور فحش غلطی ہے کیونکہ معنی یہ ہوگا کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت اور موضوعات کبیر کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور لفظ ملا علی قاری عربی لفظ کو ہندی کے ساتھ مخلوط کرتا ہے اور آخر میں دستخط بھی اس طرح کرتے ہیں۔ کتبہ الفقیر الھڈنہ جمارانی نقشبندیہ غفاریہ عفی عنہ" جمارانی پر الف لام ہونا چاہیے آگے پتہ نہیں صفت موصوف ہے یا اضافۃ۔ یہ ہے محرر صاحب کی تحریر کا حال جس کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہوتا ہے

گر ہمیں مکتب است ویں ملا
کار طفلاں تمام خواہہ شد

ایسی تحریر جو بے شمار لفظی اور معنوی اغلاط سے بھری ہوئی ہو۔ اس کے لیے کوئی بھی تعرض کرنا ضروری نہیں تھا جبکہ اس کا جواب لکھا جائے کیونکہ: جواب جاہلاں باشد خموشی

مگر کیا کریں پہلے محققین کی کثرت تھی عوام ان کی طرف رجوع کرتی تھی صحیح اور غلط کا پتہ لگا دیتے تھے، مگر اس وقت بموجب اس آیت ﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوُوْنَ﴾ (الشعراء : ٩٤) اساتذہ اور ان کے شاگرد سب کی آنکھوں پر تقلید کے پردے چڑھے ہوئے ہیں اور عوام کے لیے وہ مولوی فارجع الی الاصل ہیں جن کو صحیح طرح عربی بھی لکھنا نہیں آتی۔ ایسے وقت میں عوام الناس کو بیدار کرنا اور ان دھوکے باز مولویوں سے آگاہ کرنا بھی لازمی ہے تاکہ ان کے کھودے ہوئے گڑھے میں گرنے سے بچ جائیں:

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است
وگر خاموش بہ نیشینم گناہ است

اللہ تعالیٰ ہمارے مدرسے کے مدرس جناب فاضل محترم مولوی ابو المحمود اللہ بخش پر رحم کرے جنہوں نے ان کے جواب کے لیے قلم کو حرکت دی اور جو ان پر حق تھا اس کو ادا کر دیا، مجیب صاحب کی جوابی تحریر دو

قسموں میں تقسیم ہے۔ نمبر ایک الزامی جواب جو بقانون مناظرہ ایسے مقدمات مسلمات سے مرکب ہے جن کے الزام سے جمارانی صاحب تو کیا انکے بڑے بھی جان نہیں چھڑا سکے۔ اکثر جواب حنفی مذہب کے عالموں کی کتابوں سے دیئے گئے ہیں تا کہ محرر صاحب کا اپنے ہی ہتھیاروں سے خاتمہ ہوجائے۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ دوسرے نمبر پر تحقیقی جوابات ہیں جن میں مجیب صاحب نے قواعد وضوابط، محدثین فن اسماء الرجال کے مطابق جوابات دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ محرر صاحب کی تمام روایات یا تو موضوع یا سخت ضعیف ہیں۔ اور ان میں دلالۃ المطلوب بھی نہیں ہے بلکہ صحیح نقص وارد کر کے ظاہر کیا ہے کہ محرر صاحب اور ان کے ہم مشرب ان پیش کردہ روایات پر پوری طرح عامل نہیں ہیں۔ گویا کہ ان روایات کو دلیل بنانے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے نہ کہ ان کو پیش کرنے کے وہ اہل ہیں۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں صحیح اور صریح احادیث شریف کو نقل کر کے ہر کسی وناکس کو مطلع کیا ہے کہ محرر صاحب ومن نحوہ ایک طرف ضعیف اور ناثابت روایات پر یقین رکھتے ہیں تو دوسری طرف صحیح اور ثابت شدہ احادیث کے خلاف عمل پیرا ہیں۔ گویا کہ ان کے مذہب اور عقیدے کی بنیاد حقانیت پر نہیں بلکہ تعصب اور عناد پر مبنی ہے نعوذ باللہ من ذالك۔ مثلاً مسئلہ (۱) میں مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے کہ ثابت شدہ نبوی عمل رفع الیدین کرنا ہے نہ کہ ترک رفع الیدین۔ اور جابر بن سمرہؓ والی روایت کے لیے تحقیق کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ سلام کے بارے میں ہے نہ کہ رفع الیدین کے لیے کیوں کہ محقق حنفیوں نے کبھی بھی اس روایت سے دلیل لینے کی جرات نہیں کی ہے. بلکہ یہ ہمت بعد والوں کی ہے کہ علم کی حدود سے بھی پار ہوگئے ہیں۔ اسی طرح ان حضرات کی خلفائے الراشدین کی طرف عدم رفع کی سنت کو غلط اور بے بنیاد ثابت کرتے ہوئے ان سے رفع الیدین کرنے کو ثابت کیا ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ نے جزء القراۃ میں ثابت کیا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع الیدین کرتے تھے۔ ایسی روایات وائل بن حجرؓ اور حمید بن ہلال اور تابعین سے نقل کی ہیں جو مجیب صاحب کی تحریر کی بڑی تصدیق کرتی ہیں۔ خود ابن مسعودؓ سے رفع الیدین کے بارے میں ابو داؤد وغیرہ میں روایت موجود ہے۔ اور حافظ ابن الملقن البدر المنیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر (قلمی) میں بحوالہ الخلافیات للبیہقی میں لکھتے ہیں کہ " قد روی حدیثاً مسلسلاً عن علقمة عن عبد الله عن النبی ﷺ ذکر فیه الرفع عند الرکوع والرفع منه " اس روایت نے ان تمام روایات پر پانی پھیر دیا جو ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی طرف عدم الرفع کے متعلق منسوب کی جاتی ہیں جو کہ بموجب اصول حنفیہ منسوخ کہی جائیں گی۔ کیونکہ راوی کا عمل اس کے مروی کے خلاف ہے یہی اصول نور الانوار وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس کے علاوہ مجیب صاحب نے کتنی ہی دوسری احادیث کو اثبات الرفع کے متعلق جمع کیا ہے جن کے متعلق حافظ ابو الفضل العراقی تقریب الاسانید وترتیب المسانید (صفحہ ۲۵۴ ج ۲) مع الشرح میں لکھتے ہیں: "واعلم

انہ قدروی الرفع من حدیث خمسین من الصحابة منهم العشرة" اور ہمیں بھی بحمد اللہ تعالیٰ پچیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ملی ہیں ہم نے اپنی بعض تصانیف بالخصوص فتویٰ جات میں ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات کی تحقیق وغیرہ لکھی ہے: فمن شاء فلیرا جع الیها نیز علامه محمد عابد السندی المواهب اللطیفة شرح مسند ابی حنیفة میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی روایت کے بارے میں بھی بتاتے ہیں۔ اس طرح ان کی تعداد بڑھ کر ۲۶ بن جاتی ہے. مجیب صاحب خلفاء ثلاثہ سے روایات لائے ہیں اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی رفع الیدین کے متعلق روایت آتی ہے رواہ الامام ابن حزم فی المحلیٰ صفحہ ۹۵ ج ۴۔ اسی طرح نبی کریم۔

تیسرے مسئلہ میں مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت (شعبہ والی) ضعیف اور خطاء ہے. صحیح روایت سفیان کی جھر اور مد والی ہے۔ قرآنی دلیل کے متعلق مجیب صاحب نے ثابت کیا کہ اول تو صغریٰ ہی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ امین بالا صالۃ دعا نہیں ہے بلکہ دعا کے تابع ہے۔ فحکم التابع حکم المتبوع نیز کبریٰ بھی غلط ہے کیونکہ جھراً کتنی ہی دعائیں مانگی جاتی ہیں حتیٰ کہ خود اهدنا الصراط المستقیم بھی دعا ہے۔ نیز احناف کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ تضرع مع الخیفۃ فی معنی الظھور ہے۔ اس لیے محرر صاحب کا یہ نتیجہ نکالنا یعنی امین بالسر پر استدلال کرنا غلط ہے جس کی مزید تحقیق ہم اوپر کر چکے ہیں. وائل کی روایت شعبہ اور سفیان کے بیچ مختلف ہے اور مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے سفیان کی روایت راجح ہے۔ اس لیے کہ شعبہ سے دو قسم کی روایات آئی ہیں (جہر اور خفض) تو پھر راجح روایت ہوگی جس کی تائید دوسرے قرائن کریں۔ اس لیے یہاں جہراً والی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اول تو سفیان اکیلا نہیں ہے۔ اس کے لیے مجیب صاحب نے تین دوسری روایات کی متابعت نقل کی ہے۔ حالانکہ اکیلا سفیان اختلاف کے وقت شعبہ پر مقدم ہے۔ جس طرح مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تہذیب التہذیب (صفحہ ۱۱۵ ج ۴) میں ائمہ حدیث یحییٰ بن سعید القطان، ابو داؤد، ابو زرعۃ، ابو حاتم ابن معین وغیرھم سے تصریح نقل کی ہے کہ سفیان شعبہ سے مقدم ہے. ثانیاً وائل کی دوسرے طرف سے مجیب صاحب نے روایات نقل کی ہیں جن میں جھر ہے۔ ثالثاً وائل کے علاوہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی جھر کے متعلق حدیثیں ہیں ان میں سے مجیب صاحب نے سیدنا علی، ابو ھریرہ، ابن عباس، بلال ام الحصین رضی اللہ عنہم کی روایات نقل کی ہیں ان کے علاوہ دوسری روایات ہم نے "کتاب الاربعین فی اثبات الجھر بامین" میں ذکر کی ہیں. فمن شاء فلیرا جعه اس کے بعد مجیب صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس خفض والی روایت میں محرر صاحب کے لیے دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ بھی جھر والی روایت کے موافق ہے۔ جس کے لیے لغۃً خواہ شرعاً شواہد کے ساتھ تحقیق کی ہے بالفرض اگر سفیان کی روایت کو ترجیح حاصل نہیں

ہے اور دونوں درجے مساوی ہیں (وان لم یکن کذلك) اور تطبیق بھی ممکن نہیں ہے تو پھر روایت مضطرب رہے گی اور اصولاً یہ اضطراب قادح رہے گا اور غایۃ مافیہ کہ وائل کی یہ روایت ساقط رہے گی جس کی وجہ سے محرر صاحب کے ہاتھ اور جیب خالی ہوجائیں گے باقی مجیب صاحب کا پلڑا ابھی بھی بھاری رہے گا۔ کیونکہ انہوں نے وائل کی دو اور روایات پیش کی ہیں اس کے علاوہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات ذکر کی ہیں۔ الحاصل جھر کا ثبوت مکمل اور مدلل ہے۔ اور امین بالسر کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے نیز مجیب صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی ذکر کئے ہیں. خصوصاً دوسو صحابہ کا اثر جس کو ان سے امین بیت اللہ شریف میں اپنے دونوں کانوں سے سننے والا امام ابوحنیفہؒ کا استاد عطاء بن ابی رباح ہے جن کے متعلق امام موصوف فرماتے ہیں کہ ان سے برتر میں نے کوئی نہیں دیکھا کما مر۔ اور احناف اپنے مذہب کی سند بھی ان کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ طحاوی شرح الدرالمختار صفحہ ۱۷۔ میں لکھتے ہیں کہ " وذکر الشعرانی فی المیزان الکبریٰ سند الائمة الاربعة وقدم الامام فقال الامام ابو حنیفة عن عطاء عن ابن عباس عن النبی ﷺ عن جبریل عن اللہ عزوجل " معلوم ہوا کہ امام صاحب کا صحیح مذہب امین بالجھر ہے نہ کہ وہ جو فقہی کتابوں میں مذکور ہے کیونکہ:

شیر نیستاں دیگر است وشیر قالیں دگر

آخر میں مجیب صاحب۔ مولوی عبدالحی صاحب سے نقل کیا ہے کہ کئی سال تک میں نے بڑی جستجو کی لیکن امین بالسر کا ثبوت نہیں ملا۔ اور مولوی عبدالحی صاحب التعلیق الممجد میں طرفین کے دلائل نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ "والانصاف ان الجھر قوی من حیث الدلیل "نیز ابن ہمام اور بحرالعلوم کا قول اوپر گذر چکا۔ نیز سید عبدالقادر جیلانیؒ بھی غنیۃ الطالبین ج۱۔ میں جھر کا حکم دیتے ہیں۔ نیز مجیب صاحب نے ایک روایت لکھی ہے جس میں امین بالجہر پر چڑنے والے اور حسد کرنے والوں کو "یھود ھذہ الامة " کہا گیا ہے جس کی تائید میں مجیب صاحب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ واقعی اس وقت یہودی اس پر چڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے اور یہود کی خصلتوں سے امن میں رکھے۔ (امین)

چوتھے مسئلہ میں مجیب صاحب نے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت بالکل جھوٹی اور غیر صحیح ہے۔ جس کا اعتراف خود حنفی حضرات بھی کرتے ہیں جس طرح ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں خود ملا علی قاری جن کی عبارت پر محرر صاحب نے بھروسہ کیا تھا۔ اس سے ہی مجیب صاحب نے اس کا کام تمام کردیا۔

ہم نے سوچا تھا کریں گے وقت حاکم سے فریاد
مگر وہ بھی کم بخت تیرا چاہنے والا نکلا

نیز مجیب صاحب نے یہ فقہی اصول نقل کیا ہے کہ اگر حکم سنت اور بدعت میں تردد ہو تو اس وقت اس کا ترک راجح ہے کیونکہ سنت پر عمل کرنے سے بدعت کا ترک اولیٰ ہے اور یہی مقتضی حدیث ہے "دع ما یر یبك الیٰ ما لا یر یبك " ترمذی۔ اور حدیث ((المومنون و قافون عند الشبهات .)) (بخاری) سے مجیب صاحب نے محرر صاحب کو یہ الزام دیا ہے کہ شاہ ولی اللہ دھلوی جس کو آپ کے حنفی اپنا رتبہ بڑھانے کی خاطر حنفی شمار کرتے ہیں۔ خود مولوی ادریس کاندھلوی رسالۃ التقلید والاجتھاد (صفحہ ٦) پر ان کو حنفی لکھا ہے اس قول کے مطابق جن کتابوں سے تم نے یہ روایت لکھی ہے وہ کتاب حجۃ ودلیل لینے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ ایسا الزام ہے کہ یا تو محرر صاحب اور اس کے حواری اس روایت کا ذکر چھوڑ دینگے اور اس بدعت سیئہ سے توبہ تائب ہوکر آئندہ شاہ صاحب کو حنفی کہنے سے توبہ کریں گے:

من نگویم کہ ایں مکن آن کن
مصلحتہ بین وکار آسان کن

اخیر میں مجیب صاحب نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے چند ایسے مسئلے نقل کئے ہیں جن میں احناف اس کے بر خلاف ہیں یہ تو انکی پرانی عادت ہے کہ جہاں پر بھی صحابہ کا اثر ان کے مذہب کے مطابق ہوگا اگر چہ سندا صحیح نہ ہو آنکھیں بند کر کے اس سے چمٹ جائیں گے اور کہیں گے کہ "بـا یهـم اقـتـديـتـم اهـديـتم ، سنة خلفاء الراشدين . " اور جو کوئی اعتراض کرے گا اگر چہ مرفوع حدیث پیش کرے یا اس اثر پر جرح شدید ثابت کرے تو بھی اس کے خلاف تحریک چلائیں گے کہ یہ لا مذہب ہے صحابہ کا بے ادب ہے، منکر ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر جب صحابہ کے بیشمار آثار ان کے مذہب کے خلاف ہونگے اور مرفوع حدیثوں سے مؤید بھی ہوں .تو ان کو نہیں مانیں گے اس میں نہ وہ بے ادب ہوتے ہیں اور نہ ہی صحابہ کے منکر بلکہ ان کو غیر فقیہ قرار دیں ، غیر عدول کہیں ان پر باغی ہونے کا فتوہ جاری کریں تب بھی وہ بے ادب نہیں ہیں۔

ہم آہ بھی کریں تو ہوجائیں بدنام
وہ قتل بھی کردیں تو کوئی چرچا نہیں ہوتا

محرر صاحب نے جن سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کئے ہیں مثلاً ابو بکر، عمر، علی، ابن مسعود، جابر بن سمرہ، ابن عباس، وائل بن حجر رضی اللہ عنہم اجمعین جن کے کئی مسائل میں وہ خلاف ہیں لیکن اس کی ان کو کوئی پرواہ نہیں ایسی مثالیں دیکھنی ہوں تو امام ابن حزم کی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام اور حافظ ابن القیم کی کتاب اعلام الموقعین کا مطالعہ کیا جائے کہ کس قدر ان لوگوں نے صحابہ کرام سے مخالفت کی ہے۔

الغرض ہم مجیب صاحب کے جواب کو باصواب کہتے ہوئے اس کی پر زور تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے علمی اسلحے کے ساتھ باطل کا مقابلہ کر کے اس کو پاش پاش کیا ہے اور عوام الناس کو حق معلوم کرنے کا موقع

فراہم کیا ہے۔ اللہ تعالی ان کو جزائے خیر دے اور ان کی محنت کو مقبول و منظور فرمائے اور ان کی تحریر کو عوام کے لیے قابل ہدایت و رہنمائی بنائے۔

صدق سبحانه وتعالیٰ قال:

﴿فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ o اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰيهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ o﴾ (الانعام: ۸۹تا ۹۰)

والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين والحمد لله رب العالمين

المقالة السابعة

حجة الوداع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ حج

حج اسلام کے اہم ترین بنیادی عبادتوں اور شعائر میں سے ہے جس میں انسان کا وقت مال سب صرف ہوتا ہے اور اس عبادت کے حصول میں انسان کو سفری صعوبتوں اور تعب و مشقت کو برداشت کرنا پڑتا ہے لہٰذا اس کی ادائیگی کے وقت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے تاکہ اس کا وقت اور مال تعب و مشقت ضائع نہ ہوجائے۔ اسی لیے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل طریقہ حج احادیث صحیحہ کی روشنی میں پیش کیا اور شاہ صاحب کا منہج اتنا سہل ہے کہ ہر قاری آرام سے حج کے تمام ارکان کو سمجھ سکتا ہے، یہ کتاب سندھی زبان میں تھی جس کو جامعہ کے استاد مولانا منیر احمد جونیجو صاحب نے اُردو قالب میں ڈھالا ہے۔

(الازہری)

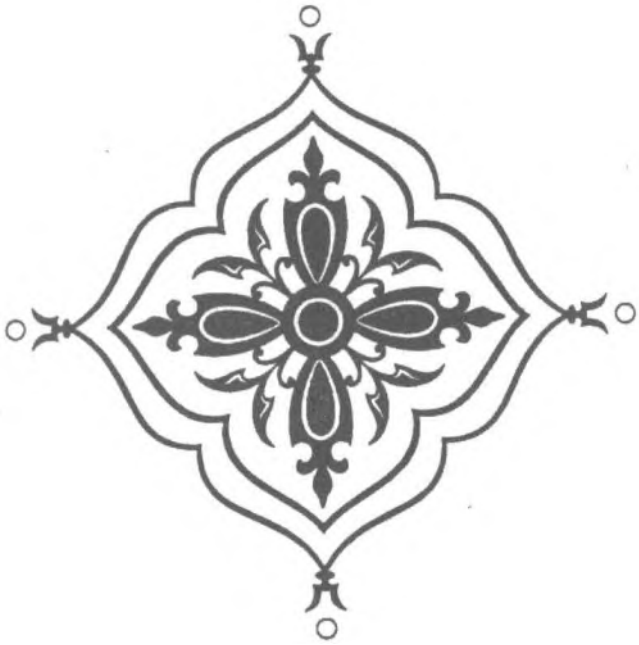

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام على عباده الله الذين اصطفىٰ .

اما بعد : اسلام میں حج ایک اہم فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے فطرتاً مسلمان کے دل میں اس کی ادائیگی کی تڑپ رہتی ہے باوجود اس کے کہ کتنی ہی تکالیف کو جھیلنے اور کافی پیسہ خرچ کرنے کے بعد بھی لوگ وہاں پہنچتے ہیں دیکھا جاتا ہے کہ کتنے ہی لوگ ہیں جو حج کے احکامات سے بالکل بے خبر ہیں جس کا اولین سبب جہالت ہے اور دوم سبب فرقہ بندی ہے ان اسباب کی وجہ سے ہر آدمی نے اپنے مذہب کا خیال رکھا اور مسنون طریقہ کو کھو دیا اسی ضرورت کے تحت اس رسالہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے حجۃ الوداع کا تفصیلی قصہ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان فریضہ حج کو مسنون طریقہ سے ادا کرسکیں اس واقعہ کا ذکر ان کتابوں سے لیا گیا ہے:

۱: كتاب الثقات للامام ابن حبان البستى .

۲: حجة الوداع للامام ابن حزم الاندلسى .

۳: حجة المصطفىٰ للامام محب الدين الطبرى .

۴: زاد المعاد من هدى خير العباد للحافظ ابن القيم .

۵: مرأه الحرمين للشيخ اللواء ابراهيم رفعت پاشا ،اس کے علاوہ صحاح ستہ اور دوسری تفاسیر، حدیث، شروحات، سیرت، تاریخ اور لغت کے کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے .

والمسئول مُن الله التمام وحسن الختام

المؤلف

ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی

حجۃ الوداع کا قصہ

حج کب فرض ہوا؟

بندہ ضعیف عاجز نحیف ،ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی محمدی غفر اللہ لہ ولوالدیہ کہتا ہے کہ حج کی فرضیت نویں یا دسویں ہجری سال میں نازل ہوئی پھر حضور ﷺ جلد ہی فریضہ حج ادا کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔

نبی کریم ﷺ نے کتنے حج کیے؟

علماء اور مورخین کا اتفاق ہے کہ ہجرت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے ایک ہی حج کیا ہے جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے قبل از ہجرت اختلاف ہے ترمذی میں جابرؓ کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے تین حج کیے تھے دو ہجرت سے پہلے اور ایک ہجرت کے بعد مگر بقول امام ترمذی اس روایت کو سفیان ثوری سے بیان کرنے والا اکیلا راوی ہے۔ ❶ امام بخاری سے منقول ہے کہ انہوں نے روایت کو نہیں پہچانا ❷ بلکہ انہوں نے کہا کہ محفوظ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی حج کیا تھا۔ ❸ باقی عمرے چار کیے تھے جس طرح بخاری وغیرہ کی احادیث میں مذکور ہے۔ حجۃ الوداع سے ایک سال قبل ان کے حکم پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اعلان کیا کے اس سال کے بعد کوئی بھی مشرک نہ حج پر آئے اور نہ ہی ننگا (برہنہ) طواف کرے ❹ (بخاری مسلم)۔ جب آپ ﷺ نے حج پر نکلنے کا ارادہ کیا تو کتنے ہی لوگ تیار ہوگئے۔ مدینہ اور اس کے قرب وجوار سے اور مختلف جگہوں سے لوگ ساتھ ملتے رہے یہاں تک کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف جہاں تک نظر پہنچتی تھی لوگوں کا جم غفیر نظر آتا تھا۔ صرف اس لیے کہ آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے موافق حج کے احکامات ادا کریں اور ان لوگوں کی تعداد خالق اکبر کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حج کو فی سبیل اللہ قرار دیا اور بعض ایسے لوگ بھی تھے جو سواری نہ ہونے اور دوسری بیماریوں کی وجہ سے رک گئے اور ام معقل رضی اللہ عنہا بھی سواری

---

❶ یہ زید ابن الحباب ہیں اور تقریب میں ہے کہ یخطی فی حدیث الثوری یعنی امام ثوری کی روایات میں غلطیاں کرتا تھا۔

❷ یہ خاص اصطلاح اور ائمہ حدیث کا فیصلہ ہے کہ جس روایت کو امام بخاری نہ پہنچانے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

❸ جس طرح ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث موجود ہے۔

❹ مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت نے برہنہ ہوکر طواف کرتے ہوئے یہ شعر پڑھے "الیوم یبدو بعضة او کلمة ، وما بدامنه فلا احله" پھر یہ آیت نازل ہوء: ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف : ۳۱)

نہ ہونے کی وجہ سے رک گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو ابھی نہ پہنچ سکا وہ رمضان میں عمرہ کرے کیونکہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔، اسی حدیث کی بنا پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رمضان کے آخری عشرہ میں عمرہ پر آئے سبحان اللہ! کیا عجیب منظر تھا آپ ﷺ نے عورتوں کو اکیلے سفر کرنے سے منع کیا ہے ایک عورت حج پر روانہ ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے خاوند کو فرمایا کہ جا کر اس کو ملے۔ حالانکہ اس کا نام مجاہدوں کی لسٹ میں تھا۔ نیز عورتوں کے حج کو ان کے لیے جہاد قرار دیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

آپ کا سفر حج:

اور جب آپ ﷺ مدینہ سے نکلے تو ذوالقعدہ کے دن باقی تھے۔ مدینہ طیبہ سے ظہر کی چار رکعتیں فرض نماز پڑھ ❶ کر منبر پر چڑھے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے احرام کے واجبات اور سنتوں سے آگاہ کیا۔ اور وہ دن بقول امام ابن حزم کے جمعرات کا دن تھا۔ اور بقول حافظ ابن حجرؒ کے ہفتہ کا دن تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے دلائل ذکر کیے ہیں۔ ❷ بعد از خطبہ بالوں میں تیل اور کنگی وغیرہ کی اور کپڑے تبدیل کیے اور ظہر اور عصر کے درمیان روانہ ہوئے ذوالحلیفہ ❸ پر پڑاو ڈالا۔ وہاں پر عصر نماز قصر کر کے پڑھی (مسافر ہونے کے ناطے قصر نماز ادا کی) امام بخاری تاریخ (کبیر ص ۲۰۷ ج ۴ طبع بیروت) میں ابن السمط سے روایت کرتے ہیں کہ "انہ خَرَجَ مَعَ عُمَرَ الیٰ ذِی الْحُلَیْفَةِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنَ فَسَئَلْتُهُ ، فَقَالَ اَصْنَعُ کَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ." یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذوالحلیفہ کی طرف گئے وہاں پر انہوں نے عصر نماز دو رکعتیں پڑھیں، پوچھنے پر بتایا کہ جس طرح نبی ﷺ کو کرتے دیکھا اس طرح کر رہا ہوں۔ روایت سے ظاہر ہے کہ امیر عمر رضی اللہ عنہ صرف ذوالحلیفہ تک گئے تھے) آپ نے دو دو رکعتیں کر کے نماز پڑھی رات وہیں ٹھہرے اور اپنے ساتھ قربانی کی اونٹنی لی اور اپنے ہاتھوں سے اس کے اشعار باندھے۔ اس کے متعلق کتنی ہی حدیثیں ہیں بخاری شریف میں مسور بن مخرمہ، مروان اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں ہیں کہ اس اونٹنی کی گردن میں دونوں پاؤں کی جوتیاں اس دھاگے کے ساتھ باندھی جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بنایا تھا ❹ نیز آپ بکری ھدیہ کے لیے بھیجتے تھے اس کو بھی باندھتے تھے جس کو تقلید کہا جاتا ہے (بخاری و مسلم) وہاں پر آپ ﷺ نے باقی چار نمازیں بھی ادا کی (مغرب، عشاء، فجر اور ظہر) یعنی

---

❶ اس سے ارادہ کے مطابق سفر میں قصر کا مسئلہ رد ہوا۔

❷ امام ابن حزم کے دلائل وزنی معلوم ہوتے ہیں نیز آپ ﷺ کو جمعرات کے دن سفر پر نکلنا پسند تھا جس طرح آخر میں آئے گا۔

❸ یہ جگہ مدینہ سے تقریباً ۲۰ کلومیٹر پر ہے وہاں پر مسجد شجرہ اور ایک کنواں ہے جس کو جاہل لوگ بئر علی (علیؓ کا کنواں) کہتے ہیں ان کا گمان ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں پر جنوں کے ساتھ لڑائی لڑی تھی مگر یہ جھوٹ ہے (رسائل ابن تیمیہ)

❹ حدیث میں لفظ عھن آیا ہے (بخاری) جس سے بعض نے اون مراد لی ہے اور بعض نے رنگین اون اور بعض نے سرخ رنگ اون مراد لی ہے۔

پوری پانچ نمازیں وہاں پر ادا کیں ایک ہی غسل میں تمام بیویوں کے پاس گئے اور احرام کے لیے الگ غسل کیا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذریرہ ❶ کی خوشبو لگائی جسم مبارک اور کپڑوں کو بھی مشک لگائی جس کی چمک سر اور داڑھی کے بالوں میں عیاں تھی جس کو صاف نہیں کر رہے تھے۔ ❷ پھر احرام کا لباس پہنا سر میں عسل (ایک درخت یا شہد) میں سے کچھ لگایا تا کہ بال الگ الگ نہ ہوں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری کے اندر دوسری بات کو ترجیح دیتے ہیں اور احرام والے کے لیے آپ ﷺ نے شلوار و قمیض، سلے ہوئے کپڑے اور ایسے جوتے جن سے پورا پاؤں چھپ جائے اس سے منع فرمایا ہے۔ جس کے پاس تہبند نہ ہو اس کو شلوار کی اجازت دی ہے اور جس کو چپل جیسی جوتی نہ ملے اس کو بوٹ یا موزے کی اجازت دی ہے لیکن حکم دیا ہے کہ ٹخنوں سے نیچے اس کو کاٹ دیا جائے۔ عورتوں کو نقاب، دستانوں اور زعفران اور ورس سے منع فرمایا ہے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین وغیرہ)

حاجی احرام کہاں سے باندھے؟

آپ کے فرمان کے مطابق احرام کے میقات اور حدود اس طرح ہیں، مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن منازل، عراق والوں کے لیے ذات عرق اور یمن والوں کے لیے یلملم اور فرمایا جو وہاں سے گذریں ان کا بھی یہی میقات ہے۔ باقی لوگ اپنے اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتی کہ مکہ والے مکہ سے۔ (بخاری، مسلم) نیز فرمایا کہ بیت المقدس سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کے لیے بہشت واجب کی جائے گی۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

تلبیہ کی ابتداء کہاں سے؟

سلسلہ:..... آپ نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھ کر وہیں جائے نماز پر بلند آواز سے حج وعمرہ کا تلبیہ پڑھا۔ اس کے علاوہ احرام کے لیے نفل نماز پڑھنا آپ سے منقول نہیں ہے جس طرح ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مگر صحیح مسلم (رقم الحدیث: ۲۸۱۴) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

((كان رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً مِنْهُ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الحَلَيفَةِ اَهَلَّ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ.)) (الحدیث)

یعنی آپ ﷺ نے مسجد ذی الحلیفہ میں دو رکعتیں ادا کیں پھر جب اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی تو تلبیہ

❶ مختلف خوشبو کو ملا کر بنائی ہوئی خوشبو کی ایک قسم ہے۔

❷ معلوم ہوا کے احرام کے بعد خوشبو نہیں لگائی جائے باقی اگر پہلے کی لگائی ہوئی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

شروع کر دیا۔ اس کے ہم معنی بخاری شریف (صفحہ ۲۱۰ ج ۱) میں حدیث ہے۔ ❶ اور اس وقت آپ نے اشتراط کی اجازت دی ہے۔ یعنی یوں کہے "اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ مَحَلِّیْ مِنَ الْاَرْضِ حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ." (ترمذی) اے اللہ! (شرط رکھتا ہوں کہ) جس زمین پر تو نے مجھے روکا وہ میرے احرام کھولنے کی جگہ ہے، پھر کسی سبب مثلاً بیماری، دشمن کے خوف یا ظالم بادشاہ کے سبب راستہ میں روکا جائے یہاں تک کہ حج فوت ہو گیا تو وہ حلال ہو سکتا ہے۔

احرام کی اقسام اور نبی کریم ﷺ کا احرام اور تلبیہ کے الفاظ:

احرام کی تین قسمیں: تمتع، قران اور افراد۔ صحیح بات یہ ہے آپ ﷺ نے قران کا احرام باندھا (حج بمع عمرہ) اور فرمایا: "اَللّٰھُمَّ حَجَّةً وَعُمْرَةً" اے اللہ حج اور عمرہ کے لیے احرام باندھتا ہوں۔ اور تلبیہ کے الفاظ مبارک یہ ہیں:

((لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ، لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ.)) (بخاری، مسلم)

''اے اللہ (میں) حاضر ہوا ہوں تیرے پاس، حاضر ہوا ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں تمام تعریفیں تیرے لیے نعمتیں اور بادشاہی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔''

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ وَالْعَمَلُ.))

''اے اللہ میں حاضر ہوا ہوں تیرے پاس! حاضر ہوا ہوں اور تیرے پاس نیک بختی کا طالب ہوں۔ کل خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ حاضر ہوا ہوں تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور عمل کرتے ہوئے۔''

آپ ﷺ یہ الفاظ بلند آواز سے کہتے رہے یہاں تک کہ اونٹنی پر سوار ہونے تک کہتے رہے جب آپ بیداء ❷ پر چڑھے تب بھی کہتے رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سنا تو ان کو بھی خدا کے حکم سے

---

❶ محب الدین طبری القریٰ لقاصد ام القریٰ صفحہ ۱۶۹ ج ۱۔ میں اس حدیث اور ایسی دوسری احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ احرام کی دو رکعتیں نفل پڑھنی چاہییں اور اس کی تائید میں ایک روایت مجمع الزوائد صفحہ ۲۳۶ ج ۳۔ میں بحوالہ اوسط طبرانی ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے مگر یہ ضعیف ہے۔

❷ یہ ایک میدان کا نام ہے۔

امر فرمایا ❶ کہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھیں۔ آپ چلتے چلتے حج وعمرہ کا نام بھی لیتے رہے۔ کبھی کبھی صرف حج یا صرف عمرہ ❷ کا نام لیتے رہے اس لیے جس نے جیسے سنا اس نے ویسے بیان کیا مگر تحقیق یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا۔

اس کے متعلق حافظ ابن القیمؒ نے '۲۰' سے زائد صحیح اور صریح روایات بیان کی ہیں آپ خالی سواری پر تھے ڈولی یا محمل نہیں تھا اور نہ ہی سامان اٹھانے کے لیے الگ سے اونٹ تھے۔ تمام صحابہ کو اختیار دیا کہ احرام کی تینوں اقسام میں سے جو چاہیں باندھ لیں پھر جن کے پاس ہدیہ نہیں تھا ان میں سے بعض نے حج کو عمرہ بنا لیا۔ پھر ان کو مکہ معظّمہ کے نزدیک ترغیب دلائی گئی کہ جو اپنے ساتھ ہدیہ (قربانی کا جانور) نہیں لایا وہ حج یا قران کو توڑ کر عمرہ بنالے (یعنی افراد اور قران کی نیت والے کے لیے ہدیہ ساتھ ہونا لازمی ہے) پھر مروہ کے پاس اس کو بالکل ختم کر دے۔ یہ حکم تاکید کے ساتھ فرمایا اسی رات اسماء بنت عمیسؓ (سیدنا ابو بکر کی بیوی) نے بیٹے کو جنم دیا۔ جس کا نام محمد رکھا گیا انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کروایا کہ اب کیا کیا جائے ❸ آپ ﷺ نے ان کو فوراً کپڑھ باندھ کر احرام باندھنے کا حکم فرمایا اس سے تین مسئلے ثابت ہوئے۔

❶:..... احرام کے لیے غسل کرنا۔ ❷:..... حیض یا نفاس والی عورت دو غسل کرے گی۔ ❸:..... حیض والی عورت کے لیے دو احرام باندھنا بھی درست ہے۔ پھر آپ تلبیہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھے لوگ بھی تلبیہ کے الفاظ کچھ زیادہ اور کچھ کم کرتے ساتھ چلتے رہے۔ آپ نے کسی کو منع نہیں کیا بلکہ تلبیہ پڑھتے رہے۔

محرم کے لیے شکار کا حکم:

جب روحاء ❹ پر پہنچے تو وہاں پر ایک حمار وحشی ❺ جنگلی گدھا باندھا ہوا دیکھا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو ممکن ہے کہ اس کا مالک پہنچ جائے (جس نے شکار کر کے باندھا ہے)۔ جب وہ آیا تو آپ نے حمار وحشی اس کے حوالے کیا۔ جس پر شکاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ شکار آپ کے لیے ہے اور آپ کی مرضی پر رکھا ہوا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو حکم فرمایا کہ تمام رفقاء میں تقسیم کر دے۔ اس سے ثابت ہوا ہے محرم شکار والی چیز کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ کہ اس نے خود شکار کیا ہو اور

---

❶ یہ امر عورتوں کے لیے نہیں ہے بلکہ بقول "حافظ ابن عبدالبر فی التمہید" اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں آہستگی کے ساتھ پڑھیں۔

❷ یعنی ناقلین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ نے حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ صرف حج کا جبکہ بعض کہتے ہیں صرف عمرہ کا دراصل اس اختلاف کا سبب بھی یہی ہے۔

❸ یہاں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتباع سنت کا جذبہ معلوم ہوتا ہے کہ قرب ولادت کے باوجود بی بی صاحبہ نے تکلیف کی پرواہ کیے بغیر سفر جاری رکھا۔

❹ مدینہ سے تقریباً ۴۰ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں پر ایک مسجد مبارک بھی ہے۔

❺ ایک جنگلی جانور ہے جو کہ شرعاً حلال ہے۔ اور اس کے مقابلے میں گھریلو گدھا جو ہم دیکھتے ہیں وہ حرام ہے۔

نہ ہی اس کے لیے کیا گیا ہو۔ اور مذکورہ شکاری محرم نہیں تھا اور ممکن ہے کہ وہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ❶ کے قصہ کی طرح میقات سے نہ گذرا ہو جس کا میقات کوئی دوسرا ہو اس واقعہ سے چند مسائل ثابت ہوئے۔ ①:..... ہبہ کے لیے لفظ ہبہ شرط نہیں ہے بلکہ اس کا ہم معنی لفظ کافی ہے۔ ②:..... ہڈیوں سمیت گوشت کی تقسیم۔ ③:.....شکار شکاری کی ملکیت ہے۔ ④:.....حمار وحشی حلال جانور ہے۔ ⑤:.....تقسیم کے لیے وکیل مقرر کرنا۔ ⑥:.....سب میں ایک ہی تقسیم کرنے والا ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ روثیہ اور عروج کے درمیان اثایہ ❷ کے پاس پہنچے جہاں پر دیکھا تو ایک ہرن ہے جس کو شکاری کا تیر لگا ہوا ہے۔

جو درخت کے سایہ تلے بیٹھا ہوا ہے آپ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ جب تک سارے یہاں سے گذر نہ جائیں وہ یہیں پر رکیں تا کہ کوئی اس کی طرف خیال یا توجہ نہ کرے۔ دونوں قصوں میں فرق ہے حمار وحشی کو اس نے شکار کیا جو محرم نہیں تھا اس لیے کھانے سے منع نہیں کیا۔ مگر ہرن کی صورتحال مشکوک تھی اور خدشہ تھا کہ کسی محرم نے تیر مارا ہو اس لیے اجازت نہیں دی اور وہاں پر محافظ کو کھڑا کر دیا۔ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ محرم کا کیا ہوا شکار دوسرے کے لیے میتة ❸ (مردار) کا حکم رکھتا ہے اگر حلال ہوتا تو آپ ﷺ اس کو ضایع نہ ہونے دیتے الحاصل: محرم کو جان بوجھ کر خشکی ❹ کا شکار کرنا ناجائز ہے اور اگر کوئی شکار کرے گا تو شکار کے برابر قربانی کا جانور دینا پڑے گا اور برابری کے لیے دو امین ❺ اور عادل فیصلہ کریں۔ خون کے علاوہ یا تو تین یتیموں کو کھلا دے یا تین دن کے روزے رکھے جس طرح نص قرانی ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ

---

❶ حدیبیہ کے سال وہ پیچھے رہ گیا اور اس کو احرام نہیں تھا باقی سارے محرم تھے جنہوں نے ایک حمار وحشی کو دیکھ کر چھوڑ دیا۔ جب ابو قتادہؓ آئے اور دیکھا تو ساتھیوں سے کہا کہ مجھے نیزہ اٹھا کر دو مگر انہوں نے انکار کیا۔ (یعنی محرم شکار میں مدد بھی نہیں کر سکتا) پھر انہوں نے شکار کر کے خود بھی کھایا اور جماعت والوں نے بھی کھایا پھر خیال آنے پر نبی سے دریافت کیا۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کچھ بچا ہوا ہے پھر پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے بھی اس سے کھایا۔ (بخاری۔ مسلم)

❷ حرمین کے بیچ اور عرج کے پاس ایک جگہ ہے جہاں پر مسجد ہے۔ (القاموس المحیط) اور جحفہ کے راستہ پر مدینہ سے تقریباً ۴۵ میل پر ہے۔ (معجم البلدان لیا قوت الرومی)

❸ ہر وہ چیز جو ناجائز طریقہ سے ذبح کی جائے مثلاً چوری کا جانور یا بغیر اجازت ذبح کیا ہوا جانور وغیرہ۔

❹ بعض فقہاء دریاء کے شکار پر بھی دم (قربانی) کا کہتے ہیں لیکن یہ قرآنی فیصلہ کے خلاف ہے۔

❺ جس طرح قرآنی قید سے ظاہر ہے۔

❻ جس بھی جانور کے متعلق ہم سے پہلے دو صحابہؓ یا دو تابعین یا جن کو امین سمجھیں ان کا کیا ہوا فیصلہ نافذ کیا جائے گا از سر نو فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حکم خداوندی نہیں ہے۔

وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ٥ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ٥﴾ (المائدہ: ۹۵۔۹۶)

''اے ایمان والو! بحالت احرام شکار مت کرو اور تم میں سے جو بھی جان بوجھ کر کرے گا تو اس کے بدلے میں اس جیسا جانور جس کے لیے تم میں سے دو امین فیصلہ کریں کہ وہ قربان کر کے کعبۃ اللہ پہنچانا ہے یا کفارہ میں (تین) روزے رکھے تاکہ اپنے کیے کا عذاب چکھے گذشتہ خطا اللہ نے معاف کی جو دوبارہ کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا ہے، سمندر کا شکار تمہارے لیے حلال ہے اور یہ کھانا اور سامان ہے تمہارے لیے خواہ سیر کرنے والے کے لیے اور جب تک تم احرام میں ہو خشکی کا شکار تم پر حرام ہے اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔''

محرم کو بچھو، سانپ، کوّا، چیل، چوہا اور پاگل کتا مارنے کا حکم ہے۔ (مشکوٰۃ صحیحین وغیرہ) اور جس کو جویں تنگ کریں اس کو آپ ﷺ نے اجازت دی ہے [1] کہ وہ قبل از وقت سر منڈوا سکتا ہے۔ جس کے بدلے وہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا تین روزے رکھے یا کوئی جانور ذبح کرے۔ (بخاری و مسلم) اس سفر کے دوران آپ ﷺ نے سواریوں کو بھگانے والوں کو آرام کے ساتھ بھگانے کا حکم دیا کہ ان سواریوں پر شیشے یعنی عورتیں اور بچے ہیں۔ آگے چل کر ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا کا اونٹ لنگڑا ہو کر بیٹھ گیا جس پر بی بی صاحبہ رونے لگی آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے آنسوں پونچھے اور رونے سے منع کیا لیکن اس کے باوجود بی بی صاحبہ رونے لگی تو آپ ﷺ نے ان کو ڈانٹا اور سب کو پڑاو ڈالنے کا حکم فرمایا۔ حالانکہ وہاں پر رکنے کا ارادہ نہیں تھا۔ پھر سارے وہاں پر رک گئے۔ اس دن بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی مگر ان کو خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ ان سے ناراض ہوں۔ یعنی منع کرنے کے باوجود انہوں نے رونا بند نہیں کیا) اس لیے انہوں نے سیدہ عائشہؓ سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑ سکتی لیکن آج یہ باری تجھے دیتی ہوں تاکہ آپ مجھ سے ان کی ناراضگی دور کریں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے پھر وہ تیار ہو کر خوشبو وغیرہ لگا کر آپ ﷺ کے خیمے میں آئی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ آج تمہاری باری تو نہیں ہے۔ جس پر بی بی صاحبہ نے کہا کہ " ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے اس کو دے)۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ قیلولہ (دوپہر کا آرام) کیا اور جب روحا کے پاس پہنچے تو ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنی بہن صفیہ رضی اللہ عنہا کو نیا اونٹ

[1] یہ اجازت حدیبیہ کے موقعہ پر آپ نے جناب کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔

دے تا کہ وہ اس پر سوار ہو سکے۔ یہ اونٹ ان کے پاس سواری کے علاوہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ کیا میں آپ کی یھو دن (نافرمان) کو اونٹ دوں؟ جس پر آپ نے پورے سفر کے دوران ان سے کلام نہیں کیا۔ یہاں تک کہ واپس مدینہ آئے۔ اور بی بی زینبؓ بالکل ناامید ہو چکی تھی کی اب آپؐ ان کے گھر نہیں آئیں گے۔ کہتی ہیں کہ ایک دن اپنے گھر دوپہر کے ٹائم ایک آدمی کے سایہ کو آتے ہوئے دیکھا دل میں کہا کون ہوسکتا ہے؟ اتنے میں آپ ﷺ ظاہر ہوئے۔ (مسند احمد، طبرانی، مجمع الزوائد)

سلسلہ:..... پھر آگے چلتے ہوئے عرج [1] کے پاس پہنچے۔ آپ کا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سامان ایک ہی اونٹ پر لدا ہوا تھا جس کے ساتھ ابو بکرؓ کا غلام تھا۔ آپ ﷺ وہاں پر بیٹھے ایک طرف سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھیں اور ان کی بہن اسماء اپنے والد کے قریب بیٹھیں۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے سامان سے لدے ہوئے اونٹ اور غلام کے انتظار میں تھے اور لیکن غلام بغیر اونٹ اکیلے آئے جس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ رات سے وہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ جس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کو مارنے لگے آپ ﷺ مسکراتے ہوئے کہنے لگے احرام والا یہ کیا کر رہا ہے۔ اور زیادہ کچھ نہیں کہا بقول طبری رحمۃ اللہ علیہ کے آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! اپنے اوپر نرمی کر کیونکہ یہ نہ تو تمہارے بس کی بات ہے اور نہ ہمارے۔ پھر آپ ﷺ اپنے اہل و عیال اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانا کھانے لگے اور سیر ہو کر کھایا۔ صفوان بن معطلؓ جن کو قافلہ کے پیچھے سامان کی حفاظت کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد اونٹ سامان کے ساتھ لے کر ان کی منزل کے دروازے پر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے ابو بکرؓ کو حکم فرمایا کہ دیکھو سامان سے کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ پینے کی پیالی کے علاوہ کوئی چیز گم نہیں ہے۔ غلام نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے۔

پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے میری طرف سے امانت ادا کر دی اور وہاں پر سعد بن عبادہ اور ان کے بیٹے قیسؓ زادراہ کے ساتھ اونٹ لے کر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ منزل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ سعدؓ نے کہا کہ اللہ کے رسول ہمیں پتہ چلا ہے کہ صبح آپ کا سامان گم ہو گیا تھا۔ جس کے بدلے ہم یہ سامان آپ کے لیے لے کر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرمائے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سامان واپس دلا دیا ہے اپنا سامان واپس لے جائیں۔ نیز فرمایا کہ مدینہ آنے کے بعد آپکی مہمانی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا احسان ہے اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسولؐ ہمارے مال سے آپ کا لینا چھوڑنے سے زیادہ محبوب ہے۔

---

[1] ایک قصبہ ہے جہاں پر مدینہ شریف آنے والے دنوں عامل رہتے تھے۔ (نہایہ) مدینہ سے اندازاً ۷۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ (معجم البلدان)

آپ نے فرمایا سچ کہتے ہو اور خوش ہو جاؤ کے کامیاب ہو گئے ہو اچھا اخلاق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہے عطا کرے اور آپ کو عطا کیا ہے۔ انہوں نے کہا الحمد للہ اللہ ہی نے عطا کیا ہے۔ پھر وہاں سے چلے اور بدہ کے دن سقیا ❶ کے پاس اترے۔ پھر چلے اور ابواء ❷ کے پاس پہنچے تو صعب بن صقامہؓ نے حمار وحشی کی پیٹھ کا گوشت ھدیۃً بھیجا۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم احرام میں ہیں ورنہ واپس نہ بھیجتے۔ وہاں پر معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بھنے ہوئے چنے کھاتے ہوئے دیکھا جو جحفہ کے قریب ودان کے گاؤں سے تحفتاً ملے تھے۔ پھر آپ ﷺ اٹھے اور نماز ادا کی اور وضو نہیں کیا وادی ابواء کی مسجد میں نماز ادا کی پھر جب وادی عسفان ❸ کے پاس سے گذرے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ انہوں نے جواباً کہا وادی عسفان تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبر حضرت ھود اور حضرت صالح علیہما السلام بحالت احرام، عباء ❹ کے ساتھ تہبند باندھے ہوئے، رنگ برنگی چادریں پہنے ہوئے، سرخ اونٹوں پر چڑھے ہوئے، جن میں کھجور کی مہاریں ڈلی ہوئی تھیں، تلبیہ پڑھتے ہوئے حج کے لیے یہاں سے گذرے تھے۔ جس طرح مسند احمد کی حدیث میں ہے۔ پھر جب سرف ❺ کے پاس پہنچے تو ام المومنین عائشہؓ حائضہ ہو گئیں۔ جب آپ ﷺ ان کے پاس ❻ آئے تو اس وقت رو رہی تھیں۔ آپ نے سبب پوچھتے ہوئے فرمایا شاید آپ حائضہ ہو گئیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! لوگ احرام کھول لیں گے اور طواف کریں گے مگر میں رہ جاؤں گی آپ نے فرمایا فکر مت کرو یہ کام اللہ نے بنت آدم کے لیے لکھ دیا ہے جو ہوتا رہے گا

اس لیے طواف ❼ کے علاوہ ہر وہ کام کرتی رہو جو حاجی لوگ کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے سب کام کیے تمام موقف ادا کیے اور پاک ہونے کے بعد طواف کیا اور صفا مروہ پر گئی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب آپ حج وعمرہ کے لیے حلال ہو گئیں۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میری دل میں ایک بات ہے کہ میں نے حج پورے ہونے تک طواف نہیں کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی بھائی عبدالرحمٰن ❽ کو حکم دیا

---

❶ مکہ اور مدینہ کے بیچ ایک مشہور جگہ ہے۔

❷ مدینہ کی طرف راغب کے قریب ایک جگہ ہے جہاں پر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ مدفون ہیں۔

❸ مکہ سے دو منزلوں پر قریباً ٦٦ میل پر جحفہ اور مکہ کے راستے پر ایک کنواں ہے۔

❹ چادر کی ایک قسم ہے۔

❺ مکہ شریف سے تقریباً (١٠) میل کے فاصلے پر ہے اسی جگہ پر آپ کی حضرت میمونہ بنت حارثؓ سے شادی ہوئی تھی۔

❻ یعنی مکہ معظم میں پہنچنے کے بعد۔

❼ استحاضہ والی عورت غسل کر کے کپڑے دھو کر طواف کرے اور نماز بھی پڑھ سکتی ہے اور آپ نے فرمایا کہ یہ حیض نہیں ہے بلکہ شیطانی رگ ہے۔ (مشکوٰۃ) بیہقی میں ابن عمرؓ کا اثر ہے کہ غسل کر کے کپڑا رکھ کر طواف کر لے۔

❽ اس قصہ کا مزید حصہ اپنی جگہ آئے گا۔

کہ ان کو تنعیم مقام پر لے کر جائے وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کروائے۔ اس قصہ کے متعلق بعض مسائل میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے .اول یہ ہے کہ ان کا احرام تمتع کا تھا یا نہیں؟ صحیح بات یہ ہے کہ تمتع یعنی عمرہ کا تھا۔دوم یہ کہ عمرہ چھوڑ کر حج کیا یا حج کو عمرہ میں ملا کر قران کیا؟ صحیح بات دوسری ہے۔سوم یہ کہ تنعیم والا عمرہ ان کا فرضی تھا یا نفلی؟ صحیح بات یہ ہے کہ وہ نفلی عمرہ تھا کیونکہ فرضی تو قران والی صورت میں ہی ادا ہوگیا۔ چہارم یہ کہ بی بی صاحبہ عرفات کے دن پاک ہوئی یا ۱۰ تاریخ کو قربانی والے دن؟ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قصہ سے حج کے کتنے اصولی مسئلہ مستنبط ہوتے ہیں:

الف: قران ❶ کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔

ب: حائضہ سے طواف قدوم معاف ہے جس طرح ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے طواف وداعی معاف ہوا۔

ج: ❷ عمرہ میں حج داخل کرنا جائز ہے۔خصوصاً عذر والے کے لیے۔

د: حائضہ طواف کے علاوہ حج کے سارے کام سرانجام دے گی۔

ہ: تنعیم حرم سے باہر ہے۔

د: ایک سال بلکہ ایک مہینے میں دو عمرے جائز ہیں۔

ز: تمتع والے کو کسی سبب حج فوت ہونے کا خوف ہو تو حج کو عمرہ میں داخل کرسکتا ہے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس مسئلہ کے لیے دلیل ہے۔

ح: مکہ والوں کی عمرہ کے لیے یہی روایت دلیل ہے۔

سلسلہ:.....سرف کے مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ مجھے پسند ہے جو اپنے ساتھ ہدیہ نہیں لایا وہ اگر حج کو عمرہ میں بدلنا چاہے تو بدل سکتا ہے۔لیکن جس کے ساتھ ہدیہ ہے اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔ یہ اختیار آپ نے میقات (ذوالحلیفہ) کے پاس بھی دیا تھا مگر اس فرمان میں زیادہ ترغیب ہے ❸ اور جب مکہ پہنچے تو حکم ❹ اور تاکید فرمائی ❺ کہ جو اپنے ساتھ ہدیہ نہیں لایا وہ حج کو فسخ کر کے عمرہ بنادے۔عمرہ ادا کر کے احرام کھول دے لیکن جس کے پاس ہدیہ موجود ہے وہ احرام کو برقرار

---

❶ اسی طرح بخاری، ترمذی وغیرہ کی احادیث میں صریحاً مذکور ہے۔

❷ یہ واقعہ طواف وداع کے وقت ذکر ہوگا۔(ان شاء اللہ)

❸ اس سے معلوم ہوا کہ تمتع قران یا افراد سے افضل ہے یہی محدثین کا مسلک ہے۔

❹ یہ حکم صفا مروہ کی سعی مکمل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا جس طرح آئے گا۔

❺ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ وحی کے علاوہ کوئی حکم جاری نہیں کرتے تھے صدق اللہ سبحانہ وتعالیٰ: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى﴾ (النجم: ۳تا۴) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کو وہی کام پسند ہوتا جو رب کی منشا کے مطابق ہوتا۔

رکھے۔ آپ کا یہ حکم محکم ❶ اور غیر منسوخ رہا۔ بلکہ سراقہ بن مالکؓ نے سوال کیا یہ حکم صرف اس عمرہ کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک یہ حکم ہے۔ اس کے متعلق جن ۱۴ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کے پاس ہدیہ نہیں تھا اور ان کو حج فسخ کر کے عمرہ بنانے کا حکم فرمایا تھا ان سب کی حدیثیں صحیح ہیں۔ ایک روایت میں آپ نے فرمایا جو ابھی مجھے معلوم ہوا ہے وہ اگر پہلے معلوم ہو جاتا تو میں بھی اپنے ساتھ ہدیہ نہ لے آتا اور تمہارے ساتھ احرام کھولتا اور میں تم سے زیادہ پرہیز گار سچا اور نیکو کار ہوں۔ پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (جن کے پاس ہدیہ ساتھ نہیں تھا) حکم کے مطابق احرام کھولا۔ (مسلم)

آپ ﷺ کا مکہ میں داخلہ اور اذکار:

سلسلہ:..... پھر آپ ذی طویٰ ❷ کے پاس اترے یہ جگہ اس وقت آبار الزاہر کے نام سے مشہور ہے وہاں پر ٹھہرے۔ وہ اتوار کی رات تھی جبکہ ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ تھی۔ وہاں فجر کی نماز پڑھی بعد ازاں اس دن غسل کر کے مکہ معظّمہ کی بلندی والی جگہ یعنی الثنیۃ العلیا جو کہ مقبرہ حجون کے پاس ہے۔ وہاں سے داخل ہوئے اور آپ عمرہ کے لیے مکہ معظّمہ کے نشیب والے طرف سے داخل ہوئے تھے۔ اس وقت بنی عبدالمطلب کے لڑکے آپ کے سامنے آئے جن میں سے ایک کو آگے اور دوسرے کو پیچھے بٹھایا پھر چلے یہاں تک کہ مسجد شریف (یعنی بیت اللہ) میں داخل ہوئے۔ اور آپکی عادت مبارک تھی کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود پڑھ کر یہ دعا پڑھتے تھے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اے رب! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے اور نکلتے وقت درود کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ." (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اے رب! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے بھلائی کے دروازے کھول دے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی عادت مبارک کہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ آپ ممکنہ طور پر ہر کام دائیں طرف سے شروع کرنا پسند کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم) جس سے ظاہر ہے مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے سیدھا پاؤں داخل کرتے تھے۔ ضحیٰ کے وقت حرم پاک میں داخل ہوئے طبرانی کی روایت میں مذکور ہے کہ آپ باب بنی عبد مناف جس کو اس وقت باب بنی شیبہ یا باب السلام کہا جاتا ہے وہاں سے حرم میں داخل ہوئے جبکہ آپ سے مروی ہے کہ جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑتی تو اس وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھتے تھے:

---

❶ اس حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے ساتھ قربانی نہ لانے والا افراد یا قران کا احرام نہیں باندھ سکتا اگر باندھے گا تو فسخ رہے گا۔ (بامر اللہ ورسولہ)

❷ مکہ معظم کے قریب مغرب کی طرف ایک جگہ ہے۔

((اَللّٰهُمَ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اَللّٰهُمَّ زِدْ هَذَ الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَتَعْظِيْمًا وَتَكْرِيْمًا وَّ مَهَابَةً وَزِدْ مَنْ حَجَّه اَوْ اِعْتَمَرَ تَكْرِيْمًا وَتَشْرِيْفًا اَوْ تَعْظِيْماً وَّ بِرًّا.))

''اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے تجھ ہی سے سلامتی ملتی ہے اے ہمارے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ! اس گھر کو شرف، تعظیم، تکریم اور ہیبت میں بڑھا۔ اور جو وہاں حج اور عمرہ کے لیے آئیں ان کو بھی تکریم شرف اور تعظیم میں بڑھا۔''

یہ روایت مرسل ہے لیکن یہ عمل سیدنا عمر فاروقؓ سے بھی منقول ہے جس کی وجہ سے روایت کی تائید بھی ہوئی اور ضعف ❶ منجبر ہو گیا۔ پھر جب آپ ﷺ اندر داخل ہوئے اس وقت تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ❷ نہیں پڑھیں۔ کیونکہ بقول ابن القیمؒ مسجد الحرام کا تحیہ طواف ہی ہے۔ جب حجر اسود کے برابر آئے تو استلام ❸ کیا۔ اور لوگوں پر بھیڑ نہیں کی بلکہ جیسے ہی موقعہ ملتا اس کو ادا کرتے اور عمرہ والوں کا تلبیہ استلام کے وقت ختم ہوا۔ باقی حج والوں کا تلبیہ جمرۃ عقبہ تک جاری رہے گا۔ (ترمذی وغیرہ) اور آپ ﷺ حجر اسود سے رکن یمانی کی طرف نہیں گئے اور نہ ہی ہاتھ اٹھائے اور نہ ہی جاہلوں کی طرح نیت کے الفاظ کہے کہ "نَوَيْتُ بِطَوَافَ" وغیرہ اور نہ ہی تکبیر تحریمہ کہہ کر شروعات کی۔ یہ سارے کام کم علم لوگوں کے ہیں جو کہ بدعات اور مناکیر میں شامل ❹ ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے اپنا سارا جسم مبارک حجر اسود سے نہیں ملایا یا برابر کیا۔

طواف:

پھر وہاں سے طواف ❺ کے لیے کھڑے ہوئے حجر اسود دائیں طرف سے اور کعبۃ اللہ بائیں طرف سے پڑتا ہے، اس وقت کوئی مخصوص دعا منقول نہیں ہے نہ دروازے کے پاس نہ میزاب (پڑنار) کے پاس نہ کعبۃ اللہ کے پیچھے یا اس کے ارکان یا کونے کے ہاں بلکہ پورے طواف میں حجر اسود اور حجر یمانی کے بیچ یہ دعا ❻ منقول ہے:

---

❶ موقوف اثر سے مرسل روایت مؤید ہو کر مقبول درجہ پر پہنچ جاتی ہے بشرطیکہ یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف فیہ نہ ہو جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب النکت میں امام ابن حزم کے حوالے سے لکھا ہے۔

❷ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعتیں تحیۃ المسجد یعنی مسجد کے لیے تحفہ مسنون ہیں مگر اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اس وقت مسنون نہیں ہیں۔

❸ ہاتھ کے ساتھ چھونا یا چومنا (مسند) گویا کہ جس طرح میسر ہو ادا کرے لیکن کسی دوسرے کو تکلیف نہ دے۔

❹ جو فعل شرعاً برا ہے اس کو منکر کہا جاتا ہے۔

❺ اس کو طواف القدوم کہا جاتا ہے۔

❻ آپ نے فرمایا کہ اس جگہ ۷۰ فرشتے مقرر ہیں جو وہاں یہ دعا پڑھتا ہے وہ آمین کہتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.)) (ابن ماجه ابو داوٗد)

''اے اللہ! میں آپ سے معافی اور دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتا ہوں اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت میں اچھائی عطا کر اور بچا ہمیں جہنم کی آگ سے۔''

طواف کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنے ❶ کا بھی حدیث میں ذکر ہے۔

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.'' (ابن ماجه)

''پاکیزگی اللہ کے لیے ہے اور تمام تعریفات اس کے لیے ہیں اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا اس کے علاوہ نہ دوسرے کا ڈر ہے اور نہ ہی دوسرے کو طاقت ہے۔''

آپ ﷺ نے طواف کے سات چکر مکمل کیے پہلے تین چکر میں رمل کیا یعنی تیز چلے ❷ اور اضطباع کیا یعنی سیدھے کندھے کو نکال کر اس کے نیچے سے کپڑا نکالا اور ہر چکر میں حجر اسود سے گذرتے ہوئے اشارہ کرتے یا مجن ❸ اسے چھوکر اس کو چومتے ❹ اور یہ بھی ثابت ہے آپ رکن یمانی کو پورے ہاتھ سے چھوتے باقی اس کو چومنا یا ہاتھ لگا کر اس کو چومنا ❺ آپ سے ثابت نہیں ہے اور حجر اسود کا چومنا ثابت ہے۔ نیز ہاتھ سے چھوکر اس کو بھی چوما ہے اور مجن سے چھوکر اس کو بھی چوما ہے یہ تینوں صورتیں آئی ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ تھوڑی دیر اس پر ہونٹ مبارک رکھ کر روتے رہے۔طبرانی کی روایت ہے کہ آپ رکن یمانی کو ہاتھ لگاتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر اور حجر اسود کے پاس آتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو چوما اور اس پر سجد کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس کو چومتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ میں ❻ جانتا ہوں کہ تم پتھر ہو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہو اور نہ ہی نقصان، اگر رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے نہ چومتا ❼

❶ اس میں یہ لفظ ہیں کہ جو شخص طواف میں بات نہیں کریگا، یہ کلمات پڑھتا رہے گا تو اس کی برائیاں ختم ہونگی وہی نیکیاں لکی جائیں گی اور اس کے درجات بلند کیے جائیں گے۔(مشکوٰۃ)

❷ بیہقی میں ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر ہیں کہ عورتوں پر رمل نہیں ہے۔

❸ جولوگ ہاکی کی طرح کی لکڑی کے سہارے چلتے ہیں ان کو اس عمل نبوی کا خیال رکھنا چاہیے۔

❹ یعنی یہ سارے طریقہ سنت ہیں۔لوگوں کو تکلیف نہ دی جائے۔

❺ تعظیم خاطر چومنا توقیفی امر ہے۔

❻ نبی کریم ﷺ نے بھی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ فرمایا تھا کہ تو پتھر ہے! نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے، اگر مجھے اللہ تعالیٰ حکم نہ کرتے تو میں تجھے نہ چومتا یہ دونوں احادیث المطالب العالیہ بزوائد مسانید الثمانیہ لابن حجر میں مذکور ہیں۔

❼ یعنی آپ کی سنت ادا کرتا ہوں۔

(بخاری ومسلم) اور آپ نے دو رکنوں کے علاوہ کسی بھی رکن کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ❶ طواف کرتے ہوئے آپ نے پانی بھی پیا ہے۔ (بیہقی) طواف کے لیے پاکیزگی ضروری ہے آپ نے وضو کر کے پھر طواف کیا ہے (بخاری) نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آنے کے بعد فرمایا کہ "لَا تَطُوْفِیْ حَتّٰی تَطْهُرِیْ "جس طرح بخاری وغیرہ میں ہے کہ پاک ہونے کے بعد ہی طواف کر! پھر جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے عقب میں آئے اور یہ دعا پڑھی ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ پ ۱ ع ۱۵) ابراہیم کے مقام (کھڑے ہونے کی جگہ) کو مصلیٰ ❷ جائے نماز بنائیں۔ پھر دو رکعتیں ادا کیں اس وقت مقام ابراہیم آپ کے اور کعبۃ اللہ کے بیچ میں تھا اور ان دونوں رکعات میں سے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" اور دوسری میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھی اس کے بعد دوبارہ آ کر حجر اسود کا استلام کیا۔

سعی صفا و مروہ:

اس کے بعد باب الصفا سے باہر نکلے اور جب صفا پہاڑ کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی۔ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ ع ۲۱ پ ۲) بیشک صفا اور مروہ (دونوں پہاڑ) اللہ تعالیٰ کی بندگی کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر فرمایا: اَبْدَا بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ جس طرح ❸ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے میں بھی ویسے ہی شروع کرتا ہوں۔ اور دوسری روایت امر ❹ کے صیغہ کے ساتھ ہے "اِبْدَئُوا بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ." (دار قطنی) جس طرح اللہ نے شروع کیا ہے تم بھی ویسے ہی شروع کرو پھر صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ شریف کو دیکھا پھر اس کی طرف منہ کر کے اللہ کی توحید اور تکبیر کا حق ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَاَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ .))

"اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کی ہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس

---

❶ یعنی جس طرح عوام الناس کرتے ہیں۔

❷ اللہ تعالیٰ نے وہ ایک ہی مصلیٰ دکھایا مگر علماء سوء نے اس کے مقابلے میں چار دوسرے مصلے بنائے مگر الحمد للہ اب وہ مٹ چکے ہیں اور اس وقت صرف ایک اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ مصلیٰ باقی ہے۔

❸ اللہ نے پہلے صفا کا ذکر کیا ہے پھر مروہ کا میں بھی اسی طرح پہلے صفا پر چڑھتا ہوں پھر مروہ پر۔

❹ اس لیے کہ دوسرے بھی تعلیم حاصل کریں۔

نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندے ❶ کی مدد فرمائی اور اکیلے نے ہی تمام مخالف جماعتوں کو شکست دی۔''

پھر وہاں پر دعا مانگی اور تین مرتبہ اس طرح کیا بیہقی میں ابن مسعودؓ کی حدیث ہے۔ کہ یہ کھڑے ہونے والی جگہ صدع یعنی صفا کے بیچ میں ایک شغاف ہے اور یہیں پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ نیچے اترے اور مروہ کی طرف چلنے لگے جب وادی کی نشیبی سطح پر اترنے لگے تو دوڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وادی کی بلند سطح پر پہنچے۔ پھر دوبارہ چلے یعنی یہی طریقہ ان سے اس طرح صحیح ثابت ہے۔ اور اس وادی میں دوڑتے وقت ان سے یہ دعا منقول ہے ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ.)) (طبرانی) ''اے اللہ بخش دے اور رحم فرما دے تو ہی غالب اور عزت والا ہے۔''

موجودہ وقت وادی کے دونوں اطراف دائیں اور بائیں جانب دو سبز نشانات ہیں۔ جن کو میلین ❷ اخضرین (دو ہرے منار) کہا جاتا ہے۔ ❸ ظاہر یہی ہے کہ وادی اسی حالت پر تھی اس لیے یہ نشانات لگائے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ نے یہ سعی پیدل کی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیثوں میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ میں صفا مروہ کی سعی سواری پر کی تھی تا کہ لوگ آپ کو دیکھیں۔ اور آپ نے صحابہ کے ساتھ ایک ❹ ہی طواف کیا ہے۔ یہاں پر بظاہر روایات میں اختلاف ہے مگر امام ابن حزم کہتے ہیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ سواری نیچے اترے گی تو سوار بھی پورے کا پورا اترے گا اور اس کے پاؤں پورے جسم سمیت نیچے اتریں گے، جس کی معنی یہ ہوئی کہ یہ سعی سواری کی حالت میں تھی حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ میری نظر میں اس کے لیے اس سے بھی زیادہ بہترین وجہ یہ ہے کہ آپ صفا اور مروہ کے بیچ پیدل چلے پھر آخر میں سواری کی حالت میں پورا کیا۔ اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں بھی واضح طور پر ہے۔ ابو الطفیلؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا صفا مروہ کے بیچ سواری پر چلنا سنت ہے؟ آپکی قوم کے لوگوں کا خیال ہے کہ سنت ہے۔ کہنے لگے نہیں بلکہ آپ ﷺ پیدل چلے تھے پھر لوگ زیادہ ہو گئے اور کہنے لگے یہ رہے محمد ﷺ! یہاں تک کہ عورتیں بھی اپنے گھروں سے نکل آئیں آپ لوگوں کے آگے چلنا یا تکلیف دینا پسند نہیں کرتے تھے اس لیے سوار ہوئے۔ باقی پیدل چلنا افضل ہے اور آپ کا طواف قدوم

---

❶ یعنی محمد کریم ﷺ اور یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے جو کہ سورۃ فتح کے اندر مذکور ہے۔ اور سورۃ لا اقسم بھذا البلد میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

❷ حاشیہ: المنجد میں ہے '' المیل منار یبنی للمسافر فی انشاز الارض یھتدی بہ ویدرك المسافة ''

❸ ہم نے ۱۹۴۷ء میں یہ نشانات دیکھے تھے اور اس وقت بھی نئی بناء مطابق بھی ایسے نشانات ہیں۔

❹ کیونکہ قران والے کو ایک ہی سعی کرنی ہے۔

(بیت اللہ کے پاس پہلے آنے والا طواف) پیدل تھا، کیونکہ اس میں دوڑنے کا ذکر ہے اور یہ جب ہوگا جب آپ پیدل ہوں باقی طواف افاضہ ❶ آپ نے سواری پر کیا ہے۔

سلسلہ: ..... پھر جب آپ مروہ پر پہنچے تو اس پر چڑھے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی توحید اور تکبیر کے علاوہ دعا بھی مانگی اور ساتویں دفعہ کا چکر وہاں مروہ پر پورا کیا پھر حکم فرمایا کہ جو اپنے ساتھ ہدیہ (قربانی کا جانور) نہیں لایا۔ اور وہ قارن یا مفرد ہو تو احرام کھول دے۔ ❷ اور جو چاہے کرے کیونکہ اب وہ احرام میں نہیں رہا لہٰذا بیویوں سے صحبت، خوشبو اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت ہے۔ اور یوم الترویہ ❸ آٹھویں تاریخ تک حلال ❹ ہے۔ اور آپ ﷺ چونکہ ہدیہ ساتھ لائے تھے اس لیے احرام نہیں کھولا اور اس وقت فرمایا کہ اب میں جانتا ہوں وہ پہلے معلوم ہوتا تو اپنے ساتھ ہدیہ نہ لاتا اور اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام کر کے تمہارے ساتھ کھولتا۔ اور جن بعض لوگوں نے اعتراض کیا ان پر آپ سخت ناراض ہوئے اور ناراضگی کی حالت میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو کس نے ناراض کیا ہے؟ اللہ اس کو جہنم میں داخل کرے! آپ نے فرمایا آپ کو پتہ نہیں ہے لوگ میرے حکم کو رد کر رہے ہیں۔ جو میں اب جانتا ہوں وہ پہلے جانتا تو ھدیہ اپنے ساتھ نہ لاتا بلکہ یہاں پر خرید کر کے ان کے ساتھ حلال ہو جاتا (مسلم) وہاں پر آپ نے سر منڈھوانے والے کے لیے تین مرتبہ بخشش کی دعا کی۔ اور بال کتروانے والے کے لیے ایک مرتبہ دعا کی اور وہیں پر آپ کے حکم (حج کو فسخ کر کے عمرہ کریں) پر سراقہ بن مالک بن جعشم نے سوال کیا کہ یہ احرام کھولنے کا حکم (یعنی جس کے پاس ہدیہ نہ ہو) صرف اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ نے فرمایا ہمیشہ کے لیے ہے اور آپ نے تشبیک دے کر یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ضم کر کے دو مرتبہ فرمایا کہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔

کیا عمرہ کے لیے ہدیہ لازمی ہے؟

یہاں پر یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ عمرہ والے کے لیے ہدیہ دینا لازمی نہیں ہے۔ خصوصاً حج کے بعد جس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں بیان کیا ہے۔ اور اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق، علی المرتضیٰ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم نے بھی احرام نہیں کھولا کیوں کہ وہ ہدیہ ساتھ لائے تھے۔

---

❶ دسویں تاریخ منیٰ سے لوٹ کر طواف کرنا جس طرح آگے ذکر ہوگا۔

❷ یعنی سر منڈا کر یا کچھ بال کتوا کر عمرہ کر لے۔

❸ روی یروی ترویۃ باب تفعیل ہے جس کی معنی ضرورت کا پانی ساتھ لینا چونکہ اس دن عرفات جانے کے لیے اپنے ساتھ پانی لیتے ہیں اس لیے اس کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے۔

❹ یعنی پھر آٹھویں تاریخ کو حج کے لیے مکہ سے احرام باندھیں اس کو تمتع کہا جاتا ہے اور محدثین کے نزدیک یہ حج کی سب سے افضل قسم ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی ترغیب موجود ہے۔

اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سب کو قران کا احرام تھا مگر چونکہ ان کے ساتھ ہدیہ نہیں تھا اس لیے ان سب نے حکم کے مطابق احرام کھولا۔ صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیض کے عذر سے احرام میں رہیں (جیسے اوپر گذرا) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی احرام کھول دیا۔ کیونکہ ان کے پاس بھی قربانی نہیں تھی اور انہوں نے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور آنکھوں میں سرمہ پہنا۔ جب سیدنا علیؓ نے دیکھا تو انہوں نے اعتراض کیا۔ تو کہنے لگی میرے والد محترم ﷺ نے اس طرح کا حکم دیا ہے۔

پھر وہ یہ شکایت لے کر نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور فتویٰ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سچ کہا ہے (مسلم) (اور سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی احرام کھولنے والوں میں سے تھیں) جن اشخاص نے احرام تعین نہیں کیا یعنی حج کا یا عمرہ کا یا دونوں کا، انہوں نے یوں کہا:

"اَللّٰھُمَ اِنِّیْ اَھلُّ بِمَا اَھَلَّ بِھَا رَسُوْلُکَ ." (مسلم)

''اے اللہ! میں اس کا احرام باندھتا ہوں جس کا تیرے رسول ﷺ نے باندھا ہے۔'' ❶

ان میں سے جن کے پاس ہدیہ تھا ان کو اپنی طرح احرام کی حالت میں رہنے کا حکم فرمایا اور جن کے پاس ہدیہ نہیں تھا ان کو حکم فرمایا کہ حج کو فسخ کردیں اور عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعریؓ بطحاء کے پاس ملے ان کے پاس بھی ہدیہ نہیں تھا ان کے پاس بھی وہی الفاظ تھے۔ آپ نے ان کا اہلال درست کیا اور عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم فرمایا اور سیدنا علیؓ یمن سے آئے ہوئے تھے انہوں نے بھی وہی الفاظ کہے مگر ہدیہ ہونے کی وجہ سے ان کا قران بحال رکھا. اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص خود احرام کا تعین نہیں کرتا بلکہ دوسرے کے احرام کے ساتھ معلق کرتا ہے تو بھی جائز اور درست ہے۔ (المحلیٰ ابن حزم) وغیرہ۔ مگر اس میں ہدیہ والا سوال ضرور رہے گا۔ پھر جتنے دن آپ مکہ معظّمہ میں رہے تو اپنی جگہ پر نماز پڑھتے رہے۔ آپ وہاں چار دن اتوار، پیر، منگل اور بدھ کو رہے اور اس دوران کعبۃ اللہ کے قریب نہیں گئے (بخاری) اس لیے کہ ❷ حج کے جانے میں باقی تھوڑا وقت تھا۔ وہاں پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے۔ آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور وہ رو پڑے۔ آپ ﷺ نے سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ ڈرتا ہوں کہ کہیں سعد بن خولہ کی طرح اسی سرزمین پر مرجاؤں جس سے آپ ہجرت کر کے منتقل ہوگئے ہو۔ آپ نے تین مرتبہ دعا مانگی کہ " اللھم اشفِ سَعَد اً "اے اللہ! سعد کو شفا دے۔

کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور ورثاء میں سے صرف ایک بیٹی ہے کیا میں پورے مال کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! فرمایا نصف حصہ آپ نے فرمایا نہیں۔ کہنے

❶ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمال اتباع کا نمونہ ہے۔ جو ساتھ بھی تھے پھر بھی اس طرح کہا کہ کہیں ان کا احرام دوسری طرح نہ ہوجائے۔

❷ باقی جو عمرہ کے بعد بھی مکہ میں زیادہ وقت ٹھہرتا ہے اس کے لیے طواف بہتر کام ہے کیونکہ وہاں پر یہی ممتاز کام ہے۔

لگے تیسرا حصہ؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! لیکن ثلث بھی زیادہ ہے آپ کا اپنے اھل وعیال پر خرچ کرنا یہ صدقہ ہے اور تو اپنے اہل وعیال کو بے پرواہ چھوڑ جائے تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تو ان کو محتاج چھوڑ جائے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

منیٰ کی طرف روانگی:

جب جمعرات کا دن ہوا تو ضحیٰ کے وقت منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ طبری ابن المنذر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اس دن آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور حج کے احکامات سمجھائے۔ اور فرمایا جس سے ہو سکے تو وہ ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے۔ اور گذشتہ سال اسی دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی خطبہ دیا تھا اس لیے یہ تقریری سنت بھی ہوئی اور صحابہ میں سے جنہوں نے احرام کھولا تھا انہوں نے پھر حج کا احرام باندھا اور احرام کے لیے بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ مکہ سے احرام کی حالت میں نکلے اور بطحاء سے اھلال کیا، یہی حکم مکہ والوں کے لیے ہے (بخاری) پھر منیٰ میں پہنچے اور جمعہ کی رات وہیں پر ٹھہرے۔ ظہر سے لے کر فجر تک پانچ نمازیں وہیں مسجد الخیف میں پڑھیں۔ اسی رات (۱۰) کلمات ایک ہزار مرتبہ پڑھنا مسنون ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ رشتہ داری چھیننے یا گناہ جیسے کام کے علاوہ اللہ تعالی سے جو بھی مانگے گا وہ عطا کیا جائے گا وہ کلمات یہ ہیں:

" سُبْحَانَ اللّٰهِ فِيْ السَّمَآءِ عَرْشُهُ ، سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْاَرْضِ مَوْطِئُهُ ، سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْبَحْرِ سَبِيْلُه ، سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْقُبُوْرِ قَضَائُهُ ، سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْهَوَاءِ رُوْحُه ، سُبْحَانَ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمَاءِ سُبْحَانَ الَّذِيْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحَانَ الَّذِيْ لَا مَلْجَأَ مِنْهُ اِلَا اِلَيهِ . " (مجمع الزوائد بحواله (ابو يعلى وطبرانى كبير)

"پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کا عرش آسمانوں میں ہے۔ پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کے لیے زمین پر پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کا دریاؤں میں بھی راستہ [1] ہے۔ پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کی آگ پر حکومت ہے۔ اور پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کی جنت میں رحمت ہے۔ پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کا قبروں میں فیصلہ ہے۔ پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کا ہوا میں روح یعنی امر ہے۔ پاکیزگی ہے اس کے لیے جس نے آسمان کو بلند کیا۔ پاکیزگی ہے اس کے لیے جس نے زمین کو نیچے بچھایا پاکیزگی ہے اس کے لیے جس کے علاوہ کہیں بھی جائے

[1] یعنی وہاں پر بھی اسی کا حکم چلتا ہے کتنے ہی جانور اور مچھلیوں کے لیے اس نے راستہ بنایا ہے۔ یا کشتیوں اور جہازوں کے لیے بھی دریاؤں میں راستے بنائے ہیں۔

پناہ نہیں ہے۔ مگر دوسروں سے اس کے پاس پناہ ہے۔''

عرفہ کی طرف روانگی:

سورج طلوع ہونے کے بعد آپ وہاں سے عرفہ کی طرف چلے۔ ضب ❶ والا راستہ اختیار کیا جو کہ لوگوں کے راستے سے دائیں طرف ہے۔ اور صحابہ میں سے بعض تلبیہ پڑھ رہے تھے تو بعض تکبیرات، آپ ﷺ ان کو سمجھا رہے تھے لیکن منع نہیں کر رہے تھے۔ جب عرفہ کے پاس پہنچے تو نمرہ کے پاس ان کے حکم کے مطابق خیمہ لگا ہوا دیکھا اور نمرہ اس وقت عرفات سے مشرق کی طرف ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو کہ اب ختم ہو چکا ہے۔ آپ وہاں پر اترے جب سورج ڈھلا تو قصوا ❷ کو تیار کیا گیا، آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر عرفہ ❸ وادی کے بیچ میں آئے۔ یہ آپ کے معمولات میں شامل تھا کہ آپ سواری پر چڑھتے وقت بسم اللہ کہتے تھے اور جب سوار ہو جائے تو یہ دعا پڑھتے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾

(الزخرف ع ۱، پ ۲۵)

''پاکیزگی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے یہ (سواری) ہمارے تابع بنائی ہے۔ ہم اس تک پہنچنے والے بھی نہیں تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

اور آیت کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِ نَا هٰذَالْبِرَّ وُالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمْلِ مَا تَرْضِیٰ اَللّٰهُمْ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَ نَا هٰذاَ وَ اطْوِ لَنَا بَعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِیْ السَّفْرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْمَالُ وَالاهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِیْ اَعُوْذُ بِكَ وَعْثَاءَ السَّفِرَ وَكابَه الْمَنْظَرِ وَسُوءَ الْمُنْقَلَبِ فِیْ الْمَالِ وَاْلا هْلِ." (مسلم) ❹

''اے اللہ ہم اس سفر میں آپ سے نیکی اور پرہیزگاری کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ اور ایسے عمل کا جس سے تو راضی ہو۔ اے اللہ ہمارے لیے یہ سفر آسان کر اور دوری کو لپیٹ کے قریب کر دے اے اللہ! تو ہی ہمارے سفر کا ساتھی ہے اور مال واہل کا نگہبان ہے۔ اے اللہ میں آپ سے سفری مشکلات اور خوفناک منظر سے اور مال واہل وعیال میں برے لوٹنے ❺ سے تیری

---

❶ مسجد الخیف کی جڑ میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور ضب وادی راستہ سے زمین کے اوائل سے شروع ہوتی ہے۔

❷ یہ آپ کی اونٹنی کا نام ہے دراصل قصواء کان کٹی ہوئی اونٹنی کو کہا جاتا ہے، مگر آپ کی اونٹنی اس طرح نہیں تھی۔

❸ یہ مزدلفہ اور عرفہ کے بیچ ایک وادی ہے۔

❹ مسلم كتاب الحج ۔رقم الحديث ۔۱۳٤۲۔

❺ یعنی واپسی کے وقت وہ خیریت اور سلامتی کی حالت میں ہوں۔

پناہ طلب کرتا ہوں۔''

مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ الحمدللہ تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر پھر یہ دعا پڑھی۔

"سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهُ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَا اَنتَ ."

''اے اللہ! تو پاک ہے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے مجھے بخش دے تیرے علاوہ کوئی بھی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔''

کشتی ❶ یا جہاز پر سوار ہوتے وقت قرآنی حکم کے مطابق یہ آیت پڑھنی چاہیے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ﴾ (ھود ع ٤ پ ١٢) ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور کھڑا ہونا شروع ہوتا ہے بیشک میرا رب بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع:

سلسلہ:..... آپ نے وہاں پر اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا جس میں اسلامی قوانین سے آگاہ کیا اور شرک و بدعت کی رسوم کو ختم کیا اس خطبہ کے الفاظ اس طرح ہیں:

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب اليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيأت اعمالنا من يهدى الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ، ورسوله واوصيكم بتقوى الله وا وصيكم علىٰ طاعته واستفتح بالذى هو خير ايها الناس اسمعوا قولى فانى لا ادرى لعلى لا القٰكم بعد عامى هذا بهٰذا الموقف ابدا . ايها الناس ان دماء كم واموالكم عليكم حرام 'الىٰ ان تلقوا ربكم كحرمة يومكم هذا وكحرمة شهر كم هذا وانكم ستلقون ربكم فيسالكم عن اعمالكم وقد بلغت فمن كانت عنده امانة فليودها الى من ائتمنه عليها وان كل ربا موضوع ولكن لكم رئوس اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون . قضى الله انه لا ربا وان ربا عباس بن المطلب موضوع كله وان اول دمائكم اضع دم ابن ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب وكان مستر ضعا فى بنى ليث فقتله هذيل فهو اول ابدأ به من دماءِ الجاهلية .

اما بعد ! ايها الناس ا ن الشيطان قديئس من ان يعبد بارضكم هٰذه ابدا

❶ موٹر کار کے لیے یہی حکم ہے کیونکہ اس کو بھی اس وقت سفینہ بریہ (خشکی کی کشتی) کہتے ہیں۔

ولیکنہ ان یطع فیما سویٰ ذالك فقد رضی به مما تحقرون من اعمالکم فاحذروہ علیٰ دینکم ایها الناس ان النسیٔ زیادة فی الکفر یضل بهٖ الذین کفروا یحلونه عاما ویحر مونه ‘عاما لیواطوا عدة ما حرم الله ویحر موا ما احل الله . وان الزمان قد استدار کهیئه یوم خلق السمٰوت والارض وان عده الشهٰور عند الله اثنا عشر شهرًا منها اربعة حرم ثلاثة متوالیات ورجب مضر الذی بین جمادی الثانی وشعبان . اما بعد ایها الناس! فإن لکم علیٰ نسائکم حقا ولهن علیکم حقا لکم علیهن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرهونه وعلیهن ان لا یاتین بفا حشة مبینه فان فعلن فان الله قد اذن لکم ان تهجرو هن فی المضاجع وتضربوهن ضربا غیر مبرح فان انتهین فلهن رزقهن وکسو تهن بالمعروف واستو صوا بالنساء خیرا فانهن عند کم عوان لا یملکن لا نفسهن شیئا وانکم انما اخذ تمو هن با مانة الله واستحللتم فروجهن بکلمٰت الله فاعقلوا ایها الناس قولی فانی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بهٖ فلن تضلو ابدا امرا بینا کتاب الله وسنة بنیه .

ایها الناس ! اسمعوا قولی واعقلوه . تعلمن ان کل مسلم اخ لمسلم وان المسلمیں اخوة فلا یحل لامری من اخیه الا ما اعطاه عن طیب نفس منه فلا تظلمن انفسکم .

اللهم هل بلغت؟ فالوا اللهم نعم! فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اشهد . " (سیرت ابن ہشام)

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ہم اس کی ہی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔اسی سے اپنے نفوس کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں اور برے اعمال سے جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والانہیں ہے.اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والانہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبودنہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے ۔اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں .اے اللہ کے بندو !میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی تابعداری (فرما نبرداری) کے لیے نصیحت کرتا ہوں اور اپنا مضمون نصیحت سے شروع کرتا ہوں ۔ اے انسانو ! میرا فرمان سنو

! کیونکہ شاید اس سال کے بعد اسی جگہ پر میں دوبارہ تمہیں نہ مل سکوں ۔ اے لوگو! تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں ۔ جب تک تم رب کے ساتھ جا کر نہ ملو۔ اس دن اور اس مہینے کی حرمت کی طرح ❶ اور تم جلد ہی اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا میں اس کا پیغام تم تک پہنچا چکا ہوں ، لہٰذا جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کو مالک تک پہنچادے اور ہر سود (جو آج سے پہلے لوگوں کی طرف باقی ہے) وہ ختم ہے (یعنی کوئی نہیں لے سکتا ۔لیکن تمہارے لیے تمہارے مال کا اصل باقی ہے (یعنی جو قرضہ کی صورت میں ہے) نہ کسی کے ساتھ ظلم کرو اور نہ ہی تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے .اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ سود ہے ہی نہیں ۔عباس بن عبدالمطلب (یعنی آپ کے چچا) کا پورا سود (جو لوگوں کی طرف ہے) ختم ہے ❷ دور جاہلیت کے خون کے تمام دعوے ختم سب سے پہلے میں ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے خون کا دعویٰ ختم کرتا ہوں ۔ جو بنی لیث والوں کا دودھ پیاک تھا جس کو ہذیل نے قتل کیا تھا ❸ اور جاہلیت کے خونوں مین سے یہ پہلا خون ہے جس کو میں ختم کرتا ہوں۔

اے لوگو! شیطان اب اس بات سے نا امید ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین پر اس کی عبادت کی جائے گی لیکن یہ امید رکھتا ہے کہ دوسری باتوں میں اس کی پیروی کی جائے گی اور وہ اسی میں راضی ہے جو (اس کے کہنے پر) تم عملوں کو چھوٹا یا حقیر سمجھو اس لیے دین کے معاملے میں اس سے خبردار رہو۔ اے انسانو پیچھے گرنا کفر میں پڑنا ہے اسی طرح کافر گمراہ کیے جاتے ہیں جو ایک سال کو حلال اور دوسرے سال کو حرام کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ مہینوں کی گنتی پوری کرسکیں۔ ❹ اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام کرتے ہیں۔

---

❶ حرمت والے مہینے چار ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

❷ یعنی حکم کی تعمیل کا آغاز اپنے خاندان کی طرف سے کیا اگر یہ طریقہ آج کے حکمران اختیار کرتے تو مطلق العنانی اور قانون شکنی یا طواف الملوکی مصیبت ختم ہوجاتی صدق سبحانہ وتعالیٰ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب :۲۱)

❸ علمائے انساب کا کہنا ہے کہ یہ چھوٹا تھا جو کہ گھر کے سامنے تھا کہ بنی ھذیل میں سے کسی کا پتھر یا تیر لگا جس سے وہ فوت ہوگیا جس کا نام آدم تھا۔بعض نے کہا کہ ایاس بن ربیعہ اور بعض نے کہا کہ حارث تھا۔

❹ عرب چونکہ ایک لڑاکا قوم تھی اس لیے یکے بعد دیگرے تین مہینے صبر نہیں کرسکتی تھی اس لیے ان میں سے کسی مہینہ میں لڑائی جھگڑا کر کے اس کے عوض دوسرے مہینہ کو چھوڑ دیتے تھے اور جس مہینہ میں آپ کی طرف سے لڑائی سے رکنے کا حکم تھا اس میں لڑائی کر کے اس کے مقابلے میں دوسرے مہینہ کو چھوڑ دیتے تھے گویا کہ قرض کو ادا کر رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کو صرف مہینوں کی گنتی پوری کر کے دینی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

بلا شبہ زمانہ اپنی اصلی حالت پر گھومنے والا ہے جب سے آسمان وزمین پیدا ہوئے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینہ ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں ❶ تین لگاتار ❷ اور (چوتھا) رجب جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے۔(اما بعد) اس کے بعد اے انسانوں! تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق ہیں اور ان پر تمہارے حقوق ہیں، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو آنے نہ دیں جنہیں تم ناپسند سمجھتے ہو۔اور نہ ہی وہ کسی کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں،اور اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اجازت ہے تم ان کے بستروں کو الگ کردو اور ہلکا سامار سکتے ہو، اگر باز آجائیں تو ان پر تمہارا حق ہے کہ تم نیکی اور عرف کے مطابق خوراک اور لباس مہیا کریں۔اور بیویوں کے معاملے میں مجھ سے اچھی وصیت حاصل کریں۔کیونکہ وہ تمہارے پاس (عمر گذارنے کی وجہ سے) بانجھ ہوچکی ہیں اس وقت وہ اپنے لیے کوئی اختیار نہیں رکھتی اور تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت ❸ سے حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات سے اپنے لیے حلال کیا ہے۔اے انسانوں! میری بات کو سمجھو۔تم تک (اللہ کا پیغام) پہنچا چکا ہوں اور تمہارے اندر واضح حکم کو چھوڑ کر جارہا ہوں اگر اس کو مضبوطی سے پکڑا تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسرا اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت (حدیث)۔اے لوگوں! میرا کہنا سنو اور اس کو سمجھو۔مسلمان پورے کا پورا دوسرے مسلمان کے لیے بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی ہیں، اس لیے کسی بھائی کے لیے دوسرے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں ہے، مگر جو وہ خوشی سے اس کو دینا چاہے۔اس لیے اپنے نفسوں پر ظلم مت کریں۔ ❹ اے اللہ! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا سب نے کہا کہ اے اللہ! ہاں (برابر) آپ نے پہنچا دیا آپ نے فرمایا اے اللہ! تو اس پر گواہ رہنا۔'' (سیرت ابن ہشام)

امام مغازی محمد بن اسحاق نے یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ عمرو بن خارجہ کہتے ہیں کہ مجھے عتاب بن اسید نے بھیجا (خطبہ سننے کے لیے) پھر وہاں پہنچا اور آپ ﷺ کی اونٹنی کے پاس کھڑا ہوگیا جس کا لعاب میرے سر پر گر رہا تھا اور میں نے آپ سے یہ الفاظ سنے: ❺

---

❶ یعنی ان میں لڑائی حرام ہے۔

❷ یعنی ذوالقعد، ذوالحج اور محرم۔

❸ یعنی شرعی نکاح کے ساتھ اس لیے اللہ کی امانت کہا۔

❹ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا حق یا امانت کھانا یا اس سے ظلم کرنا خود سے ظلم کرنے کے مترادف ہے۔اس کو دلیل انی کہا جاتا ہے۔

❺ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آخر میں پہنچا ہے اور یہ الفاظ اوپر والے الفاظوں کے بعد اور اللھم ھل بلغت سے پہلے کے ہیں خطبہ کی ترتیب اس طرح صحیح ہے۔

((اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَدّٰی اِلٰی ذِی حَقٍّ حَقَّہُ وَاَنَّہُ لَا تَجُوْزُ وَصِیَّۃٌ لِوَارِثٍ وَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ وَمَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ اَوْ تَوَلّٰی غَیْرِ مَوَالِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفاً وَلَا عَدْلاً.))

''اے انسانو! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دلایا ہے اور وارث (جس کو ترکہ سے حصہ ملتا ہے) کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ اور بچہ بستر والے کا ہے (یعنی جس کے گھر میں پیدا ہوا) اور زانی کے لیے پتھر ہے (اس کی دعویٰ غلط ہے) جس نے اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کا بیٹا کہلوایا یا ❶ ناجائز طرح دوسروں کے غلاموں کو اپنا بنایا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بھی عوض یا فدیہ قبول نہیں کرے گا۔ پھر لوگوں سے فرمایا کہ قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور پورا کیا اور امت کی مکمل خیر خواہی کی۔ آپ نے شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین بار یہ فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ اے اللہ گواہ رہنا۔

اور آپ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ جو یہاں موجود ہیں وہ ان تک یہ پیغام پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس وقت ام الفضل بنت الحارث یعنی عباس کی والدہ نے آپ کی طرف دودھ کا پیالہ بھجوایا جو کہ آپ نے وہیں سواری پر لوگوں کے سامنے پی لیا جس سے لوگوں کا شک دور ہوا کہ آپ روزے سے نہیں ہیں۔ نیز اس دن عرفات میں آپ نے روزے سے منع فرمایا ہے۔ (احمد، ابن ماجہ) باقی عرفات کے علاوہ اس دن روزہ رکھنے کی بہت بڑی فضیلت بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس دن سے پہلے اور بعد دو سالوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (مسلم، وغیرہ)

عرفات میں جمع بین الصلاتین:

خطبہ پورا ہونے کے بعد بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا جنہوں نے اذان اور پھر تکبیر کہی پھر آپ نے پوری جماعت کو ظہر ❷ کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور آپ نے عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ دونوں نمازوں کے درمیان کچھ بھی نہیں پڑھایا یہ دونوں نمازیں ظہر کے وقت پڑھائیں اور مکہ معظمہ والوں نے بھی آپ کے پیچھے دو دو رکعتیں پڑھیں اور جمع بین الصلاتین کیا آپ نے نہ تو ان کو کھڑے

❶ جس طرح ورثہ حاصل کرنے کے لیے لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

❷ جمعہ کے دن نماز ظہر اور جمعہ ایک ہی چیز ہے۔

ہوکر دو رکعتیں مزید پڑھنے کا حکم فرمایا اور نہ ہی جمع بین الصلاتین سے روکا۔ جن بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اَتِمُّوا صَلٰوتَكُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَفرٌ آپ ﷺ اپنی نماز پوری پڑھیں ہم مسافر ہیں۔

یہ سخت غلطی اور قبیح وہم ہے بلکہ آپ نے یہ حکم فتح مکہ کے وقت مکہ میں نماز پڑھاتے ہوئے دیا تھا، کیونکہ اس وقت وہ مقیم تھے اور اپنے گھروں میں رہائش پذیر تھے باقی حج کے سال منیٰ یا عرفات میں آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے اس لیے علماء کے اقوال میں سے صحیح ترین قول یہی ہے کہ مکہ معظم کے باشندے بھی منیٰ میں قصر کریں اور جمع بین الصلاتین بھی کر سکتے ہیں۔ ❶ اس واقعہ میں صریح دلیل ہے کہ سفر کے لیے جو تمام طرح کی حد بندی کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے یہاں پر یہ عذر بھی صحیح نہیں ہے کہ یہ صرف حج کی وجہ سے ہے کیونکہ حج نماز کے قصر کا سبب نہیں ہے بلکہ اصل سبب سفر ہی ہے جس طرح سنت کا تقاضا ہے اور تحدید بیان کرنے والوں کے مذہب کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے دراصل قصر کے لیے۔ تین میل کافی ہیں۔ کیوں کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ تین میل یا تین فرسخ ❷ پر نکلتے تو قصر کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے ❸ اس روایت میں تین فرسخ ❹ (یعنی ۹ میل) تک احتیاط سمجھنا صحیح نہیں ہے بلکہ احتیاط ادنیٰ یعنی تین میں ہے، کیونکہ مطلق سفر میں قصر ثابت ہے اور سفر قلیل اور کثیر کا نام ہے، اس لیے تحدید قصر کے لیے مطلوب ہے اس اعتبار سے احتیاط تین میل ہوگا نیز تلخیص الحبیر میں سنن سعید بن منصور کے حوالے سے حدیث موجود ہے کہ جب آپ ﷺ یک فرسخ (تین میل) تک نکلتے تھے تو قصر کرتے تھے اس روایت سے اوپر کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا یہی فیصلہ متعین سمجھنا چاہیے۔

میدان عرفات میں دعائیں:

سلسلہ: ...نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ قصویٰ پر سوار ہوکر موقف (کھڑے ہونے کی جگہ) پر آئے پہاڑ کی نچلی سطح سے پتھر کے پاس قبلہ کے سامنے اس کو کھڑا کیا جبل المشاۃ (چلنے والوں کا راستہ) ❺ آپ کے سامنے تھا سورج غروب ہونے تک ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھتے رہے، آپ دعا میں ہاتھ سینے ❻ تک اٹھاتے تھے، یہاں پر ان سے یہ دعا بھی مروی ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِیْ

---

❶ یہ ساری تقریر ابن القیم زاد المعاد میں لائے ہیں۔
❷ یہ شک راوی شعیب بن الحجاج سے ہوا ہے جس طرح مسلم میں منقول ہے۔
❸ حدیث میں اِذَا خَرَجَ روکنے کے الفاظ ہیں: "اذا" جزا کو ظرف کی معنی میں مقید کرتی ہے، کما فی المغنی اللبیب لابن ھشام.
❹ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔
❺ یہ پتھریلا راستہ ہے یہاں پر لوگ جمع ہوتے ہیں۔
❻ اس مسئلہ کے متعلق ہمارا عربی زبان میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہوا ہے۔ اس کا نام ہے تحقیق الدعا بالرفع الیدین

وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَ اِلَيكَ مَاٰلِي وَلَكَ رَبِي تُرَاثِي۔ اللهُمَ اِنِي اَعوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القبر وَوَسوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتّاتْ الامْرِ اَللّٰهُمَّ اِنّى اَعُوْذُبِكَ مِن شَرِ مَا تَجِى بِهِ الرِيٰح)) (ترمذی)

اللهم اِنكَ تسمَعُ كَلاَمِي وَ تَرىٰ مَكَانى وَتعلَمُ سِرى وَعَلا نِيَتِى وَلا يَخفىٰ عَلَيكَ شَىءُ مِن اَمرِ ى انَا البَائِسُ الفَقِيرُ المَستَغيثُ المَستجيرُ الوَجِل وَ المشفِقُ المُقرُ المعترفُ بِذُنُونِي اَسئَلُكَ مَسئَلَةَ المِسكِين وَابتَهِلُ اِلَيكَ اِبتِهَالَ المذنَبِ الذليل وَاَدعوكَ دعاءَ الخَائِفِ الضَرِ ير من خَفَعَت لَكَ رَقبتُه وَفَاضَت لَكَ عينا ه ذلَ جَسدُ ه وَرَغِمَ اَنفُه لَكَ اللٰهُم لاَ تَجعَلنى بِدُعَائِكَ رَب شَقِياً وَكُن بِى رؤفاً رَحِيمًا يَا خيَر المَسئولين و-يَا خَير المُعطِين (طبرانی) اللهُمَ اجعَل فِى قلبِى نوراً وفى صَدرِى نوراً وَفِى بَصَرِى نورًا ، اللهُم اشرحَ لِى صَدرى وَيَسرلِى اَمرِى وَاَعُوذُ بِك مِن وسَواس الصُدورِ وَ شَتَاتِ الاَمر وَ فِتنَهِ القَبر اللهُمَ اِنِى اَعوُذُبِكَ مِن شَرِ مَا يَلِجُ فِى النَهٰرِ وَشَرِ مَا تَهبُ بِهِ الرِيَاح وَشرِ بَوَائِقِ الدَهرِ (بیھقی)

ترجمہ: اے اللہ! تیرے لیے ہی تعریفات ہیں جس طرح ہم کہتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اے اللہ! میری نماز، قربانی، جینا، مرنا سب تیرے لیے ہے تیری طرف ہی میرا لوٹنا ہے۔ میرے رب میرا ورثہ بھی تیرا ہی ہے۔ ❶ میرے اللہ میں تجھ سے ہی پناہ طلب کرتا ہوں قبر کے عذاب سے اور سینے کے وسوے سے اور بکھرے ہوئے ❷ کاموں سے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ہی پناہ طلب کرتا ہوں ان بری چیزوں سے جن کو ہوا ❸ لے آئی ہے اور زمانے کی آفتوں کی برائی سے۔

اے اللہ! تو میرا کلام سن رہا ہے اور میری جگہ (جس حال پر ہوں) کو دیکھ رہا ہے میرے پرا سرار اور علانیہ کو جانتا ہے۔ تجھ سے میری کوئی بھی بات چھپی ہوئی نہیں ہے، میں محتاج، فقیر، فریادی، پناہ طلب کرنے والا، کانپنے والا، ڈرنے والا ہوں۔ اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے

---

❶ آیت ﴿وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (آل عمران: ۱۸۰) (الحدید ع اپ ۲۷) کی طرف اشارہ نیز وارث موروث کے نام کو زندہ کرتا ہے گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میرے بعد میرے ورثے یعنی علم اور دین کا تو ہی نگہبان ہے۔

❷ مختلف قسم کی تکالیف یا الجھے ہوئے کام جو سمجھ میں نہ آئیں۔

❸ اس سے حقیقی مراد بھی ہو سکتی ہے نیز بیماریاں اور زمانے کی گردشیں بھی سزا ہو سکتی ہیں۔

والا ہوں تجھ سے مسکینی کا سوال کرتا ہوں اور تیرے پاس گنہگار اورانکساری والی زاری کرتا ہوں۔ جس کی گردن تیرے لیے جھکی اور تیرے لیے آنکھیں بہہ پڑی اور پورا جسم حقیر ہوا اور تیرے لیے ہی ناک کو زمین پر رگڑا ہے۔ اے اللہ تجھے پکارنے سے مجھے بد بخت نہیں کرنا اور میرے لیے روف رحیم ہونا، اے تمام مسئولین سے اچھا اور تمام دینے والوں سے اچھا۔

(طبرانی)

اے اللہ میرے دل، سینہ، کان اور آنکھ میں روشنی کرنا۔ اے اللہ میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کردے میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں، سینہ کے وسوسوں سے الجھے ہوئے کاموں سے اور قبر کے فتنہ سے اے اللہ میں تجھ سے ہی پناہ طلب کرتا ہوں اس برائی سے جو رات میں داخل ہو یا دن میں اور اس برائی سے جس کو ہوائیں لے آئیں اور زمانہ کی آفات کی برائی سے۔ ❶

اور اس دن اکثر آپ کا ورد یہ کلمہ تھا:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرِ وَهُـوَ عَـلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (مسند احمد) ❷ آپ نے فرمایا کہ عرفات کے دن یہ دعا تمام دعاؤں سے بہتر ہے اور اس دن آپ نے شام کے وقت امت کی بخشش کے لیے دعا ❸ مانگی جو قبول ہوئی ❹ آپ ﷺ اس وقت خوشی سے مسکرائے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ اللہ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ امت کی بخشش کے متعلق میری دعا قبول ہوئی ہے تو اس پر وہ سر میں مٹی ڈال کر چلانے لگا جس کی وجہ سے میں ہنس پڑا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابن ماجہ والبعث النشور للبیھقی)

اور آپ نے تمام لوگوں کو حکم فرمایا کہ وادی عرفہ کے بطن سے اوپر کی طرف چڑھیں اور فرمایا کہ عرفہ

---

❶ ان روایات پر کچھ کلام ہے مگر فضائل میں حرج نہیں ہے۔

❷ بیدہ الخیر، اس جملہ کی معنی کہ ''تمام اچھائیاں اسی اللہ کے ہاتھ میں ہیں'' باقی جملوں کا ترجمہ صفا پہاڑ کی دعا کے ترجمہ میں گذر چکا۔

❸ حج پر آنے کا مقصد دربار الٰہی میں حاضری دیکر گناہوں کو بخشانا ہے اس لیے آپ نے وہاں پر استغفار، دعاؤں اور زاریں کے قبول ہونے کے لیے دعا مانگی فاندفع ماکان ان یرد، اس حدیث کی مثال میں یہ سمجھنا چاہیے ﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء : ٦٤)

❹ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ان کو بخش دیا باقی ایک دوسرے پر ظلم تو ظالم سے مظلوم کو حق لے کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا اے پروردگار! اگر تو چاہے تو مظلوم کو ظلم کے عوض جنت عطا کر کے ظالم کو بھی بخش (معاف) کرسکتا ہے اس وقت یہ دعا قبول ہوئی یہ رات گذر گئی، صبح مزدلفہ میں آپ نے یہ دعا مانگی اور قبول ہوگئی۔

پورے کا پورا موقوف ❶ (کھڑا ہونے کی جگہ) ہے۔ کوئی مخصوص جگہ موقوف نہیں ہے اور لوگوں کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر رہیں اور یہاں پر ٹھہرنا سیدنا ابراہیم سے ہی چلتا آ رہا ہے۔ وہاں پر نجد کے کچھ لوگوں نے حج کے متعلق آپ سے پوچھا جس پر آپ نے فرمایا۔ اَلْحَجُّ یَوْمُ عَرَفَةَ مَنْ اَدْرَكَ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَقَدْ اَدْرَكَ (بیہقی وغیرہ) حج عرفہ کا دن ہے جو نماز فجر سے پہلے پہنچا تو وہ حج کو پہنچ گیا۔

آپ نے اس قسم کا بھی اعلان کروایا کہ وہاں پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة: ٣)

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔''

وہاں پر ایک مسلمان احرام کی حالت سواری سے گر کر فوت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسکو سلے ہوئے کپڑے نہ پہنائے جائیں بلکہ احرام کے کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے اور پانی میں بیری کے پتہ ملا کر غسل دیا جائے۔ باقی خوشبو وغیرہ بھی نہ لگائی جائے اور نہ ہی اس کے سر کو ڈھانپا جائے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو تلبیہ کی حالت میں اٹھائے گا۔ پھر جب سورج اچھی طرح غروب ہو گیا اور سرخی بھی نہ رہی تو عرفہ کی طرف لوٹے اور اسامہ ❷ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور آرام سے چلے اور اونٹنی کی باگ (نکیل) اپنی طرف کھینچی ❸ یہاں تک اس کا سر کجاوے سے ٹکرانے لگا اور لوگوں کو کہتے رہے اور لاٹھی سے اشارہ کرتے رہے کہ اس وقت آرام سے چلنا اپنے اوپر لازم سمجھو اور خوامخواہ جانوروں کو دوڑانے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ اس وقت عازمین ❹ کے راستہ سے لوٹے۔ اور آپ کی یہ عادت مبارکہ ہوتی تھی کہ عیدین پر راستہ بدلتے تھے۔ پھر آپ درمیانہ چال چلتے رہے۔ نہ بالکل تیز اور نہ ہی بالکل آہستہ۔ جس کو عرب یسیر العنق پکارتے ہیں۔ جہاں پر کوئی کشادگی دیکھتے تو وہاں پر اونٹنی کی مہار کو ہلکا چھوڑتے تاکہ آسانی سے چڑھ جائے اور ایسی حالت میں بھی تلبیہ بند نہیں کیا بلکہ پڑھتے رہے۔ اسی راستہ پر آپ سے سوید بن جمیم کے ماموں کی ملاقات ہوئی جنہوں نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے سوال میں لمبائی اختیار کی ہے،

---

❶ یعنی جہاں پر بھی تم کھڑے ہوئے تو حق ادا ہو گیا۔

❷ یہ آپ کے منہ بولے بیٹے زید بن حارث کا بیٹا تھا۔

❸ عرب لوگ خود اونٹ چلانے کو فخر سمجھتے تھے۔

❹ یعنی جس راستہ پر موجودہ دور میں لوگ چلتے ہیں وہ ضب کے راستہ سے قدرے لمبا راستہ ہے۔

اس وقت مختصر سوال کرتے۔ فرضی نماز قائم کر، فرضی زکوٰۃ ادا کر، بیت اللہ کا حج کر، لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کر جیسا اپنے ساتھ دوسروں سے چاہے جو سلوک تو اپنے ساتھ نہ چاہے وہ لوگوں کے ساتھ بھی مت کر۔ اب اونٹنی کی مہار کو چھوڑ دے۔

مزدلفہ میں آمد:

پھر جب بیچ راستہ میں آئے تو شب الیسر کے پاس اتر کر پیشاب کیا اور ہلکا وضو کیا۔ اسامہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز؟ آپ نے فرمایا نماز آگے ہے۔ پھر دوبارہ سواری پر سوار ہوکر آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے، وہاں پر نماز کے لیے وضو کیا، بلال کو حکم فرمایا جنہوں نے اذان دی اور پھر تکبیر کہی آپ نے سواریوں کو بٹھانے اور کجاوے اتارنے سے قبل مغرب کی نماز ادا کی پھر جماعت والوں نے سواریوں سے سامان اتارا۔ پھر آپ نے عشاء کی نماز ادا کی جس کے لیے الگ تکبیر کہی گئی۔ یہی بات درست ہے کہ ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ جمع بین الصلوٰتین ادا فرمائی اور عرفات کی طرح یہاں پر بھی دونوں نمازوں کے درمیاں کچھ نہیں پڑھا۔ یہ عشاء کا وقت تھا پھر آپ نے آرام کیا۔ اس رات سیدہ عائشہؓ کے ہاں ٹھہرنے کے باری تھی (ابوداؤد)

منیٰ کی طرف روانگی:

پھر صبح کے لیے اٹھے اس رات کو آپ تہجد کے لیے نہیں اٹھے۔ اور عیدین کی راتوں میں بھی آپ سے تہجد ثابت نہیں ہے [1] آپ نے اس رات اپنے کمزور اھل (بال بچے) جن میں عبداللہ بن عباسؓ بھی شامل تھے ان کو اجازت دی کہ وہ فجر سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہوں یہ چاند غروب ہونے کا وقت تھا۔ اس وقت ام المومنین سودۃ بنت زمعہ اور ام المومنین حبیبہؓ نے بھی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اور ام المومنین ام سلمہؓ کو بھی اجازت دی اور حکم فرمایا کہ سورج طلوع ہونے سے قبل جمرۃ کو کنکریاں مت مارنا۔ پھر جب فجر ہوئی تو آپ نے فوراً اول وقت میں (نہ کہ وقت سے پہلے) [2] اذان اور تکبیر پر ساتھ فجر نماز ادا کی۔ یہی دن نحر (قربانی) کا اور عید کا تھا اور یہی دن حج اکبر [3] کا تھا۔ اسی دن کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی

---

[1] باقی عیدین کی رات تہجد کی ترغیب کے متعلق قیام اللیل للمروزی میں ایک روایت منقول ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

[2] جس طرح کچھ لوگوں کو بعض روایات سے مغالطہ ہوا ہے۔ بلکہ روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ قبل وقتها المعتاد (بخاری) یعنی آپ نے وقت عادت سے قبل ادا کی نہ کہ وقت سے ہی پہلے کیونکہ وقت کے بغیر نماز نہیں ہے۔ ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء: ۱۰۳)

[3] عام لوگ حج اکبر اس کو کہتے ہیں کہ (۹) ذوالحج یوم عرفہ کو جمع کا دن ہو مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ہر سال (۱۰) ذوالحجہ نام حج اکبر ہے۔ جس طرح بخاری وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے اور یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ اس دن میں حج کے باقی دنوں سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ یعنی کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈوانا، طواف افاضہ اور سعی کرنا وغیرہ وغیرہ۔

طرف سے تمام مشرکوں سے بیزاری کا اعلان کروایا گیا۔یعنی جب اس سے قبل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حج کروانے آئے تھے۔ ❶ (متفق علیہ) پھر وہاں سے آپ سوار ہوکر مشعر الحرام کے پاس آئے جو آپ کا مؤقف (یعنی دعا کے لیے کھڑے ہونے کی جگہ) تھی وہاں پر قبلہ کو سامنے کر کے دعا مانگی رب کے سامنے تضرع و زاری تکبیر و تحلیل اور ذکر اللہ کرتے رہے جب تک پوری روشنی ہوئی۔مگر سورج طلوع ہونے سے قبل وہاں امت کو بخشانے کے متعلق آپکی دعا قبول ہوئی اور شیطان نے اپنے سر میں مٹی ڈال کر ہائے کیا۔جس طرح پہلے گذرا۔وہاں پر بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا جنہوں نے لوگوں کو چپ کروایا پھر فرمایا کہ اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑی مہربانی کی ہے جو تم میں سے بدکار نیکوکاروں کو دیئے یعنی ان کی دعاؤں پر بدکاروں کو بخشا اور نیکوکاروں نے جو مانگا وہ دیا۔اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ یہاں سے چلو اس وقت آپ سے عروۃ بن مضرس طائی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی سواری کو بھی بہت تھکایا ہے اور اپنے آپکو بھی تکلیف دی ہے کوئی پہاڑ نہیں چھوڑا جس پر کھڑا نہ ہوا ہوں میرا حج ہوا یا نہیں؟

آپ نے فرمایا جو ہماری اس نماز (مزدلفہ میں فجر) کو پہنچا ہمارے ساتھ کھڑا رہا جب تک ہم یہاں سے نہ ہٹیں اور اس سے قبل رات تھوڑا بہت عرفہ میں کھڑا ہوا تو اس کا حج پورا ہوگیا اور اس سے بوجھ ہلکا ہوگیا۔جس طرح ترمذی نے اس کے متعلق حدیث لاکر اس کو صحیح کہا ہے اور یہ روایت طبرانی کبیر اور بزار میں ہے۔آپ نے اوپر والے الفاظوں سے قبل ان سے کہا کہ "اَفْرَحَ رَوْعُكَ يَا عُرْوَةُ" یعنی اے عروۃ! تیرا غم اور تکلیف اتر گئی یہ مبارک باد کا جملہ تھا۔جو علماء مزدلفہ میں وقوف اور وہاں پر ٹھہرنے کو فرض قرار دیتے ہیں وہ اس واقعہ ❷ سے دلیل لیتے ہیں۔آپ ﷺ اس جگہ پر رکے اور لوگوں کو بتایا کہ مزدلفہ پورے کا پورا موقف ہے۔پھر مزدلفہ سے روانہ ہوئے۔اپنے کزن فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری کے پیچھے بٹھایا اور اسامہ رضی اللہ عنہ قریشوں کے ساتھ پیدل دوڑتے رہے اور آپ تلبیہ پڑھتے رہے۔راستہ میں ابن عباس ❸ کو حکم فرمایا جنہوں نے سات کنکریاں جمرۃ کو مارنے کے لیے ڈھونڈ کر آپکو دیں جو کہ خذف ❹ کے برابر کی تھیں جو دو انگلیوں میں آسکیں بے علم عوام کی طرح پہاڑ سے نہیں توڑیں اور نہ ہی رات کو تلاش کر کے اپنے پاس رکھیں۔آپ نے اتر کر اپنی ہتھیلی مبارک پر رکھ کر ان کو صاف کر کے فرمایا کہ ایسے کنکریاں مارا کرو اور اپنے آپ کو دین میں غلو سے بچایا کرو۔تم سے پہلے قومیں دین میں غلو اور زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں

---

❶ جس طرح ابتدا میں گذر چکا ہے۔

❷ یہ صریح دلیل ہے جس کا کوئی صارف نظر نہیں آتا۔

❸ یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو آگے بھیجے ہوئے اہل میں شامل تھا (نسائی۔شافعی) لیکن ہوسکتا ہے روانہ ہونے سے قبل تلاش کر کے دیکر گئے ہوں۔

❹ یعنی اندازاً چنے کے برابر۔(تحفۃ الاحوذی)

اور باقی جمرات کے لیے کنکریاں بھی وہیں سے لی جاتی ہیں جس طرح بیہقی کی حدیث سے ظاہر ہے اور تمام کنکریوں کی تعداد ستر ہے .ان میں سے سات ۱۰ تاریخ کو جمرہ عقبہ کے لیے تین تاریخوں میں تینوں جمرات کے لیے سات سات یعنی اکیس (۲۱) کے حساب سے کل ستر'۷۰' کنکریاں بنتی ہیں، اسی راستہ میں خثعم قبیلے کی ایک عورت سامنے آئی جو اپنے باپ کی طرف سے حج کے متعلق پوچھ رہی تھی جو کہ بڑی عمر کے تھے اور سواری پر بیٹھنے کے قابل نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ اُن کی طرف سے حج کرو۔ اس وقت وہ عورت فضل رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہی تھی اور فضل رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ❶ جب کہ فضل شکل میں خوبصورت تھے۔

آپ ﷺ نے فضل کا چہرا دوسری طرف موڑ لیا۔ تاکہ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں، دوسرے شخص نے سوال کیا کہ میری ماں بوڑھی ہے سواری پر نہیں بیٹھ سکتی۔

آپ نے فرمایا ان کی طرف سے حج کرو۔

ایک دوسرے شخص نے سوال کیا میری بہن نے حج کی نظر مانی تھی مگر اس کو پورا کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں آپ نے فرمایا اگر اس پر قرضہ ہوتا تو ادا کرتے یا نہیں؟

اس نے کہا ہاں!

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرضہ ادا کرو وہ دوسرے قرضوں کی بنسبت زیادہ حقدار ہے۔

(متفق علیہ)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے مگر اس کے لیے شرط ہے کہ اس نے پہلے حج کیا ہو ورنہ وہ احرام اس کا ہوجائے گا۔ جس طرح ابو داؤد ابن ماجہ اور مسند شافعی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ❷ کہ رسول اللہ نے ایک آدمی سے اس طرح تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا کہ "لَبَّيْكَ عَنْ شِبْرِمَةَ" اے اللہ! میں حاضر ہوں شبرمہ کی طرف سے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی ہے یا کہا کہ میرا قریبی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا پہلے اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ نے شبرمہ کی طرف سے تلبیہ پڑھنے اور حج ادا کرنے نہیں دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ جو ایسا کرے گا تو وہ احرام الٹا اس کا اپنا ہوجائے گا۔ اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو دوسرے کی طرف سے حج ادا کرے وہ تلبیہ میں اس کا نام ظاہر کرے مثلاً کہے کہ "لَبَّيْكَ عَنْ فُلَانٍ" یعنی فلاں کی طرف سے تیرے پاس حاضر

❶ اس طرح بچوں کو تربیت دی جاتی ہے۔

❷ اس روایت کو ابن حبان اور بیہقی نے صحیح کہا ہے اور امام احمد اور امام ابن تیمیہ نے مرفوع کہا ہے۔ (سبل السلام)

ہوا ہوں اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کو فرمایا کہ " فَاجْعَلْ هٰذِهٖ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حَجِّ عَنْ شِبْرِمَةَ" اس حج ❶ کو تو بدل کر ❷ اپنی طرف سے کر پھر شبرمہ کی طرف سے کر۔

سلسلہ: ..... پھر جب وادی محسر ❸ کے بطن میں آئے تو سواری کو تیز کیا اور آپ کی یہ عادت ہوا کرتی تھی کہ جب ایسی جگہوں سے گذرتے جہاں پر اللہ کے دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہو تو وہاں سے جلد گذرتے۔ وادی محسر کے ہاں بھی اصحاب فیل پر عذاب آیا تھا۔ جس کا بیان قرآن کریم ❹ میں موجود ہے اور محسر لفظ کی معنی ہے تھک جانا، رکنے کی جگہ، اسی جگہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابرہہ جو کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے ناپاک ارادے سے آیا تھا اس کا ہاتھی تھک کر رک گیا تھا اور آگے چلنے سے عاجز ہو گیا تھا۔

اسی طرح آپ حجر اور دیار ثمود کے پاس سے گذرتے ہوئے بھی کپڑا لپیٹ کر جلدی گذر گئے تھے۔ اور محسر نہ منیٰ میں داخل ہے اور نہ ہی مزدلفہ بلکہ دونوں کے بیچ برزخ اور فاصلے کی مانند ہے۔ اسی طرح عرنہ عرفہ اور مشعر الحرام کے درمیان سمجھنا چاہیے اور دونوں شعروں کے درمیان برزخ ہوا۔ اور منیٰ حرم میں ہے اور یہ نہ مشعر ہے اور نہ ہی حرم اور عرفہ حل اور مشعر ہے۔

جمرۃ عقبہ کی رمی:

سلسلہ: .....آپ دونوں راستوں کے بیچوں بیچ چلے جو جمرۃ عقبہ کی طرف نکلتا ہے،۔ یہاں تک کہ منیٰ میں آئے اور جمرۃ عقبہ (یعنی بڑا پتھر جو کہ تینوں پتھروں میں سے مکہ کے زیادہ قریب ہے) کے پاس آئے اور وادی کی نچلی سطح پر کھڑے ہوئے اس طرح کہ دائیں طرف منیٰ بائیں طرف کعبۃ اللہ اور سامنے جمرہ۔ آپ ﷺ اس وقت سواری پر تھے اور سورج طلوع ہونے کے بعد ایک ایک کنکری کر کے دو انگلیوں میں پکڑ کر اللہ اکبر کہہ کر مارتے رہے اور اس وقت تلبیہ کو ختم کیا اس پورے سفر میں تلبیہ پڑھتے رہے جب تک کنکریاں مارنا شروع نہ کیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج والے کا تلبیہ یہاں پر ختم ہوگا اور عمرہ والے کا حجر اسود کے استلام کے وقت جس طرح ترمذی وغیرہ میں مذکور ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ نے بھی جمرہ کو کنکریاں ماریں ان میں سے ایک نے اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے اوپر سے کپڑے کا سایہ کیا ہوا تھا۔

---

❶ یہ عبارت کسی تاویل کی محتاج نہیں ہے اور جو کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جو احرام باندھا تو پھر اس کا حج ہو جائے گا۔ اس کو رد کرتی ہے۔

❷ جَعَل جب دوسرا مفعول چاہے تو بمعنیٰ صیر ہوتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّآ أَنزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا﴾ (یوسف : ۲) اور یہی دلیل امام عبدالعزیز بن یحییٰ حنانی نے مامون الرشید کی دربار میں بشر مریسی کے ساتھ خلق القرآن کے مسئلہ پر مناظرہ کرتے ہوئے پیش کی تھی جس طرح انہوں نے اپنی کتاب الحیدہ میں ذکر کیا ہے۔

❸ منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں ایک پتلی وادی ہے۔

❹ یعنی ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ.....الخ﴾

منیٰ میں واپسی اور خطبہ:

اس سے احرام والے کے لیے خیمہ یا چھتری وغیرہ کا جواز ملتا ہے۔ بشرطیہ یہ کرنا اس تاریخ کو ثابت ہو ❶ اس کے بعد واپس منیٰ کی طرف گئے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یوم النحر (قربانی کے دن یعنی دس تاریخ) کی عظمت و تعظیم اور مکہ معظّمہ کی حرمت اور اور دوسرے شہروں پر اس کی فضیلت سے روشناس کیا۔ اور حکم فرمایا کہ جو بھی تمہیں کتاب اللہ کے مطابق بتائے اس کو سنو اور اطاعت کرو۔ اور حکم فرمایا کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو۔ شاید آئندہ سال ملاقات نہ ہو سکے'' انصار و مہاجرین کی فضیلت کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑاتے پھرو۔ فرمایا کہ میرا پیغام دوسروں تک پہنچاؤ اور بتایا کہ کئی ایسے بھی آئیں گے جو آمنے سامنے سننے والوں سے زیادہ یاد کرنے والے ہونگے۔ اس خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا جو بھی گناہ کرتا ہے تو اس کا بوجھ بھی اس کے سر پر ہے۔ ❷ وہاں پر آپ نے مہاجروں کے قبیلے کو دائیں طرف اور انصار کو بائیں طرف مقرر کیا اور باقی لوگ آپ کے اردگرد تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے کانوں کو ایسے کھول دیا کہ دور دور تک آپ کا بیان سنا جا رہا تھا۔ آپ نے اس خطبہ میں فرمایا۔ ''اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَطِيْعُوا ذَا اَمْرِكُمْ تَدْخُلُوَا جَنَّةَ رَبِّكُمْ'' (مشکوٰۃ) اپنے رب کی بندگی کرو۔ پانچ وقت کی نماز پڑھو۔ اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور اس کے حکم کی تابعداری کرو تا کہ رب کی جنت میں داخل ہو۔ آپ نے اس وقت لوگوں سے الوداعی ملاقات کی یہی وجہ ہے کہ اس حج کا نام حجۃ الوداع پڑا۔ وہاں پر آپ سے کتنے ہی سوالات ہوئے کسی نے کہا میں نے سر منڈوانے سے قبل کنکریاں ماری ہیں۔ کسی نے کہا میں نے کنکریاں مارنے سے قبل قربانی کر دی ہے۔ تو کسی نے کہا میں نے سر منڈوانے سے قبل طواف افاضہ کیا ہے۔ آپ ﷺ سب کو کہتے رہے کہ ''لاحرج'' یعنی کوئی حرج نہیں ہے۔ کسی کو بھی کفارے کا حکم نہیں کیا۔ ❸ جس طرح بیہقی کی حدیث میں ہے۔ ❹

ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے طواف سے قبل سعی کی ہے آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے ہاں جس نے کسی پر ظلم کیا اور مسلمانوں کی عزت کو پامال کیا اس نے حرج کیا اور وہ ہلاک ہوا۔

(ابوداؤد)

---

❶ جس طرح پورے قصہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

❷ آیت ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (انعام:۱۶۴) کی طرف اشارہ ہے۔

❸ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں بعض فقہا ''دم'' کی فتویٰ دیتے ہیں وہ غلط ہے۔

❹ سنن کبریٰ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ مگر اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابو داؤد نے سکوت اختیار کیا ہے نیز مطلق روایت جس میں ذکر ہے کہ جس نے بھی تقدیم یا تاخیر کا ذکر کیا آپ نے اس کو فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ (بخاری، مسلم) یہ روایت بھی اس کی مؤید ہے، یہ تمام کام ان سے لاعلمی کی وجہ سے ہوئے۔ (متفق علیہ) اور جان بوجھ کر ترتیب نبوی کے خلاف نہ کیا جائے۔ اس وقت آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کی دوا بھیجی ہے۔

قربانی حج میں:

سلسلہ: ..... پھر آپ منیٰ میں قربانی کی جگہ پر آئے اور ایک سو اونٹ جو آپ خود لائے تھے اور کچھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے۔ ان میں آپ نے اپنی عمر کی تعداد کے مطابق ۶۳ تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے جبکہ باقی اونٹ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم پر ذبح کیے۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے آپ نے اس دن دو سیاہ (کالے) چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور حکم صادر کیا تم اونٹوں کی گنگرو، گوشت اور کھالیں مسکینوں میں تقسیم کر دیں نیز ان کو حکم کیا کہ ہر ایک میں سے کچھ گوشت ہنڈیا میں ڈالا جائے اور تیار ہونے کے بعد دونوں نے گوشت بھی کھایا اور شوربہ بھی پیا اور فرمایا کہ قصائی کو اجرت میں گوشت یا کھالوں سے کچھ نہیں دیا جائے ❶ گا۔ بلکہ ہم خود اس کو اجرت ❷ دیں گے۔ اور جو اس سے تھوڑا سا لینا چاہے تو وہ لے سکتا ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے ذبح کی اسی طرح باقی امہات المومنین کی طرف سے بھی گائے ذبح کی گئی۔ وہاں پر آپ نے یہ بھی حکم فرمایا کہ منیٰ پورے کا پورا قربانی کی جگہ ہے بلکہ مکہ کے اکثر راستے بھی قربانی کی جگہ ہیں اس میں دلیل ہے کہ قربانی کے لیے جگہ مقرر نہیں ہے۔ اس وقت آپ سے پوچھا گیا کہ یہاں پر آپ کے لیے کوئی جگہ بنائی جائے تاکہ آپکو سایہ اور آرام مل سکے آپ نے فرمایا کہ منیٰ مناخ من سبق، منیٰ ہر ایک کے لیے مناخ (جھوک) یعنی اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے جو وہاں پہلے پہنچا۔

اس سے ثابت ہوا کہ منیٰ میں تمام مسلمان ایک جیسے شریک ہیں، جو وہاں پہلے پہنچا وہ اس جگہ کا حقدار ہے جب تک اس کو نہ چھوڑے یہ کسی کی خاص ملکیت نہیں ہے۔ قربانی کے متعلق آپ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ نے اونٹ بکرے بھی ذبح کیے اور گھر والوں کی طرف سے گائیں ذبح کیں۔ اپنے گھر سے ہی عمرہ اور حج میں ان کو تقلید واشعار کیا ہے۔ تقلید اس طرح کہ دونوں جوتے ہار بنا کر ان کو پہنائے تھے جن کے ڈورے خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے بنائے۔ (بخاری، مسلم) اور اشعار اس طرح ہے کہ اونٹ کی کوہان میں داہنی طرف سے چیرا دیکر خون نکالا جائے جس طرح ابتدا میں اہلال کے وقت گذرا۔ آپ کی

---

❶ اگرچہ ان کو ذبح خود ہی کیا مگر ممکن ہے کہ ان کو پکڑنے، لٹانے اور گوشت وغیرہ کاٹنے میں کسی نے مدد کی ہو۔

❷ یہ آپ کا کمال سخاوت اور طیب النفس تھا۔

سنت یہ ہوا کرتی تھی کہ آپ بحالت مقیم بھی ھدیہ بھیجتے تھے تو اس وقت اپنے اوپر کچھ حرام نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ ناجیۃ الاسلمی ❶ کے ساتھ ۱۶ سولہ اونٹ بھجوائے انہوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ان میں سے کوئی جانور اگر تھک کر ہلاکت کو پہنچ جائے تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کر کے اس کے خون سے دونوں جوتیوں کو رنگ کے اس کی گردن پر رکھ دینا باقی نہ خود کھانا اور نہ ساتھی کو کھلانا پھر اس کے گوشت کو تقسیم کر دینا۔ آپ نے جو قاصد کو کھانے کی منع کی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ حتیٰ الامکان ذبح کے لیے تیار نہیں ہوگا بلکہ اس کی حفاظت کرے گا اور کوئی کوتاہی نہیں کرے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ نے اجازت دی ❷ کہ اونٹ میں سات ❸ اور گائے میں بھی سات ے شریک ہوں، ہدیہ ہانکنے والے کو اس پر سوار ہونے کی اجازت دی ہے۔ بہتر طریقہ اس کو خوامخواہ تکلیف نہ دے۔ بلکہ اچھی طرح سوار ہو۔

آپ ﷺ اونٹ کا بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے ❹ اس کو نحر کرتے تھے اور بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَر کہتے تھے۔ زیادہ تر خود ذبح کرتے تھے کبھی کبھار کسی دوسرے کو بھی مقرر کرتے تھے۔ آپ نے اس کے گوشت سے کھانے اور ذخیرہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ پہلے آپ نے منع فرمایا تھا کہ کوئی بھی تین دن سے زیادہ ذخیرہ نہ کرے پھر اس کی اجازت دے دی آپ نے ثوبان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ گوشت پکا کر تیار کرے۔ کہتے ہیں کہ میں نے پکا کر تیار کیا پھر آپ مدینہ تک کھاتے رہے۔ کبھی کبھار تمام گوشت تقسیم کر دیتے تھے۔ اور کبھی فرماتے جس کو چاہیے وہ اس سے لے یا اس سے لے آپ نے عمرہ کے لیے مروہ کے ہاں اور حج کے لیے منیٰ کے ہاں قربانی کی ہے آپ نے اور آپ کے صحابہؓ میں سے کسی نے بھی (۱۰) ذوالحجہ سے قبل قربانی نہیں کی سورج طلوع ہونے کے بعد کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کی ہے۔

بال منڈوانا:

سلسلہ:..... جب آپ قربانی کے کاموں سے فارغ ہوئے تو حلاق (نائی) معمر بن عبداللہ کو بلوایا جو استرہ لے کر سر کی طرف سے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا اے معمر اللہ کے رسول نے تجھے پورے سر کے بال مونڈنے کا موقع دیا ہے۔ معمر کہنے لگے اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول یہ تو میرے اوپر اللہ کی طرف سے خاص نعمت اور احسان ہے۔ آپ نے فرمایا جی ہاں! پھر دائیں طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں سے شروع کرو جب دائیں طرف کے بال صاف ہو گئے تو وہ بال آپ ﷺ نے ایک ایک اور دو دو کر کے لوگوں میں

---

❶ کمافی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ۔

❷ نیز اضحیٰ میں آپ نے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری کی اجازت دی ہے۔ (ابن ماجہ)

❸ آپ کے زمانے میں اونٹ میں ۱۰ انے شریک ہو کر بھی اضحیٰ کی ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

❹ قرآن کریم میں ہے، ﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ﴾ (الحج: ۳۶) صوآفّ بمعنیٰ قیاماً قالہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کما فی البخاری وغیرہ۔

تقسیم کیے جو آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ❶ پھر بائیں طرف اشارہ کیا جب اس طرف کے بال بھی صاف ہوگئے تو فرمایا کہ اس طرف ابوطلحہؓ بیٹھا ہے۔ پھر وہ موئے مبارک آپ نے ان کو عنایت فرمائے۔ اسی طرح صحیح مسلم میں ہے خالد بن ولیدؓ نے طلب کی تو ان کو پیشانی کے بال عنایت فرمائے اور آپ نے سر مڈوانے والے کے لیے تین مرتبہ اور بال کٹوانے والے کے لیے ایک مرتبہ بخشش کی دعا کی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے اکثر نے سر منڈوایا جبکہ بعض نے بال ہلکے کروائے (یعنی کٹوائے)۔ اور عورتوں نے بال نہیں کٹوائے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں پر کٹوانا نہیں ہے بلکہ تھوڑے سے بال کٹوائیں۔ (ابوداؤد، دارقطنی، طبرانی) اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ سر منڈوانا یا بال کٹوانہ صرف احرام کھولنے کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ کام بھی حج اور نسک میں سے ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾ (الفتح: ۲۷) اللہ نے چاہا تو تم ضرور امن سے بیت اللہ میں داخل ہوگے۔ بعض سر مڈوانے والے ہوں گے اور بعض کٹوانے والے ہوں گے۔

نیز اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ احرام باندھنے اور کھولنے سے قبل میں خوشبو لگایا کرتی (متفق علیہ) حالانکہ قربانی کرنے اور سر کے بال مڈوانے یا کٹوانے کے بعد خوشبو تب لگائی جاسکتی ہے جب کپڑے بدلے جائیں جس سے ثابت ہوا کہ سر مڈوانا یا کٹوانا احرام میں داخل ہے اور حلال اس کے بعد ہے۔

آپ کا احرام کھولنا:

سلسلہ:..... آپ ﷺ نے سر کے بال مڈھوانے کے بعد احرام کھولا اور کپڑے پہنے اور سیدہ عائشہؓ نے طواف افاضہ سے قبل آپ کو خوشبو لگائی۔ (ترمذی وغیرہ) اور فرمایا کہ رمی اور حلق کے بعد تم پر بیویوں کے علاوہ کپڑے، خوشبو وغیرہ سب حلال ہیں۔ (مسند احمد) پھر آپ ﷺ حرام کھول کر سوار ہوکر ظہر سے قبل بیت اللہ شریف کی طرف روانہ ہوئے اور طواف افاضہ فرمایا۔ اس وقت اس کے علاوہ آپ نے طواف زیارت وغیرہ نہیں کیا ❷ پہلے طواف (کی طرح طواف قدوم) اس طواف میں آپ نہیں دوڑے اور نہ ہی چادر سے کندھا ظاہر کیا اور نہ ہی طواف وداع میں اس طرح کیا ہے اور افاضہ کے وقت آپ نے سعی بھی نہیں کی۔ کیونکہ بحالت مقرون تھے اور صحابہ میں سے جو بھی مقرن تھے جنہوں نے عمرہ کے بعد احرام نہیں کھولا تھا انہوں نے سعی نہیں کی کیونکہ قران والے کے لیے ایک ہی سعی کافی ہے جو انہوں نے قدوم کے وقت کی۔ اس کے متعلق کتنی ہی احادیث صحاح ستہ اور احادیث کی دوسری کتب میں موجود ہیں۔ ❸ باقی جو

---

❶ ہر کام آپ کو دائیں طرف سے کرنا پسند تھا۔ (بخاری)

❷ بعض کا خیال ہے کہ آپ نے اس کے علاوہ دوسرا کوئی زیارت کعبہ کا طواف کیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

❸ اور جنہوں نے قارن پر دوبارہ سعی کا فتویٰ لگایا ہے وہ ان احادیث صریح کے خلاف ہونے کی بنا پر رد ہوگا۔

لوگ متمتع تھے اور عمرہ کا احرام کھول کر یوم الترویہ ۸ ذوالحجہ کو محرم ہوئے تھے ❶ انہوں نے دوبارہ سعی کی اور جو مفرد تھے اور صرف حج کا احرام باندھا تھا اور ہدیہ ہونے کی وجہ سے احرام نہیں کھولا تھا ان سب نے سعی نہیں کی ❷ جس طرح بیہقی اور دوسری کتب میں احادیث صحیح ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے حیض کے عذر سے قران کیا ان سے کہا کہ تمہارا طواف اور سعی تیرے حج اور عمرہ کے لیے کافی ہیں۔ (بخاری، مسلم) اس میں اختلاف ہے کہ یہ طواف آپ نے بحالت سواری کیا ہے یا پیدل مگر ابن قیمؒ سواری کو ترجیح دیتے ہیں۔

زمزم پر آمد اور زمزم کا پانی پینا:

طواف پورا کرنے کے بعد آپ زم زم ❸ کے پاس آئے اور وہاں پر لوگ پانی پلا رہے تھے۔ آپ نے بھی خواہش ظاہر کی کہ خود بھی پانی نکالیں مگر ساتھ یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ایسا کرنے سے میرے پیچھے کتنے ہی لوگ پانی نکالنا شروع ❹ کر دیں گے اور تم پر غالب آ جائیں۔ پھر آپ کے سامنے پانی کا ڈول پیش کیا گیا آپ نے اسے کھڑے کھڑے پیا جس سے کھڑے ہو کر پانی پینے کا جواز ملتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی مجبوری کی بنا پر ہو مثلاً زیادہ پانی گرنے کی وجہ سے کیچڑ وغیرہ ہو گئی ہو۔ جس کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ہو، اس طرح وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا آپ سے ثابت ہے۔ (بخاری) اور ترمذی میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی پیتے تھے آپ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ بھی کھڑے ہو کر پانی پیتے تھے۔ (دارمی، ترمذی ❺ ابن ماجہ) اس لیے جواز ثابت ہوا اور احادیث صحیحہ میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی منع ہے۔ (مسلم وغیرہ) اس لیے یہ نہی ❻ استحباب کے لیے کہی جائے گی اور اس کا ترک بھی اولیٰ کہا جائے گا۔ مگر ناجائز ہونے کا فتویٰ غلط ہے اور یہ پانی تمام پانیوں کا سردار اور اشرف عظمت والا پاک روح کو تسکین پہنچانے والا اور نایاب ہے۔

بخاری شریف میں ثابت ہے کہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ شروع اسلام میں جب مکہ معظمہ میں اسلام لانے کی خاطر آئے تو چالیس دن تک اس پانی کے علاوہ اور کوئی کھانا پینا نہیں تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ

---

❶ بعض علماء اس کی طرف گئے کہ متمتع کے لیے بھی ایک سعی کافی ہے مگر احادیث اس کے صریح خلاف نظر آتی ہیں۔

❷ کیونکہ حج میں صرف ایک سعی فرض ہے۔

❸ زمزم کا کنواں مسجد الحرام کے اندر کعبۃ اللہ کے قریب مشرق میں مقام ابراہیم کے جنوب میں حجر اسود کے سامنے ہے۔

❹ اس سے معلوم ہوا کہ خود نکال کر پینا بہتر ہے۔

❺ اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

❻ اصولاً امر اور نہی وجوب کے لیے ہوئے ہیں لیکن اگر اس کے لیے کوئی قرینہ صارف ہو جو اصلی معنی سے پھیر دے تو یہ استحباب کے لیے ہوتے ہیں۔

پانی کھانا پینا اور لذت ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ بیمار کے لیے شفا ہے نیز فرمایا کہ ❶ یہ پانی جس کا نام ❷ کے لیے پیا جائے تو وہ اس کے لیے ہے۔ (ابن ماجہ) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ اس پانی میں میں نے عجیب شفائیں دیکھیں ہیں کئی مرتبہ میں بیماری کی حالت میں اس کو پی کر اللہ کے حکم سے شفا حاصل کر ❸ چکا ہوں۔ اور اس کا کئی مرتبہ میں نے مشاہدہ بھی کیا ہے کہ کتنوں نے تو نصف ماہ سے زیادہ بغیر غذا کے صرف اس پانی پر گذارہ کیا ہے۔

آب زم زم کی تاریخ:

بخاری شریف میں یہ واقعہ ہے کہ جب سیدنا ابراہیم اللہ کے حکم سے اسماعیلؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کو وہاں پر چھوڑ گئے تو بی بی صاحبہ تلاش آب کے لیے دوڑ پڑیں اور ادھر جبرئیلؑ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کو زمین پر مارا جس سے پانی ابل پڑا، اور سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس کو جمع کیا اور اس طرح اس نے کنویں کی شکل اختیار کر لی۔ لغت میں زمزم جمع کرنے کو کہا جاتا ہے اس مناسبت سے منقول ہے کہ زمزم کے کنویں کی تعریف میں روایت وارد ہیں کہ اس کنویں کا پانی نہ کبھی نکالا جائے گا (ختم نہیں ہوگا) اور نہ ہی کبھی اس کی مرمت کی جائے گی۔ اور جس روایت میں ہے کہ کوئی شیدی (حبشی) اس کنویں میں گر گیا اور اس کا پانی نکالا گیا وہ روایت ہرگز ثابت نہیں ہے۔ ❹ جس طرح امام دار قطنی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں حافظ ابن حجر نے درایہ میں، ابن حزم نے محلیٰ میں، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام الموقعین میں، امام نووی نے شرح مہذب میں اور دوسروں نے اس کے متعلق بحث کی ہے۔ بلکہ اتباع التابعین کے زمانہ کے معتبر عالم سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ❺ کہتے ہیں کہ میں مسلسل ۷۰ سال مکہ معظمہ میں رہا ہوں مگر اس دوران کوئی چھوٹا یا بڑا آدمی نہیں ملا جس کو اس واقعی کے متعلق کوئی خبر ہو۔ اور نہ ہی میں نے کسی سے سنا کہ زمزم کے کنویں کا پانی باہر نکالا گیا (درایہ لابن حجر) یہ واقعہ صحابہ کے زمانہ کا نقل کیا جاتا اور اتباع التابعین کا زمانہ اس کے قریب ہے مگر پھر بھی اتنے طویل عرصہ میں مکہ کے شہر میں جس میں یہ کنواں ہے، کسی کو پتہ نہ ہو، یہ قرینہ صاف بتاتا ہے کہ یہ واقعہ جعلی اور بے بنیاد ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر زمزم کی اور کیا بے عزتی ہو سکتی ہے کہ اس کا پانی پلید ہو جائے اور پورے کا پورا باہر نکالا جائے۔

---

❶ اس روایت کی صحت میں اختلاف ہے مگر جانب صحت قوی ہے۔ ابن قیمؒ نے اس کو حسن کہا ہے اور ضعیف کہنے والوں کو غلط کہا ہے۔

❷ یعنی جس کام کا ارادہ رکھ کر پیا جائے اور پھر دعا مانگی جائے تو وہ قبول ہوگی بشرطیہ کہ شریعت کے اندر ہو۔

❸ تاریخ خطیب بغدادی میں ایسے کئی واقعات اہل علم سے منقول ہیں۔

❹ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ اور مولوی عبد الحی لکھنوی نے السعایہ شرح شرح وقایہ میں بھی اس کو غیر ثابت کہا ہے۔

❺ امام شافعی نے بھی کافی وقت مکہ میں گذارا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی۔

(بیہقی، المحلی شرح الموطا الشیخ سلام اللہ الدھلوی)

سلسلہ: ..... آپ زمزم کا پانی برتنوں میں اپنے ساتھ لے آئے تھے جس سے بیماروں کو پلاتے اور ان کے اوپر بہاتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کانچ کے برتن میں پانی ساتھ لیتی تھیں۔ (بیہقی، ترمذی، حاکم) اور فرمایا کہ راہ گیر کا اس سے پہلا حق ہے۔ (طبرانی صغیر) اور آپ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ پیش کیا۔ (طبرانی کبیر و اوسط) اور فرمایا کہ زمین کے پانی میں سے بہترین پانی ہے۔ (طبرانی کبیر) بخاری شریف میں ہے کہ جب آپ کا سینہ مبارک چیرا گیا تو اس کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔ اور آپ نے اس کو پیٹ بھر کے پینا مومن کی نشانی اور نہ پینا منافق کی نشانی بتایا ہے۔ (مستدرک حاکم اور دارقطنی) آپ پانی پینے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور اس میں اختلاف ہے کہ اس دن آپ نے ظہر کی نماز کہاں ادا کی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ واپس آ کر منیٰ میں پڑھی۔ (بخاری، مسلم) سیدنا جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ وہاں مکہ معظّمہ میں پڑھی۔ (مسلم) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ علماء نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور بعض نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو، امام ابن حزمؒ دونوں قولوں میں فیصلہ نہیں کر سکے ہیں، اور امام نووی۔ شرح مسلم میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ نے دونوں جگہ (مکہ اور منیٰ) میں نماز پڑھی ہے۔ ایک جماعت کو مکہ میں پڑھا کر دوبارہ منیٰ میں دوسری جماعت [1] کو پڑھائی ہے اور یہ وجہ معقول معلوم ہوتی ہے امام نووی نے اس کے متعلق صلوٰۃ الخوف کا مثال دیا ہے جس طرح صحیحین کی احادیث میں صلوٰۃ الخوف کا واقعہ اس طرح بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک جماعت کو پوری نماز پڑھا کر سلام پھیرا اور پھر یہی نماز دوسری جماعت کو پڑھائی اس طرح تعارض بالکل ختم ہوگیا۔ اور اس طرح آپ منیٰ کی نماز میں متنفل تھے۔ اور ایسا عمل آپ کے زمانہ میں بھی ملتا ہے جس طرح سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے عشاء نماز پڑھ کر اپنے محلّہ والوں کو جا کر وہی نماز دوبارہ پڑھاتے تھے۔ (بخاری، مسلم) اور بعد والی نماز اپنے لیے نفلی اور مقتدیوں کے لیے فرضی تھی۔ (سنن شافعی، بخاری، بیہقی) اور منیٰ کی نماز میں حارث بن وھب خزائی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اخیافی بھائی بھی شریک تھا۔ انہوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کا گھر مکہ معظّمہ میں تھا اس دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ہی طواف سعی کیا اور حج وعمرہ کے لیے یہی ایک مرتبہ کافی ہوا۔ جس طرح ام المومنین [2] حفصہ رضی اللہ عنہا بعد از طواف حائضہ ہوگئیں۔ یہ طواف ان کے لیے طواف وداعی کافی ہوا، اور سنت معین یہی ہوئی کہ اگر طواف افاضہ سے پہلے حائضہ ہو تو اس حالت میں قران کر کے حج وعمرہ دونوں کے لیے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی سمجھے اور طواف کے بعد حائضہ ہونے کی صورت میں طواف الوداع سے یہ طواف الافاضہ کافی سمجھے۔

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ متنفل کے پیچھے متفرض کی نماز جائز اور درست ہے۔

[2] تفصیلی قصہ آگے آئے گا۔

سلسلہ :.....اس کے بعد آپ دوبارہ منیٰ کی طرف لوٹے اور رات وہاں ٹھہر کر آرام کیا اس رات سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی یہ رات وہیں پر گذاری اور اس دن (۱۰) تاریخ شام کو بی بی صاحبہ فرماتی ہیں کہ وھب بن زمعہؓ اور دوسرا ایک شخص ابو امیہ کے اولاد میں سے وہ آئے جو کہ احرام کھول چکے تھے اور قمیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ آپ نے وہب کو فرمایا کہ اے ابوعبداللہ ❶ ! تم نے طواف افاضہ کیا ہے کہنے لگے نہیں اے اللہ کے رسول ! (ﷺ) آپ نے فرمایا کہ اپنی قمیض اتار دے. پھر انہوں نے اور ان کے ساتھی نے ❷ سر کی طرف سے قمیصیں اتاریں، پھر انہوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن کنکریاں مارنے کے بعد احرام کھولنے کی رخصت ہے اور بیویوں کے علاوہ ہر منع شدہ چیز کی رخصت ہے (بشرطیہ کہ اس دن سورج غروب ہونے سے پہلے طواف افاضہ کر لیا ہو) اگر تمھیں شام ہوگئی اور طواف نہ کر سکے سورج غروب ہونے تک تو پھر وہی تمہاری احرام والی حالت واپس لوٹ آئے گی. جب تک تم طواف کر لو ❸ پھر جب صبح ہوئی تب سورج غروب ہونے کا انتظار کیا۔

دوسرے جمرات کی سعی:

پھر جب ڈھلنے لگا تو اپنی رہائش سے اٹھ کر جمرہ کی طرف پیدل روانہ ہوئے اور سوار نہیں ہوئے۔ پہلے چھوٹے جمرۃ سے شروعات کی جو کہ مسجد الخیف کے قریب ہے۔ پھر اس کو سات کنکریاں (جو کہ چنے یا لوبیے کے دانے کے برابر تھیں) ماریں اور ہر ایک کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہا۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر نرم زمین پر قبلہ رخ ہوکر کھڑے ہوئے اور ہاتھ مبارک اٹھا کر سورۃ بقرہ جتنی لمبی دعا مانگی۔ پھر جمرۃ وسطیٰ کی طرف آئے اور اس کو بھی اسی طرح سات کنکریاں ماریں۔ پھر بائیں طرف وادی کی جانب اسی طرح قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر پہلے جتنی لمبی دعا مانگی، پھر تیسرے جمرۃ عقبہ کے پاس آئے اور وادی کے بطن میں اس طرح کھڑے ہوئے کہ بیت اللہ آپ کے دائیں طرف اور منیٰ بائیں طرف پڑھا تھا اور اس جمرۃ کو بھی سات کنکریاں ماریں اور عام لاعلموں کی طرح اس کے اوپر یا دائیں طرف سے نہیں ماریں۔ کئی علماء نے نقل کیا ہے کہ اس وقت آپ کا چہرہ بیت اللہ کی طرف تھا۔ کنکریاں مارنے کے بعد فوراً وہاں سے لوٹے اور وہاں رکے نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے تھا مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ تنگی اور رش تو دوسرے

---

❶ یہ وہب بن زمعہ کی کنیت ہے۔

❷ اس سے معلوم ہوا کہ بعض کا یہ خیال غلط ہے کہ اس طرح اتفاق یا غلطی کی صورت میں قمیض کو نیچے سے پھاڑ کر نکالے سر کی طرف سے نہ نکالے۔

❸ فقہاء کے ہاں یہ روایت اگر چہ معمول نہیں ہے مگر حدیث نبوی کسی کے عمل یا تائید کی محتاج نہیں ہے، مسلمانوں پر حق ہے کہ جو بھی صحیح حدیث سنیں اس کو معمول بنائیں۔

جمرات کے پاس بھی تھا مگر حکمت یہ تھی تا کہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی دعا عبادت (رمی) کے بیچ میں تھی اور یہ ختم ہوئی تو دعا بھی ختم ہوئی۔ ظاہر ہے کہ عبادت کی حالت میں دعا عبادت سے فارغ ہونے کے بعد والی دعا سے افضل ہے، اس قصہ سے چھ موقف (کھڑے ہونے کی جگہیں) دعا کے لیے معلوم ہوئیں۔ اول صفا پر، دوم مروہ پر، سوم عرفہ پر، چہارم مزولفہ پر، پنجم جمرۃ اولیٰ کے پاس اور ششم جمرۃ وسطیٰ کے پاس۔ واقعہ کی ترتیب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ظہر کی نماز کنکریاں مارنے کے بعد واپسی پر ادا کرتے تھے اور کنکریاں مارنے کے تین دن ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ تاریخ اسی ترتیب سے ہیں۔ ان تین دنوں کو ایام التشریق کہا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ منیٰ میں رہنے رمی الجمار کے تین دن ہیں اور جو جلدی کر کے دو دن یعنی گیارہ اور بارہ ❶ تاریخ کو کنکریاں مار کر چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر رک جائے تو بھی اس پر گناہ نہیں ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) مگر آپ نے جلدی نہیں کی بلکہ تشریق کے تینوں یعنی تین دن کا کام دو دن میں پورا کر کے چلا جائے۔ ایسے نہیں تو ایک دن بالکل کنکریاں نہیں مارے۔ فافھم

دن اتوار، پیر، منگل وہیں پر رکے اور سورج ڈھلنے کے بعد دستور کے مطابق روزانہ کنکریاں مارتے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔ جس طرح ترمذی کی صحیح حدیث اور امام بخاری کے ترجمۃ الباب سے معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے رخصت چاہی کہ منیٰ کی راتیں وہ مکہ معظمہ میں گذارے۔ (یعنی دن کو آ کر کنکریاں مارے) اس لیے کہ ان پر پانی پلانے کی ڈیوٹی ہے، آپ نے ان کو رخصت دی کہ وہ نحر والے دن کنکریاں ماریں اور پھر دو دن کی کنکریاں ایک ہی دن میں ماریں۔ یعنی ۱۱ تاریخ کو ماریں اور بارہ کو چھوڑ دیں اور پھر تیرہویں کو جا کر کنکریاں ماریں، جس کا مطلب کہ مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ. دین نہایت آسان ہے اور وہاں پر منیٰ میں مسجد الخیف میں آپ بیٹھے ہوئے تھے ❷ کہ آپ کے پاس دو شخص آئے ایک انصار سے اور ایک ثقیف سے، پھر انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں کہیں تو میں آپ کو پوچھنے سے پہلے بتادوں اور اگر کہو تو میں خاموش رہوں اور آپ پوچھیں۔ ❸ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بتائیں پھر ثقفی نے انصاری سے کہا کہ آپ

---

❶ یہ قرآن کی آیت کا مطلب ہے یعنی ﴿وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ لِمَنِ اتَّقٰی﴾ (بقرۃ ع ۲۵ پ ۲)

❷ اس واقعہ کی ترتیب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرفہ کے بعد کا ہے اور دس تاریخ بھی نہیں ہے کیونکہ اس دن اتنا عرصہ بیٹھنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ بلکہ باقی تین تاریخوں میں سے ایک ہے۔

❸ یعنی وحی کے ذریعہ پہلے اطلاع مل چکی تھی ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی﴾ (انعام پ ۷، ع ۵)

سوال کریں، اس نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ پوچھنے آئے ہیں کہ تمہارے حج کے کام، بیت اللہ کے ارادے سے نکلنا طواف کی نفل، صفا مروہ کی سعی، شام کو عرفہ میں ٹھہرنا، کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈوانا اور طواف افاضہ کرنا ان میں تمہارے لیے کیا بھلائی ہے؟ کہنے لگے اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے میں یہی پوچھنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب آپ گھر سے بیت اللہ کا قصد کر کے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری سواری کے ایک ایک قدم کے بدلے ایک نیکی لکھی اور ایک گناہ کو مٹایا ہے۔ طواف کی دو رکعتیں تمہارے لیے اسماعیل کی اولاد میں سے دو کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور صفا مروہ کی سعی تمہارے لیے ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور عرفہ پر شام کو کھڑا ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان و دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور تمہارے متعلق فرشتوں کے پاس فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے بندے جنت کی امید رکھ کر ہر گلی اور ہر طرف سے یہاں پر پہنچے ہیں۔ ان کے جتنے بھی گناہ اگر ریت کے ذرات کے برابر یا بارش کے قطرات کے برابر یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہونگے تو بھی میں نے ان کو معاف کر دیا اور میرے بندے یہاں سے بخشے ہوئے لوٹیں گے اور وہ بھی جن کے لیے انہوں نے بخشش طلب کی۔ اور کنکریاں مارنے کے متعلق فرمایا گویا کہ تیری ہر ہر کنکری سے تو کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو پھینکتا ہے۔ اور تیری قربانی اللہ کے ہاں ذخیرہ ہے اور تیرا سر منڈوانا تیرے ہر ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ اور ایک گناہ مٹتا ہے اور تیرا طواف افاضہ اس حال میں ہو رہا ہے کہ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ تیرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ سابقہ تمام گناہ معاف ہو گئے مگر آگے سنبھل کر چلنا اور نیک عمل کرنا۔ پھر آپ نے ثقفی کو فرمایا کہ یا تو آپ سوال کریں یا میں آپکو بتادوں۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہی میرے لیے بہتر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ پوچھتے ہیں کہ تمہاری نماز، رکوع، سجدے اور روزوں میں تمہارے لیے کیا بھلائی ہے؟ کہنے لگے ہاں اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ نے فرمایا کہ اول اور آخر رات میں نماز پڑھنا (یعنی عشاء اور تہجد) پھر سمجھنا کہ آپ کا شمار اللہ کے بندوں میں ہے، اور فرمایا کہ نماز اچھی طرح پڑھو رکوع اور سجدہ آرام کے ساتھ کرو جلد بازی نہ کرو اور ایام بیض ❶ یعنی ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ تاریخ کے روزے رکھو۔ یہ روایت مجمع الزوائد ❷ میں مسند بزار کے حوالے سے موجود ہے اور وہاں پر ان دنوں میں سے کسی دن مسجد الخیف میں نماز فجر کے بعد آپ نے پیچھے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے ساتھ نماز نہیں پڑھی آپ نے ان سے پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم نے اپنی منزل گاہ پر نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنی جگہ پر نماز پڑھو پھر مسجد میں جماعت ملے تو

❶ یعنی وہ دن جن کی راتیں روشن ہوتی ہیں۔ یعنی چاند نی راتیں۔

❷ علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ اور پختہ ہیں۔

وہاں بھی پڑھا کرو یہ تمہارے لیے نفل ہوگی۔ یوم الوسط ان تین تاریخوں میں سے بیچ والے دن بارہ تاریخ یعنی قربانی کے دوسرے دن پر جس کو یوم الرؤس بھی کہا جاتا ہے، اس دن آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا کہ ایام تشریق کے بیچ کا دن ہے، (فرمایا) یہ کون سا شہر ہے؟ کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمانے لگے یہ شہر حرام ہے پھر فرمایا۔

"اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّی لَا اَلْقَاکُمْ هٰذَا . اَلَا اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْ مِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ فَیَسْأَلُکُمْ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ . اَلَا فَلْیُبَلِّغْ اَدْنَا کُمْ اَقْصَا کُمْ . اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ."

(ابو داؤد، طبرانی اوسط)

''پتہ نہیں ہے کہ شاید اس سال کے بعد میں آپ سے نہ مل سکوں، خبردار! تمہارے خون مال اور عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جس طرح آج کا دن اور مہینہ حرمت والا ہے جب تک کہ تم جا کے اپنے رب سے نہ ملو پھر وہ تم سے عملوں کے بارے میں پوچھے گا۔ خبردار! تم میں سے قریب والا دور والے کو یہ پیغام پہنچائے خبردار! میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے''

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا عَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا اَسْوَدَ عَلَی اَحْمَرَ وَلَا اَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی .)) (مسند احمد)

''اے انسانو! تمہارا رب ایک ❶ ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے ❷ (یعنی آدمؑ) خبردار! کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ کے ساتھ۔''

اور دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

"سَاُخْبِرُ کُمْ مَنِ الْمُسْلِمُ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ ۔ اَلْمُؤْمِنُ اٰمَنَهُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْبَ

---

❶ اس لیے ایک جماعت ہو کر رہنا چاہیے اختلاف کر کے فرقہ بازی میں نہیں پڑنا چاہیے، ﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:۹۲)

❷ یعنی پھر تمہیں ایک دوسرے پر فخر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔

وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ ." (مسندبزار)

''میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ مسلمان وہ ہیں جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ بچے ہوئے ہوں (یعنی ناحق دکھی نہ ہوں) اور مؤمن وہ ہے جس کو لوگ اپنے مالوں اور جانوں میں امین سمجھیں اور مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے ❶ اور مجاہد وہ ہے جو اللہ رب العزت کی تابعداری میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

منیٰ سے روانگی اور وادی محصب میں آمد:

ایام تشریق کے تینوں ایام کی کنکریاں مارنے کے بعد تیرہ تاریخ منگل کے دن ظہر کے وقت منی سے روانہ ہوئے اور محصب ❷ یعنی ابطح جو کہ بنو کنانہ کا چھوٹا تلاب ہے اس میں اترے۔ ابو رافع نے آپ کے لیے خیمہ لگایا اور رافع آپ کے غلام تھے اسباب وسامان پر مقرر تھے۔ آپ نے یہی جگہ اسامہ کو بتائی تھی کہ کل ہم یہیں پر اتریں گے قدرتاً ابو رافع نے وہیں پر خیمہ لگایا۔ آپ نے ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نمازیں وہیں پر ادا کیں، کچھ دیر وہیں پر ٹھہر کر آرام کیا بعض کہتے ہیں کہ وہاں پر ٹھہرنا سنت ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ آپ سہولت کی خاطر وہاں پر ٹھہرے بہرحال آپ کا ہر عمل قابل اتباع ہے اور اس میں پیروی محبوب، مسنون اور مستحب ہے۔ ❸ اسی رات ام المومنین صفیہ بن حی رضی اللہ عنہا نے حائضہ ہونے کی اطلاع دی آپ نے پوچھا کہ ہمیں سفر سے ❹ روکے گی کیا؟ پھر معلوم ہوا کہ بی بی صاحبہ طواف افاضہ کر چکیں ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ ہمیں روانہ ہونا چاہیے یعنی طواف افاضہ کے بعد حیض آنے کی صورت میں طواف وداعی معاف ہے۔ اور اس کے بدلے طواف افاضہ کافی ہے۔ اس حالت میں سب کے لیے یہ حکم فرمایا اور اس رات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس جانب متوجہ کیا کہ تمام لوگوں نے حج اور عمرہ کیا ہے جبکہ میرا عمرہ رہ گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہارا طواف اور سعی حج اور عمرہ دونوں کے لیے کافی ہے۔ مگر بی بی صاحبہ نے خیال دکھایا کہ میں الگ سے عمرہ کروں۔ آپ نرم اور رحم دل تھے، ان کے خیال کو لوٹاتے نہیں تھے اور پوچھا کہ

---

❶ اس لیے کہ اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی اس لیے ہجرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے: " لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ مَكَّةَ" (بخاری) یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اس لیے سمجھایا کہ وطن چھوڑنا ضروری نہیں ہے بلکہ گناہ کا چھوڑنا ضروری ہے۔

❷ یہ وادی مکہ کی طرف سبیل السبت کے پاس ہے۔ جس کو ابطح، بطحاء، محصب اور معرس کہتے ہیں۔ (فتح الباری)

❸ محدثین کرام کا یہی مذہب ہے كَثَّرَ اللّٰهُ سَوَادَهُمْ وَاَصْلَحَ مَعَادَهُمْ .

❹ کیونکہ آپ کو پتہ نہیں تھا کہ انہوں نے طواف افاضہ کیا ہے یا نہیں اور حج بغیر طواف کے نہیں ہوگا۔

گذشتہ راتوں میں طواف نہیں کیا ہے؟ کہنے لگی نہیں! پھر آپ ﷺ نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو حکم دیا جو کہ ان کو حرم کے باہر تنعیم [1] کے پاس لے گیا اور فرمایا کہ ہم یہیں پر تمہارا انتظار کرتے ہیں اور بی بی صاحبہ کو فرمایا کہ تیرے لیے اس عمرہ کا اجر تیرے خرچ، محنت اور تھکاوٹ کے مطابق ہوگا۔ (بخاری)

پھر وہاں سے بی بی صاحبہ احرام باندھ کر مکہ معظمہ میں آ کر عمرہ ادا کیا اور رات میں ہی محصب لوٹ آئیں۔ آپ نے پوچھا کہ عمرہ سے فارغ ہوگئے؟ کہنے لگے ہاں۔

طواف الوداع کے لیے مکہ آمد:

پھر آپ نے رات کو ہی صبح کے وقت سفر کی تیاری کا حکم دیا اور مکہ معظمہ پہنچ کر نماز فجر سے پہلے بیت اللہ کا طواف الوداع (الوداعی طواف) ادا فرمایا اور فرمایا کہ حج سے فارغ ہوکر اس وقت تک نہیں جانا جب تک آخری مرتبہ بیت اللہ کا طواف نہ کرلو۔ مگر حائضہ کو رخصت دی ہے۔ (بخاری، مسلم) بشرطیہ کہ طواف افاضہ کیا ہو جس طرح ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے معلوم ہوا اور ان کے مکہ میں داخل ہونے سے لے کر محصب تک (۱۰) دنوں کی مدت تھی۔

سلسلہ: ..... آپ نے فجر نماز وہیں پر مکہ میں ادا کی جس میں سورت والطّور پڑھی اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں بیمار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اونٹ پر بیٹھ کر لوگوں (یعنی نمازیوں) کے پیچھے طواف (یعنی طواف وداعی) کر اور بی بی صاحبہ نے آپ سے طواف کرتے ہوئے سورت والطّور سنی۔
(بخاری، مسلم وغیرہ)

یہاں پر دو باتوں میں اختلاف ہے۔ نمبر ایک کہ کیا آپ ﷺ اس مرتبہ کعبۃ اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے تھے یا نہیں؟ نمبر دو کہ کیا آپ ملتزم کے پاس آ کر کھڑے ہوئے تھے یا نہیں؟ صحیح بات اس طرح ہے کہ آپ نے یہ دونوں کام حج کے سال نہیں بلکہ فتح مکہ کے وقت سرانجام دیئے تھے۔

بیت اللہ کے اندر نماز:

دخول کعبہ کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ ﷺ اندر داخل ہوئے اور اس کے تمام کونوں میں تکبیرات کہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کعبۃ اللہ کہ چھ ستون تھے ایک بائیں طرف دو دائیں طرف اور تین پیچھے کی طرف سے تھے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہوکر دو رکعتیں نماز پڑھی۔ (بخاری، مسلم) اور عثمان بن

---

[1] حرم کے باہر مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے دو ستونوں کے درمیان دو رکعتیں ادا کیں۔ (مسند احمد) اس کے علاوہ مجمع الزوائد میں عثمان بن طلحہ، ابن عمر، ابو ہریرہ، عبدالرحمٰن بن صفوان، عمر فاروق، انس بن مالک، شیبہ بن عثمان اور ام ولد شیبۃ رضی اللہ عنہم کی حدیثیں کعبۃ اللہ کے اندر نماز پڑھنے کے بارے میں موجود ہیں ❶ اور کتنی ہی احادیث میں یہ صراحت ہے کہ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے۔

طبرانی میں ایک روایت ہے کہ آپ حج کے وقت بھی اندر داخل ہوئے مگر اس روایت کی سند میں جابر جعفی جھوٹا راوی ہے۔ داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کیا گیا (بخاری) اور ملتزم کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حجر اسود اور دروازے کے بیچ میں ملتزم ❷ (کعبۃ اللہ کی دیوار) کے ساتھ اپنا منہ، بازو، ہتھیلیاں اور سارا جسم مبارک ملا کر کھڑے ہوئے۔ (ابو داؤد، دار قطنی، وغیرہ) اور ابو داؤد کی روایت میں صراحت ہے یہ فتح مکہ کا سال تھا اور اس موقعہ پر کوئی خاص ❸ دعا منقول نہیں ہے۔ باقی کوئی بھی مسند دعا پڑھی جاسکتی ہے الغرض حج کے موقعہ کے علاوہ مسنون ہے کہ کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوکر ستونوں کے بیچ ❹ کھڑے ہوکر دو رکعتیں پڑھے اور ملتزم کے ساتھ چمٹ کر التجا کے ساتھ دعا مانگے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چاہتی تھی کہ کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوکر نماز پڑھوں۔ آپ نے مجھے خود ہاتھ سے پکڑ کر حطیم میں داخل کیا اور فرمایا کہ یہاں پر نماز پڑھو یہ بھی کعبۃ اللہ کا حصہ ہے، جو تیری قوم نے چنائی کے وقت اس کو الگ کر لیا تھا۔ طبری فرماتے ہیں کہ اللہ جانے آپ نے یہ ان کو حجۃ الوداع کے وقت فرمایا یا کسی دوسرے موقع پر مگر اتنا ضرور ہے کہ بی بی صاحبہ کا آپ کے ساتھ وہاں جانا حجۃ الوداع کے علاوہ منقول نہیں ہے۔

مدینہ کو واپسی:

سلسلہ:..... اس کے بعد آپ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر بھی رات ذی طویٰ کے یہیں گذاری اور صبح کو وہاں سے روانہ ہوئے جس طرح بخاری میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے۔ آپ کی

---

❶ جس راوی نے کہا ہے کہ آپ نے اندر نماز نہیں پڑھی تھی تو اس کا مطلب کہ اس نے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور جنہوں نے دیکھا ہے انہوں ذکر کیا ہے، قانون ہے۔ اَلْقَوْلُ قَوْلَ مَنْ شَاهَدَ دُوْنَ مَنْ لَمْ يُشَاهِدْ ،جس طرح اس کے متعلق سید المحدثین امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں تحقیق کی ہے۔

❷ یعنی چمٹنے کی جگہ اسی وجہ سے اس پر یہ نام پڑا۔

❸ اس وقت معلم اور مطوف اس جگہ پر جو دعا نہیں پڑھتے ہیں وہ ساری بدعات ہیں، احادیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

❹ عام جاہلوں کا خیال ہے کعبۃ اللہ کے اندر داخل نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی داخل ہو بھی تو اوپر چھت کی طرف مت دیکھے تاکہ ایمان نہ چلا جائے مگر یہ سب خرافات ہیں۔ (نعوذ باللہ منھا)۔ بلکہ اندر داخل ہونا سنت ہے۔

مکہ معظّمہ، عرفہ اور منیٰ وغیرہ میں ٹھہرنے کی کل مدت دس دن تھی۔ پہلی اتوار ۴ ذوالحجۃ اور آخری منگل ۱۳، ذوالحجہ۔ جب مقام روحاء کے پاس پہنچے تو آپ کو قافلہ ملا۔ پوچھا کون ہو؟ کہنے لگے مسلمان وہ پوچھنے لگے کہ آپ کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں پھر ایک عورت نے اونٹ کے پلان سے ایک بچے کو بلند کیا اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس کے لیے بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں !اجر آپ کو ملے گا۔ جس کا معنی یہ ہوا کہ والدین کا اجر بڑھ گیا اور بچے کو بلوغت کے بعد حج کرنا پڑے گا۔ اس کے متعلق امام ترمذی نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔ پھر جب آپ ذوالحلیفہ کے پاس پہنچے تو دوبارہ رات وہیں پر رکے۔

سفر کے دوران مختلف مسنون اذکار:

پورے سفر میں آپ کا یہ قانون ہوتا تھا کہ بلندی کی طرف بڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے اور نیچے کی طرف اترتے ہوئے سبحان اللہ کہتے۔ (بخاری) بلندی پر چڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: "اللهم لَكَ الشَّرْفُ عَلىٰ كُلِّ شَرفٍ وَلَكَ الحَمدُ عَلىٰ كُلِّ حَالٍ ." (عمل اليوم والليلة لابن سنى) اے اللہ! ہر بلندی پر تیرے لیے بلندی ہے اور ہر حال میں تیری تعریف ہے۔ کسی بھی منزل پر اترنے کے وقت یہ دعا سکھائی ہے: "اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَامَّاتِ مِن شَرِ مَاخَلَقَ " اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ساتھ پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی ہے۔

اور فرمایا ہے کہ جو ایسا کرے گا اس کو وہاں سے روانہ ہونے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (مسلم) اور آپ رات آنے تک یہ دعا پڑھتے تھے۔

"يَا اَرضُ رَبّي وَرَبُّكِ الله اُعُوذُ بِاللهِ مِن شَرِّكِ وَشرِّ مَافِيكِ وَشَرِّ مَا يَدبُّ عَلَيكِ . وَاَعُوذُ بِاللهِ مِن اَسَدٍ وَاَسوَدَ مِنَ الحَيَّةِ وَالعَقرَبِ وَمِن شَرِسَاكِنِ البَلَدِ وَمِن وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ." (ابو داؤد)

''اے زمین! تیرا اور میرا رب اللہ ہے میں اس سے پناہ لیتا ہوں تیرے شر سے اور جو تیرے اندر مخلوق ہے اس کے شر سے اور ان عام چیزوں کے شر سے جو تیرے اندر چلتی پھرتی ہیں۔ اور اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیر سانپ، بچھو سے۔ اور شہر کی ہر رہنے والے اور جننے والی اور جنے ہوئے کی برائی سے۔''

اور صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

"سَمَّعَ سَامِعٍ بِحَمدِا للهِ وَحُسنِ بَلائَه عَلَينَا رَبَّنَا صَاحِبنَا وَاَفضِل عَلَينَا

عَائِذًا بِاللّٰهِ مِن النَّارِ . " (مسلم)

" سننے والے نے .اللہ کی تعریف اور جو اس کی ہم پر اچھی نعمت ہے۔ اے ہمارے رب! تو ہمارا ساتھ دے اور ہم پر بھلائی کر۔ ہم اللہ کی آگ کی پناہ لینے والے ہیں۔"

آپ جس بھی شہر یا گاؤں میں داخل ہوتے تو اس پر نظر پڑنے کے فوراً بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

"اَللّٰهُمَ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَااضلَلنَ وَرَبَّ الارضينَ السَّبعِ وَمَا اَقلَلنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا اَضلَلَنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرينَ فَاِنَّا نَسئَلُكَ خَيرَ هٰذِهِ القَريةِ وَخَيرَ اَهلِهَا وَنَعُوذُ بِكَ مِن شَرِهَا وَشَرِاَهلِها وَشَرِ مَا فِيهَا . "

(عمل اليوم والليلة، لابن سنى)

" اے آسمانوں اور جن پر ان کا سایہ ہے ان سب کے پالنہار! راستے، زمینوں جو وہ گھٹاتی ہیں (یعنی کم کر کے آپس میں سمیٹتی ہیں) ان سب کے پالنہار، شیاطین اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے پالنہار اور ہواؤں اور جن کو وہ اڑاتی یا چلاتی ہیں ان کے پالنہار ہم تجھ سے اس گاؤں والوں کی بھلائی طلب کرتے ہیں۔ گاؤں والے اور جو اس میں ہیں ان کی برائی سے پناہ طلب کرتے ہیں۔"

اور آپ ﷺ الوداع کرنے والے مسافر کو اللہ کے خوف اور ہر بلندی پر اللہ اکبر کہنے کی وصیت کرتے تھے۔ (ترمذی) اور رخصت کرتے وقت اس کے ہاتھ چھوڑنے سے قبل اپنا ہاتھ مبارک نہیں چھوڑتے تھے اور اس کو یہ الفاظ کہتے تھے: " اَستَودِعُ اللّٰهَ دِينَكَ وَاَمَا نَتَكَ وَخَوا تِيم عَمَلِكَ " (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ) تیرا دین، امانت اور پچھلا عمل اللہ کو امانت دیتا ہوں۔ (اللہ کے سپرد کرتا ہوں) اور پورے لشکر کو رخصت کرتے وقت جمع کا لفظ استعمال کرتے یعنی " دِينَكُم وَاَمَا نَتَكُم وَخَواتِيمَ اَعمَالِكُم " جب مسافر پیٹھ پھیر کر روانہ ہو جاتا تو اس کے حق میں یہ دعا کرتے تھے۔ " اللّٰهُمَّ اَطوِلَه ، بُعدَه وَهَوِن عَلَيهِ السَّفر " (ترمذی) اے اللہ! اس مسافر کی دوری لپیٹ کہ قریب کردے اور اس پر سفر کو آسان بنا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں، میرے حق میں ایسی دعا مانگو جو ثمر ہو آپ نے فرمایا۔ " زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَقوٰى " اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کا ثمر نصیب فرمائے۔ پھر کہنے لگے میرے والدین آپ پر فدا ہوں میرے لیے اس سے بھی بڑھ کر دعا کریں۔ آپ نے فرمایا " وَيَسَّرَ لَكَ الخَيرَ حَيثُ مَاكُنتَ " (ترمذی) جہاں بھی تو ہو تیرے لیے خیر اور بھلائی کو آسان کرے۔

اور جب آپ کسی بھی بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

" اللّٰهُمَّ اِنّي اَسْئَلُكَ خَيرَ هٰذِهِ السُوقِ وَخَيرَ مَافِيهَا وَاَعُوذُ بِكَ مِن شَرِهَا وَشَرِمَا فِيها اللّٰهُمَّ اِني اَعُوذُ بِكَ اَن اُصِيبَ فِيهَا صَفقَةً خَاسِرَةً "

''اے اللہ! میں آپ سے اس بازار کی اچھائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں ۔ اور اس کی برائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی سے پناہ طلب کرتا ہوں ۔ اور تجھ سے اس بات کی بھی پناہ طلب کرتا ہوں کہ اس میں (سودا سلف) نقصان کو نہ پہنچوں۔''

(الدعوات الکبیر بیہقی)

اور ابن السنی میں یہ الفاظ ہیں:

"يَمِينا فَاجِرَةً وَصَفقَةً خَاسِرَةً ."

''یعنی جھوٹی قسم اور خسارے والا سودا۔''

اور آپ نے یہ فرمایا کہ جو بازار میں داخل ہوتے وقت یہ کلمہ پڑھے گا اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور گناہ مٹائے جائیں گے اور درجات بلند کیے جائیں گے اور بہشت میں اس کے لیے گھر بنایا جائے گا۔

" لا اِلٰـهَ اِلا الـله وَحدَه لاشَرِيكَ لَه لَه المُلكُ وَلَه الحَمدُ يُحيِي ❶ وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيىُ لايَمُوتُ بِيَدِهِ الخَيرِ وَهُوَ عَلىٰ كُلِ شَىءٍ قَدِيرُ ۔"

(ترمذی ، ابن ماجه)

اور آپ سفر خواہ حضر کسی تکلیف پر یہ دعا پڑھتے تھے۔

" لاَ اِلٰـهَ اِلاَ اللّٰهُ العَظِيمُ الحَكِيمُ لااِلٰهَ اِلا اللهُ رَبُ العَرشِ العَظِيمِ لا اِلٰهَ اِلاَ اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُ الاَرضِ رَبُ الْعَرْشِ الكَرِيم" ۔ (بخاری ، مسلم)

''اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے اور وہ برد بار ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے وہ عرش عظیم کا رب ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے ۔وہ آسمانوں کا رب ہے زمینوں کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔''

اور جب کبھی کسی دشمن قوم وغیرہ سے خوف ہوتا تو یہ دعا پڑھتے ۔

" اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجعَلُكَ فِى نُحُورِ هِم وَنَعُوذُبِكَ مِن شُرُرِهِم ."

❶ يُحيِى وُيُمِيتُ حَىّ لا يُمُوتُ ۔یعنی وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا کبھی اس پر موت نہیں آئے گی۔

''اے اللہ ہم تجھے ہی ان (دشمنوں) کے مقابلے میں اپنی ڈھال بناتے ہیں ❶ اور ان کی شرارتوں سے ہم تیری پناہ چاہتے ہیں۔'' (مسند احمد، ابوداؤد)

اور جب آپ گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"بِسمِ اللّٰهِ تَوَكَلتُ عَلَى اللهِ اللّٰهُمَّ اِنَّانَعُوذُ بِكَ مِن اَن نَزِلَّ اَو نُضِلَّ اَو نَظِلم اَو نُظلِمَ اَو نَجعَلَ اوَ نُجهَلَ" (احمد، نسائی، ترمذی)

''اللہ کے نام کے ساتھ میں نے اللہ پر توکل کیا۔ اے اللہ ہم تجھ سے ہی پناہ طلب کرتے ہیں کہ بھٹک جائیں یا گمراہ ہوجائیں یا ظلم کریں یا ظلم کیے جائیں۔ جہالت کا کوئی کام کریں یا ہمارے ساتھ کیا جائے۔''

اور یہ الفاظ آسمان کی طرف منہ کر کے پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

اور گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا سکھائی ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِی ، اَسئَلُكَ خَيرَ المُولِجِ وَخَيرَ المَخرَجِ بِسمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا ، عَلَى اللّٰهِ رَبَّنَا تَوَكَّلنَا ."

''اے اللہ! میں تجھ سے خواستگار ہوں کہ میرا یہاں داخل ہونا اور نکلنا باعث خیر ہو، اللہ کا نام لے کر ہم یہاں داخل ہوئے اور اپنے رب پر ہی اپنا بھروسہ ہے۔ پھر آپ نے اپنے گھر والوں پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے۔'' (ابوداؤد)

آپ ﷺ مرغ کی آواز سنتے وقت اللہ کے فضل کا سوال اور گدھے کی آواز سنتے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اور دو افراد کو آپس میں لڑتے جھگڑتے وقت بھی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری، مسلم) آپ جمعرات کے دن سفر پر نکلتے تھے۔ (بخاری) اور اکیلے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، موطا مالک، نسائی، ترمذی ابوداؤد) منزل پر الگ تھلگ ہوکر بیٹھنے سے منع فرمائی ہے بلکہ ایک جگہ اکٹھے بیٹھنے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ سفر میں تین بھی ہوں تو ایک کو امیر ہونا چاہیے (ابوداؤد) اور یہ بھی فرمایا کہ دوران سفر خوامخواہ سواریوں کو کرسی اور منبر مت بناؤ۔ (ابوداؤد) یعنی جہاں پر رکنا ہو تو وہاں پر اتر جانا چاہیے خوامخواہ ان پر بیٹھے نہیں رہنا چاہیے اور منزل پر سواریوں کے پلان نماز سے پہلے اتارے جاتے تھے۔ (ابوداؤد) اور یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ آسودگی اور خوشحالی کے وقت جانور کو چرنے وغیرہ کا حق دو اور قحط سالی کے وقت سفر جلدی طے کرو نیز یہ بھی فرمایا کہ

---

❶ یعنی تو ہی ان کے برے ارادوں کو بدلانے والا ہے۔

رات کو پڑاؤ ڈالتے وقت راستے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ جانوروں کی گذرگاہ اور کیڑوں مکوڑوں کی رہنے کی جگہ ہے۔ (مسلم)

اور جب سواری، ثمر اور زاد راہ زیادہ ہو تو باقی ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ (مسلم) آپ نے اپنے اھل کو سواری پر ردیف بٹھایا ہے۔ (بخاری) چھوٹے بچوں کو بٹھاتے وقت ان کی سلامتی کی دعا کرتے۔ (ابوداوٗد) سفر میں اپنے ساتھ ساز کا سامان باجہ اور جانوروں میں بجنے والے آلات باندھنے سے سخت منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے سفر میں فرشتے ساتھ نہیں دیتے۔ (مسلم) نیز دوران سفر ایک آدمی کو حکم دیا کہ جس نے اپنی سواری میں گھنٹی وغیرہ باندھی ہو تو اس کو کاٹ دے۔ (بخاری، مسلم) اپنے ساتھ درندوں کی کھالیں وغیرہ اٹھانے سے بھی منع فرمائی ہے۔ (ابو داوٗد) اچانک جانور کو جھٹکا وغیرہ آنے پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، اور جانور کے کودنے بھاگنے اور تکلیف کے وقت یہ آیت پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعاً وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ (آل عمران ع ۹ پ ۳)

''کیا اللہ کے قانون کے علاوہ دوسرا قانون طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کی اشیاء رضامندی سے یا زبردستی اس کے تابع ہیں اور اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

فرمایا کہ اس طرح جانور رک جائے گا۔ (ابن السنی) اور آپ سفر میں پڑاؤ کے وقت دائیں طرف ہوتے تھے اور صبح سے تھوڑا پہلے آرام کرتے وقت کہنی کھڑی کر کے ہتھیلی مبارک رکھ کر سوتے تھے۔ (مسلم) یہ اس لیے کہ کہیں نیند کے غلبہ کی وجہ سے نماز کو دیر نہ ہو جائے۔

مدینہ میں آمد:

سلسلہ:...... پھر جب مدینہ طیبہ پر نظر پڑی تو تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ کلمات پڑھے۔

"لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحدَه لَاشَرِيكَ لَه لَهُ المُلكُ وَلَهُ الحَمدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىءٍ قَدِيرٌ، آئِبُونَ تَـائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَه وَنَصرَ عَبْدَه وَهَزمَ الاَحزَابَ وَحْدَه."

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے حمد ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدے کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی اور اکیلے سردشمنوں کی تمام جماعتوں کو

شکست دی۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ جنگ سے یا عمرہ سے لوٹتے وقت اس طرح کہتے تھے۔(بخاری، مسلم) آپ دن کے ٹائم معرس ❶ کے راستہ مدینہ میں داخل ہوئے اور شجر ❷ کے راستہ سے نکلے تھے اور آپ کا یہ قانون تھا کہ سفر سے دن کو ضحیٰ کے وقت یا شام کے وقت گھر کی طرف لوٹتے تھے۔(بخاری، مسلم) سفر اگر لمبا ہو تو رات کے وقت گھر آنے سے منع فرمایا ہے۔(بخاری، مسلم) اور چھوٹے سفر کے وقت اول رات گھر میں آنے کی اجازت دی ہے۔(ابو داؤد) اور فرمایا کہ اگر رات کے وقت آؤ تو اسی وقت گھر میں مت داخل ہو جب تک تمہاری بیویاں صفائی وغیرہ نہ کرلیں۔اور آپ ﷺ جب مدینہ کے قریب آتے تو حب الوطنی کی وجہ سے سواری کو تیز بھگاتے۔(بخاری) واپس آتے وقت مدینہ منورہ سے باہر جتنے بھی بچے گھر سے دوڑ کر آتے تھے ان کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔ایک مرتبہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو آگے اور سیدہ فاطمہؓ کے ایک بیٹے کو پیچھے بٹھایا۔(مسلم) آپ نے سفر سے واپس آکر سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوکر دو رکعتیں نفل تحیۃ المسجد پڑھی یہ حکم آپ نے جابر رضی اللہ عنہ کو بھی فرمایا تھا۔(بخاری) آپ نے مدینہ میں سفر سے واپسی پر اونٹ یا گائے ذبح کی۔(بخاری) آپ نے عورتوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ گھروں میں رہیں۔(مسند احمد، ابویعلی موصلی) آپ نے حج کرنے والے کو مبارکباد بھی دی ہے چنانچہ آپ نے عروہ بن مضرس طائی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ❸ افرح روئك يا عروة (بزار وغیرہ)

اور فرمایا کہ تمہیں حج کر کے واپس لوٹنے والا ملے تو اس پر سلام کے ساتھ مصافحہ کرو اس کو کہو کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے تیرے لیے دعائے مغفرت کرے۔(احمد) آپ نے حج وعمرہ کرنے والے اور نمازی کو اللہ تعالیٰ کا وفد قرار دیا ہے۔(نسائی) اور فرمایا کہ اللہ تعالی سے بخشش طلب کرو گے تو بخشے جاؤ گے اور فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔(بخاری، مسلم) آپ نے مدینہ منورہ میں واپس آنے کے بعد ذوالحجۃ کے باقی دن محرم کا مہینہ اور صفر کے ۲۸، دن وہیں پر رہے جب دو تاریخیں باقی رہ گئی تو آپ بدھ کے دن سیدہ میمونہؓ کے گھر پر بیمار ہوئے اور پیر کے دن ۱۲ تاریخ شام کے وقت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں وفات فرما کر ملأ الاعلیٰ سے جا کر ملے بقول امام طبریؒ کے مکۃ المکرمہ سے نکلنے سے لے کر فوت ہونے تک اندازاً ۸۰، راتیں بنتی ہیں" صَلوٰةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهٗ مَادَامَتِ الْاَيَّامُ وَاللَّيَالِیْ

❶ یعنی پچھلی رات پڑاؤ ڈالنے کی جگہ۔تعریس سے لی ہوئی ہے۔

❷ جس کی معنی ہے درخت، یہ وہ درخت ہے جہاں پر آپ ﷺ اُترے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بچے کو جنم دیا جیسے اوپر گذرا۔

❸ نہایۃ میں ہے کہ افرح روعك اذا ذهب عنه الحزن۔

وَالسَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ " اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ کے طریقہ کے مطابق حج اور عمرہ کی توفیق عطا فرمائے۔ بلکہ ہر کام میں انکی پیروی اور اتباع نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

تتمہ

''مدینہ المنورہ کی فضیلت''

مدینہ منورہ کی بڑی فضیلت ہے یہاں پر کچھ حدیثیں [1] ذکر کی جاتی ہیں:

(۱)..... امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن اور یہ صحیفہ لکھا جس میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ دو پہاڑوں کے بیچ ''عیر'' سے'' ثور'' تک حرم ہے پھر جس نے اس میں بدعت یا کوئی خراب کام کیا یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی فدیہ یا عوض نہیں لیا جائے گا۔ (بخاری، مسلم)

(۲)..... سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ کو دو پتھریلی زمینوں کے بیچ حرام قرار دیتا ہوں جس کی حدود میں نہ درخت کاٹا جائے گا نہ ہی شکار کیا جائے گا۔ اگر یہ جانیں کہ ان کے لیے مدینہ میں رہنا بہتر ہے۔ اور جو بھی منہ موڑ کر اس کو چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس سے بھی بہتر آدمی کو لائے گا اور جو اس کی مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے تو میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ ہوں۔ (مسلم)

(۳)..... ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمۃ کو حرام قرار دیا اور میں مدینہ منورہ کو دو پہاڑیوں کے بیچ حرام قرار دیتا ہوں۔ اس میں نہ خون بہایا جائے گا اور نہ ہی لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھایا جائے گا اور نہ ہی درخت کاٹا جائے گا مگر گھاس اور چارے کی اجازت ہے۔ (مسلم)

(۴)..... ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کو بخار ہوگیا پھر میں نے آپ ﷺ کو خبر دی آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ جیسا یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا۔ اور ان کو صحت نصیب کر اور اس کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما اور وہاں کی بیماری کو جحفہ کی طرف بھیج دے (بخاری، مسلم)

(۵)..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسے گاؤں میں رہنے کا حکم ہوا ہے جو تمام گاؤں پر غالب آنے والا ہے لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے جو لوگوں کو کفر سے

[1] مشکواۃ صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰.

ایسے صاف کرتا ہے جس طرح بٹھی لوہے کو صاف کرتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۶) ..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں فرشتے کھڑے ہیں تا کہ اس میں طاعون اور دجال داخل نہ ہوسکیں۔ (بخاری، مسلم)

(۷) ..... جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو طابہ (پاک اور اچھا) کر کے پکارا ہے۔ (مسلم)

(۸) ..... سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مدینہ والوں کے لیے بری تجویز سوچے گا وہ ایسے پگھل کر ختم ہوجائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۹) ..... انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آئے اور جب مدینہ طیبہ پر نظر پڑتی تو اس کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز بھگاتے۔ (بخاری)

(۱۰) ..... ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ میں دجال کا خوف اور رعب داخل نہیں ہوگا اس دن اس پر سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے کھڑے ہوں گے۔ (بخاری)

(۱۱) ..... انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مدینے منورہ میں مکہ سے دگنی برکت عطا فرما۔ (بخاری، مسلم)

مسجد نبوی کی فضیلت:

(۱) ..... بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کے علاوہ باقی مساجد میں پڑھی ہوئی ہزار نمازوں سے میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز پڑھنا بہتر ہے۔ [1]

(۲) ..... مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد، مسلم، ترمذی، نسائی ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابو الشیخ، حاکم، ابن مردویہ اور دلائل النبوۃ للبیہقی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمیوں نے اس مسجد کے بارے میں اختلاف کیا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیز گاری پر رکھی ہوئی ہے۔ ''توبہ ع ۱۳ پ ۱۱''۔ ایک نے کہا یہ مسجد نبوی ہے، دوسرے نے کہا کہ مسجد قبا ہے پھر انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ یہ مسجد رسول اللہ ﷺ یعنی مسجد نبوی ہے۔ مسجد نبوی میں بھی کتنی ہی بھلائیاں ہیں۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، رقم الحدیث: ۱۱۹۰.

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی، رقم الحدیث: ۵۱۴.

مدینہ منورہ کی طرف مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے جانا:

(ا) ...... بخاری، مسلم میں ابوسعیدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ دوسری طرف زیارت کے لیے سفر نہیں کیا جائے گا۔ ❶ مسجد حرام یعنی بیت اللہ ❷ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس ❸ میری مسجد مسجد نبوی ❹ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بصرۃ بن ابی بصرہ کے ساتھ ملا پوچھنے لگے کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا جبل طور سے آ رہا ہوں تب وہ مجھے کہنے لگے اگر وہاں جانے سے قبل مجھ سے ملاقات ہوتی تو وہاں نہ جاتے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سواریوں کو بھگا کر تین جگہوں کے علاوہ دوسری جگہ پر زیارت کے لیے سفر نہیں کیا جائے گا۔ (۱)...... مسجد حرام (کعبۃ اللہ) (۲)...... میری مسجد (نبوی) (۳)...... ایلیا (بیت المقدس) (۴)

ناظرین:...... ان احادیث سے تعلیم ملی کہ قبروں، مزاروں اور آستانوں کی زیارت کی خاطر قصد اور سفر کر کے جانا جائز نہیں ہے۔ وہ صرف ان تین جگہوں تک محدود و مخصوص ہے۔ لیکن علم کی خاطر سفر کرنا۔ نیک بندوں اور دینداروں کی زیارت کے لیے جانے کی احادیث میں ترغیب موجود ہے اس لیے یہ دونوں زیارتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

الف:...... مسلم میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے مسجد میں داخل ہونے والا یہ دعا پڑھے ❺ "اَللّٰهُمَّ افتح لِي اَبوَابَ رَحمَتِكَ" ...... اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ "اَللّٰهُمَّ اِنّي اَسالُكَ مِن فَضلِكَ" اے اللہ! تجھ سے ہی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

ابن ماجہ ص ۵۶ اور ترمذی ص ۴۲، ج ۱ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: "بِسمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُولِ اللهِ اللّٰهُمَّ اغفِرلِي ذُنُوبِي وَافتَح لِي اَبوَابَ رَحمَتِكَ."

اللہ کے نام کے ساتھ داخل ہونا شروع کرتا ہوں اور سلام ہوں اللہ کے رسول ﷺ پر اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب نکلتے تھے تو یہ دعا

❶ مشكواة ص ٦٨۔
❷ درمنثور صفحه ٢٧٧ جلد ٣.
❸ مشكوٰة صفحه ٢٧.
❹ مؤطا مالك صفحه ٣٨، نسائی صفحه ١٤٥، ج ١.
❺ مشكوٰة صفحه ٦٨.

پڑھتے تھے۔

"بِسمِ اللهِ وِالسَّلاَمُ عَلَىٰ رَسُولِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اغفِرلِی ذُنُوبِی وَافتَح لِی اَبوَابَ رَحْمَتِكَ ."

''اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں اور سلام ہوں اللہ کے رسول ﷺ پر۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

(ب):...... نکلتے وقت دروازے کے پاس کھڑے ہوکر یہ دعا پڑھے ❶ اَللّٰهُمَّ اِنِی اَعُوذُ بِكَ مِن اِبلِیسَ وَجُنُودِهِ ۔" اے اللہ! میں آپ سے ابلیس اور اس کے لشکر سے پناہ مانگتا ہوں۔

(ج):...... بخاری، مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی مسجد میں داخل ہو وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں پڑھے ❷ اس لیے زیارت کی خاطر مسجد نبوی میں داخل ہونے والے کو سب سے پہلے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔

بہشتی باغ:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَابَینَ بَیتی وَمِنبَرِی رَوضَةٌ مِن رِیَاضِ الجَنَّهِ وَمِنبَرَی عَلىٰ حَوضِی .)) (متفق علیه)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے بیچ کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض کے اوپر ہے۔''

تشریح: ...... اس حدیث سے مسجد نبوی کے اس خاص حصہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اس لیے جتنا وقت ملے اس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر تلاوت کلام اور نفلی عبادت کرے، لیکن اکثر وہاں رش ہوتا ہے اس لیے لوگوں کو تنگ کر کے، پھلانگ کے، اپنے آپ کو تکلیف دے کر یا دھکے کھا کر وہاں پہنچنا صحیح نہیں ہے اس طرح کرنے سے ثواب کے بجائے گناہ کا اندیشہ ہوتا ہے پوری کی پوری مسجد تلاوت اور عبادت کے لیے بہتر ہے۔ اس حدیث سے دو خلفاء سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بہت بڑی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ وہ ایسی جگہ پر مدفون ہیں جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے بہشت کا باغ کہا ہے۔ یہ حدیث شیعوں کی مشہور اور معتبر کتاب "الفروع من الکافی" ❸ جن کے مصنف ان کے ثقۃ الاسلام ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی ہیں اور حدیث بروایت امام جعفر صادق مروی ہے۔ اس لیے شیعہ حضرات کو بھی ان کے ایمان، تقویٰ اور

---

❶ ابن سنی صفحه ٤٣ .

❷ مشکوٰۃ صفحه ٦٨ .

❸ صفحه ٥٥ـ٤٥٤ـجلد نمبر ٤ـطبع تهران .

ولایت کے بارے میں شک نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کے حق میں کم وبیش کہنا چاہیے ۔ کیوں کہ ان کا ایمان اور اعلیٰ رتبہ ایسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو سنی خواہ شیعہ دونوں کی متفق علیہ ہے ۔

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری مسجد میں مسلسل چالیس نمازیں پڑھیں اور بیچ میں کوئی نماز فوت نہیں ہوئی تو اس کے لیے جہنم کی آگ ،عذاب اور نفاق سے برأت لکھی جائے گی ۔ ❶

ناظرین! یہ ایک فضیلت اور بھلائی ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیے ۔ مگر ایسا کرنا نہ فرض ہے اور نہ ہی حج کے احکام میں سے ہے۔ بعض لوگ اس کے فوت ہونے پر حسرت یا حج میں شک کرتے ہیں یہ محض جہالت ہے۔ بعض اوقات سفر کا وقت قریب آ جاتا ہے اور آدمی چالیس نمازیں پوری نہیں کرسکتا تو اس پر اسے تنگ دل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے حج اور زیارت میں کوئی فرق نہیں آتا اگر بغیر کسی تکلیف کے موقعہ ملے تو یہ بھلائی حاصل کرنی چاہیے ۔

قبر مبارک کی طرف جانا:

تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد قبر نبوی مبارک کی طرف زیارت کے لیے جائے اور سلام کہے جس طرح قبرستان میں داخل ہوتے وقت سلام کہنے کا حکم ہے۔ اس کے متعلق دو حدیثیں ❷ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)...... مسلم میں بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبرستان کی طرف جاتے وقت یہ دعا سکھائی تھے ۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيكُم اَهلَ الدِيَارِمِنَ اَلمُومِنِينَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا ان شَاءَ اللهُ لَكُم لَلَا حِقُوْنَ نسَأَلُ اللّٰه لَنَا وَلَكُم العَافِيَةَ . "

''سلامتی ہو ان گھروں والے مومنوں اور مسلمانوں پر اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ضرور ملنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کی دعا مانگتے ہیں۔''

(۲)...... ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورۃ میں قبرستان کے پاس سے گذرے پھر اس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا یعنی دعا مانگی ۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيكُم يٰا اَهلَ القُبُورِ يَغفِرِ الله لَنَا وَلَكُم اَنتَم سَلَفنَا وَنَحنُ بِالاَثر . "

''سلامتی ہو تم پر اے قبروں والے! اللہ ہمیں اور تم کو بخشے ،تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم

---

❶ احمد والطبرانی فی الاوسط ورجاله ثقات کما فی مجمع الزوائد صفحه ۸ جلد ٤

❷ مشکوٰة صفحه ١٥٤ ـ(٣) وقال هٰذا حديث غريب .

تمہارے پیچھے۔ ان دونوں سلاموں میں سے جو بھی پڑھے کافی ہے اور اگر دونوں پڑھے تو بھی صحیح ہے۔"

فصل:..... بار بار قبر مبارک پر آنا مسنون نہیں ہے بلکہ پوری مسجد میں جہاں درود وسلام زیادہ سے زیادہ پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ میری قبر کو عید (بار بار آنے کی چیز) مت بناؤ، اور مجھ پر صلوٰۃ پڑھتے رہو کیونکہ تمہاری صلوٰۃ مجھ پر پہنچتی ہے پھر چاہے تم کہاں بھی ہو ❶ علی بن حسین زین العابدین سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو نبی ﷺ کی قبر مبارک میں ایک کھڑکی سے داخل ہو کر دعا مانگتا تھا پھر اس کو منع کی اور کہا کہ میں تجھے حدیث نہ بتاؤں جو میں اپنے والد سے اور انہوں نے میرے دادا (یعنی علی رضی اللہ عنہ) سے سنی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری قبر کو عید مت بناؤ اور اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ اور مجھ پر صلوٰۃ پڑھتے رہو کیونکہ تم جہاں پر بھی ہو تمہارا سلام مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ ❷

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ بار بار قبر مبارک پر آنا اور سلام ودعا پڑھنا مسنون طریقے کے خلاف ہے اس کے متعلق سنن سعید بن منصور میں حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے اس کے آخر میں ہے۔ "مَا اَنْتُمْ وَمَنْ بِالاَ نْدُلُسِ اِلا سَوَاءُ" یعنی بار بار آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور تو یہاں پر درود پڑھے یا مغرب کے شہر اندلس میں پڑھے۔ دونوں برابر ہیں ❸ ایک مرتبہ جانا کافی ہے۔ باقی عورتوں کو تو قبر مبارک پر ہرگز نہیں جانا چاہیے کیوں کہ عورت کے قبر پر جانے کے بارے میں نبی ﷺ نے تنبیہ اور لعنت فرمائی ہے۔ ❹

مسجد قبا کی فضیلت:

بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ کے دن کبھی پیدل کبھی سواری پر مسجد قبا کی طرف آتے تھے اور اس میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۶۸) اس کے بعد مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد وہاں مساجد کی زیارت کرنے کی کوئی منع نہیں ہے۔ اسی طرح احد پہاڑ کی بھی زیارت کرسکتا ہے جس کے لیے بخاری میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۰)

---

❶ رواه ابو دائود باسناد حسن ، رواته ثقات كذافى كتاب التوحيد للشيخ محمد بن عبدالوهاب صفحه ٥٦-٥٧-مع شرح فتح المجيد.

❷ رواه فى المختارة كما فى كتاب التوحيد صفحه ٢٥٩تا٢٦١ .

❸ فتح المجيد - صفحه ٢٥٨-(٤) مشكوٰة صفحه ١٥٦ (ترمذى)

اسی طرح شہداء احد اور بقیع الغرقد کے قبرستانوں کی زیارت کرنا اور وہاں عبرت لینا اور ان کے حق میں دعا مانگنا جائز ہے۔ مگر باہر سے خصوصی قصد کر کے اور سفر کر کے آنا جائز نہیں ہے۔

الغرض وہاں پر جتنا بھی ٹائم ملے عبادت نیکی، تلاوت اور صلوٰۃ میں گذارے اور کچھ لوگ وہاں سے روضہ کی دیوار کے گرے ہوئے ٹکڑے لے کر آتے ہیں اور مٹی کے بنے وہ ٹکڑے جن پر مہر لگی ہوئی ہے جن کو وہ خاک شفا کہتے ہیں۔ یہ سارے کام ناجائز اور شرکیہ کاموں میں داخل ہیں جن کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

فائدہ:..... حج کے تفصیلی احکام ہم نے اپنی تفسیر بنام بدیع التفاسیر میں بھی ذکر کیے ہیں۔ خصوصاً البقرۃ رکوع ''۱۵۔۲۴'' اور ''۲۵'' کی تفسیر دیکھی جاسکتی ہے۔

نقله فی اللغة الاردیه

منیر احمد جونیجو

(جامعہ بحر العلوم السلفیہ)

بتاریخ .....۲۰۱۱/۱۱/۲۹۔ بوقت/۱۰:۲۵ شب

المقالة الثامنة

چالیس احادیث کا مجموعہ

سلف محدثین عظام کا وطیرہ رہا ہے کہ انہوں نے گلدستہ حدیث کو ''اربعین'' کے نام سے موسوم کیا ہے بعض نے ایک موضوع پر اور بعض نے مختلف موضوعات احادیث نبویہ کو یکجا کرنے کی کوشش کی تھی تو سیّد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ نے بھی اسی انداز میں سندھی زبان میں ایک احادیث کا مجموعہ جمع کیا تھا جس کو اُردو میں ہمارے محترم اُستاد شیخ عبد الجبار رحمہ اللہ کے لائق و فائق فرزند ارجمند شیخ عبد الحمید گوندل صاحب نے اُردو قالب میں بڑے ہی نفیس انداز میں ڈھالا ہے اللہ تعالیٰ تمام کی جھود قبول و منظور فرمائیں۔ آمین

(الازہری)

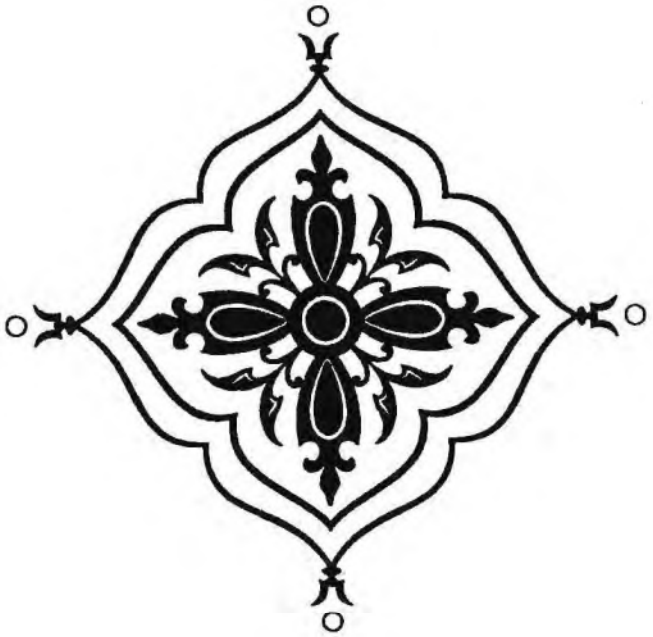

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارکان اسلام

حدیث نمبر ❶:

((عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بُنِیَ الاِسلَامُ عَلٰی خَمسٍ شَهَادةِ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُهٗ وَرَسُولُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیتَاءِ الزَّکٰوةِ وَالحَجِّ وَصَومِ رَمَضَانَ .)) (متفق علیه . مشکوٰة کتاب الایمان ج۱ ص۱۲)

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ دوسرا یہ کہ نماز قائم کرنا تیسرا زکوٰۃ ادا کرنا چوتھا حج کرنا اور پانچواں رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔''

جنت میں داخل کرنے والے اعمال

حدیث نمبر ❷:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَی اَعرَابِیٌّ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِی عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلتُهٗ دَخَلتُ الجَنَّةَ قَالَ تَعبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشرِكُ بِهٖ شَیئًا وَتُقِیمُ الصَّلٰوةَ المَکتُوبَةَ وَتُودِّی الزَّکٰوةَ المَفرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِهٖ لَا اَزِیدُ عَلٰی هٰذَا شَیئًا وَلَا اَنقُصُ مِنهُ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَن سَرَّہٗ اَن یَنظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِن اَهلِ الجَنَّةِ فَلیَنظُر اِلٰی هٰذَا .))

(متفق علیه، مشکوة کتاب الایمان ج۱ ص۱۲)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہوجاؤں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا فرض نماز ادا کرنا، فرض زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس میں ذرہ بھر زیادتی اور کمی نہیں کروں گا جب وہ واپس ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق

حدیث نمبر ۳:

((عَن مَعَاذٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنتُ رِدفَ النَّبِیِّ ﷺ عَلٰی حِمَارٍ لَیسَ بَینِی وَبَینَهُ اِلَّا مُوَخِّرَةُ الرَّحلِ فَقَالَ یَا مَعَاذُ هَل تَدرِی مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ العِبَادِ عَلٰی اللّٰهِ ؟ قُلتُ اللّٰهُ وَرَسُولُه اَعلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ لِلّٰهِ عَلَی العِبَادِ اَن یَّعبُدُوهُ وَلَا یُشرِکُوا بِهٖ شَیئاً وَحَقُّ العِبَادِ عَلَی اللّٰهِ اَن لَّا یُعَذِّبَ مَن لَّا یُشرِکُ بِهٖ شَیئاً فَقُلتُ یَارَسُولَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهٖ شَیئاً فَقُلتُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ ؟ قَالَ لَا تُبَشِّرهُم فَیَتَّکِلُوا . "

(متفق علیه مشکوة ج١ ص١٤-١٣ کتاب الایمان)

''سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا میرے اور نبی ﷺ کے درمیان اونٹ کے پالان کی لکڑی کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ ! کیا جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے ۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنادوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا انہیں خوشخبری نہ دو کیونکہ وہ اس پر توکل کر لیں گے ۔یعنی اعمال میں کوتاہی کریں گے ۔''

حدیث نمبر ۴:

١ ...... گناہوں کا کفارہ

((عَن عُبَادَةِ بنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَحَولَهُ عِصَابَةٌ مِّن اَصحَابِهٖ بَایِعُونِی عَلٰی اَن لَّا تُشرِکُوا بِاللّٰهِ شَیئاً وَّلَا تَسرِقُوا وَلَا تَزنُوا وَلَا تَقتُلُوا اَولَادَکُم وَلَا تَاتُوا بِبُهتَانٍ تَفتَرُونَه بَینَ اَیدِیکُم وَاَرجُلِکُم وَلَا تَعصَوا فِی مَعرُوفٍ فَمَن وَفٰی مِنکُم فَاَجرُه عَلَی اللّٰهِ وَمَن اَصَابَ مِن ذٰلِکَ شَیئاً فَعُوقِبَ بِهٖ فِی الدُّنیَا فَهُوَ کَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن اَصَابَ مِن ذٰلِکَ شَیئاً ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ

فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِن شَآءَ عَنهُ وَاِن شَآءَ عَاقَبَه فَبَايَعنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ .))

(متفق علیه مشکوة کتاب الایمان ج ۱ ص ۱۳)

'' سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ ان باتوں پر بیعت کرو ۔ (۱)..... اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے ۔ (۲)..... اور نہ چوری کرو گے (۳)..... اور نہ زنا کرو گے ۔ (۴)..... اور نہ کسی کو ناحق قتل کرو گے ۔ (۵)..... اور نہ ہی کسی پر جھوٹا بہتان باندھو گے (۶)..... اور نہ ہی اچھائی کے کاموں میں نافرمانی کرو گے ۔ تو جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جس نے ان میں سے کسی میں نافرمانی کی اور دنیا میں اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ سزا اس کا کفارہ بن جائے گی اور اگر کسی نے ان میں سے کوئی جرم کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیا تو پھر اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر چاہے تو اسے بخش دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے تو پھر ہم نے ان تمام باتوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ۔''

۲ ..... گناہوں کا کفارہ

حدیث نمبر ۵:

((عَن اَبِی هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلصَّلَواتُ الخَمسُ وَالجُمعَةُ اِلَى الجَمعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَينَهُنَّ اِذَا اجتُنِبَتِ الكَبَائِرُ .)) (رواه مسلم . كتاب الصلواة مشكوة ص ۵۷)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پنج وقتہ نماز اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان میں کئے گئے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک بڑے (کبیرہ گناہ) سے اجتناب کرتے رہو گے ۔''

پنج وقتہ نماز کی اہمیت

حدیث نمبر ۶:

((عَن اَبِی هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَيتُم لَو اَنَّ نَهراً بِبَابِ اَحَدِكُم يَغتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَومٍ خَمساً هَل يَبقٰى مِن دَرَنِهٖ شَىءٌ قَالُوا لَا يَبقٰى

مِن دَرَنِہٖ شَیءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الخَمسِ یَمحُو اللّٰہُ بِھِنَّ الخَطَایَا .)) (متفق علیہ مسکوہ کتاب الایمان ج ۱ ص ۵۷)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتائیے کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا میل کچیل میں سے کچھ اس کے (جسم پر) رہے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ میل میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل

حدیث نمبر ۷:

((عَنِ ابنِ مَسعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَاَلتُ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الاَعمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ الصَّلٰوۃ لِوَقتِھَا قُلتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ بِرُّ الوَالِدَین قُلتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ اَلجِھَادُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِی بِھِنَّ وَلَوِ استَزَدتُّہٗ لَزَادَنِی .))

(متفق علیہ مشکوۃ ص ۵۸ کتاب الصلوۃ)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ تمام اعمال میں سے سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے ہاں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے مقررہ وقت پر ادا کرنا میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا یہ باتیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتائیں اور اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپ ﷺ زیادہ بتاتے۔''

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

حدیث نمبر ۸:

((عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ حَقُّ المُسلِمِ عَلَی المُسلِمِ سِتٌّ قِیلَ مَا ھُنَّ یَا رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا لَقِیتَہٗ فَسَلِّم عَلَیہِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبہُ وَاِذَا ستَنصَحَكَ فَانصَح لَہٗ وَاِذَا عَطِسَ فَحَمِدَ اللّٰہَ فَشَمِّتہُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدہُ

وَاِذَا مَاتَ فَاتْبَعْهُ .))

(رواہ مسلم مشکوۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض وثواب المرض ص ۱۳۳)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں عرض کیا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم اس سے ملو اس وقت اس کو سلام کرو اگر وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو اور اگر وہ تجھ سے خیر خواہی کا مشورہ طلب کرے تو تم اس کی خیر خواہی کرو اور جب وہ چھینک مارے اور الحمدللہ کہے تو تم اس کو یرحمک اللہ کے ساتھ جواب دو اور جب وہ بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کرو اور جب مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔''

۱ ...... زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا

حدیث نمبر ۹:

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَمْ یُؤَدِّ زَکوٰتَه مُثِّلَ لَه مَالَه یَومَ الْقِیَامَةِ شُجَاعاً اَقْرَعَ لَه زَبِیبَتَانِ یُطَوَّقُه یَومَ الْقِیَامَةِ ثُمَّ یَاخُذُ بِلِهْزِمَتَیهِ یَعْنِی شَدْقَیهِ ثُمَّ یَقُولُ اَنَا مَالُكَ اَنَا کَنْزُكَ ثُمَّ تَلاوَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِینَ یَبْخَلُونَ الایة .)) (آل عمران : ۱۸۰)

(رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۱۵۵ کتاب الزکاۃ)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو وہ مال قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ اس کی گردن کا طوق بنے گا اور پھر اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تمہارا مال اور تمہارا خزانہ ہوں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ۔ ترجمہ: نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس کے ساتھ جو فضل (مال) اللہ نے انہیں عطا کیا ہے کہ وہ بخل ان کے لیے اچھا ہے بلکہ وہ بخل ان کے لیے برا ہے اور جس چیز میں بخل کیا ہوگا وہ قیامت کے دن (ان کی گردنوں میں) طوق بنا کر پہنا دی جائے گی۔''

حدیث نمبر ⑩:

②......زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا

((عَن اَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَا مِن رَجُلٍ یکُونُ لَه اِبِلٌ اَوبَقَرٌ اَو غَنَمٌ لا یُودِّی حَقَّهَا اِلَّا اُتِیَ بِهَا یومَ القِیَامةِ اَعظَمُ مَا یکُونُ وَاَسمَنُه تَطَاه بِاَخفَافِهَا وَتَنطِحُه بِقُرُونِهَا کُلَّمَا جَازَت اُخرَاهَا رُدَّت عَلَیهِ اُولُهَا حَتّٰی یُقضیٰ بَینَ النَّاسِ .)) (متفق علیه مشکوة ص ۱۵٦ـ۱۵۵ کتاب الزکوة)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں اور وہ ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا تو ان (جانوروں) کو قیامت کے دن موٹا تازہ کر کے لایا جائے گا اور پھر اس شخص کو (وہ مال) اپنے کھروں کے ساتھ روندے گا اور جب آخری جانور گذر جائے گا تو دوبارہ پہلا آنا شروع ہو جائے گا جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔''

سخی کی فضیلت اور بخیل کی مذمت

حدیث نمبر ⑪:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِن یَومٍ یُّصبِحُ العِبَادُ فِیهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنزِلَانِ فَیَقُولُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعطِ مُنفِقاً خَلَفاً وَیَقُولُ الاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعطِ مُمسِکاً تَلَفاً .))

(متفق علیه مشکوة ص ۱٦٤ ج ۱ باب الانفاق وکراهیة الامساك)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح کو بندوں کے پاس دو فرشتے اترتے ہیں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! تیرے راستے میں خرچ کرنے والوں کو (بدلہ) عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تباہ و برباد کر دے۔''

ظلم اور بخل کی سزا

حدیث نمبر ⑫:

((عَن جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِتَّقُوا الظُّلمَ فَاِنَّ الظُّلمَ ظُلُمَاتٌ

يَومَ القِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ اَهلَكَ مَن كَانَ قَبلَكُم حَمَلَهُم عَلىٰ اَن سَفَكُوا دِمَاءَ هُم وَاستَحَلُّوا مَحَارِمَهُم .))

(رواه مسلم مشكوة باب الانفاق وكراهية الامساك ج١ ص ١٦٤)

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن کر نظر آئے گا اور بخیلی سے بچو کیونکہ تم سے پہلوں کو بخیلی نے ہلاک کیا کہ انہیں خونریزی اور حرام کے کاموں میں کود پڑنے پر مجبور کیا۔''

صدقے کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۳:

((عَن اَبِی هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَن تَصَدَّقَ بِعَدلِ تَمرَةٍ مِن كَسبٍ طَيِّبٍ وَّلَا يَقبَلُ اللهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّی اَحَدُكُم فُلُوَّه حَتّٰی تَكُونَ مَثلَ الجَبَلِ .))

(متفق عليه مشكوٰة ج١ ص١٦٧ باب فضل الصدقة)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر خیرات کی اور اللہ تعالیٰ پاک کمائی کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں گھماتا ہے پھر اس (صدقے) کو ایسے پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ) ایک بڑے پہاڑ کے برابر ہو جائے گا۔''

قرآن کے متعلّم اور معلم کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۴:

((عَن عُثمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَيرُكُم مَن تَعَلَّمَ القُرآنَ وَعَلَّمَه .))

(رواه البخاری مشكوٰة ج١ ص١٨٣ كتاب فضائل القرآن)

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب میں سے وہ شخص بہترین ہے جو خود قرآن سیکھے اور پھر دوسروں کو سکھائے۔''

دعا کی قبولیت کی شرائط

حدیث نمبر ۱۵:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یستَجَابُ لِلعَبدِ مَالَم یَدعُ بِاِثمٍ اَو قَطِیعَةِ رَحمٍ مَالَم یَستَعجِل قِیلَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الاِستِعجَالُ؟ قَالَ یَقُولُ قَد دَعَوتُ وَقَد دَعَوتُ فَلَم اَرَیُستَجَابُ لِی فَیَستَحسِرُ عِندَ ذَالِكَ وَیَدَعُ الدُّعَاءَ .)) (رواہ مسلم مشکوٰۃ ج۱ ص۱۹٤ کتاب الدعوات)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کے بارے میں دعا نہیں کرتا اور جب تک وہ عجلت (جلد بازی) سے کام نہیں لیتا پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ عجلت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کہے گا کہ میں نے بہت دعائیں مانگیں مگر قبول نہیں ہوئیں پھر وہ نا امید ہوکر دعا مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔''

رمضان کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۶:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبوَابُ السَّمَآءِ وَفِی رِوَایَةٍ فُتِحَت اَبوَابُ الجَنَّةِ وَغُلِّقَت اَبوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلسِلَت الشَّیَاطِینُ وَفِی رِوَایَةٍ فُتِحَت اَبوَابُ الرَّحمَةِ .))

(متفق علیہ مشکوٰۃ ج۱ ص ۱۷۳ کتاب الصوم)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''

روزہ، قیام اللیل اور لیلۃ القدر کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۷:

((عَن اَبِی هُرَیرَة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَن صَامَ رَمَضَانَ اِیمَاناً وَّاِحتِسَاباً غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهٖ وَمَن قَامَ رَمَضَانَ اِیمَاناً وَّاِحتِسَاباً غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهٖ وَمَن قَامَ لَیلَةَ القَدرِ اِیمَاناً وَّاِحتِسَاباً غُفِرَلَه مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهٖ.)) (متفق علیه مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۳ کتاب الصوم)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے سابقہ سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان اور ثواب کی امید کیساتھ رمضان میں قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ لیلۃ القدر کا قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

روزہ دار کی فضیلت اور روزے کے آداب

حدیث نمبر ۱۸:

((عَن اَبِی هُرَیرَة رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ عَمَلِ ابنِ آدَمَ یُضَاعَفُ الحَسَنَةُ بِعَشرِ اَمثَالِهَا اِلٰی سَبعِ مَائَةِ ضِعفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصِّیام فَاِنَّهٗ لِی وَاَنَا اَجزِی بِهٖ یَدَعُ شَهوَتَه وَطَعَامَه مِن اَجلِی لِلصَّائِمِ فَرحَتَانِ فَرحَةٌ عِندَ فِطرِهٖ وَفَرحَةٌ عِندَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطیَبُ عِندَ اللّٰهِ مِن رِّیحِ المِسكِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ یَومُ صَومِ اَحَدِكُم فَلَا یَرفُثُ وَلَا یَصخَبُ فَاِن سَابَه اَحَدٌاَو قَاتَلَه فَلیَقُل اِنِّی مَرَّتَینِ صَائِمٌ.))

(متفق علیه مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۳ کتاب الصوم)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدم کی اولاد کا ہر عمل بڑھا کر دُگنا کر دیا جاتا ہے ایک نیکی سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مگر روزہ صرف میرے لیے ہے اس کا بدلہ بھی میں خود اس کو دوں گا میرے لیے وہ اپنی خواہش اور کھانا چھوڑ دیتا ہے روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک روزہ افطار کرتے

وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت، روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک وعنبر کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ (گناہوں کے لیے) ڈھال ہے جس دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ اس وقت بیہودہ گوئی اور شور شرابہ نہ کرے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا جھگڑا کرے تو اسے کہے میں روزہ سے ہوں۔''

حج کی فضیلت

حدیث نمبر ⑲:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَن حَجَّ لِلّٰهِ فَلَم یَرفُث وَلَم یَفسُق رَجَعَ کَیَومِ وَلَدَ اُمُّه .)) (متفق علیه مشکوٰة ج ۱ ص ۲۲۱ کتاب المناسك)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا کی خاطر حج کیا اور پھر بیہودہ گوئی نہیں کی اور نہ ہی نافرمانی کا کوئی کام کیا تو وہ ایسے واپس آئے گا جیسے اسی دن اسے اس کی ماں نے جنا ہو۔''

رمضان میں عمرے کی فضیلت

حدیث نمبر ⑳:

((عَن ابنِ عَبَاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ عُمرَةً فِی رَمَضَانَ تَعدِلُ حَجَّةً .)) (متفق علیه مشکوٰة ج ۱ ص ۲۲۱ کتاب المناسك)

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔''

یوم عرفہ کی فضیلت

حدیث نمبر ㉑:

((عَن عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِن یَومٍ اَکثَرَ مِن اَن یَّعتِقَ اللّٰهُ فِیهِ عَبدًا مِّنَ النَّارِ مِن یَومِ عَرَفَةَ وَ اِنَّه لَیَدنُوا ثُمَّ یُبَاهِی بِهِمُ المَلَائِکَةَ فَیَقُولُ مَا اَرَادَ هٰؤُلَاءِ .)) (رواه مسلم مشکوٰة ج ۱ ص ۲۲۸ باب الوقوف بعرفة)

''سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا

کوئی دن نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفات کے دن سے بڑھ کر لوگوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ قریب ہوتا ہے پھر فرشتوں میں ان (روزے داروں پر) فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انھوں نے کیا ارادہ کیا ہے۔''

محنت کی عظمت

حدیث نمبر ۲۲:

((عَنِ الْمِقدَامِ بنِ مَعدِیکَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَاماً قَطُّ خَیراً مِّن اَن یَّاکُلَ مِن عَمَلِ یَدَیہِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ عَلَیہِ السَّلَامُ کَانَ یَاکُلُ مِن عَمَلِ یَدَیہِ .))

(رواہ البخاری مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال ج ۱ ص ۲۴۱)

''سیدنا مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی نے بھی کبھی اس سے بڑھ کر اچھا کھانا نہیں کھایا جو اس کے ہاتھ کی کمائی سے ہو بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی میں سے کھاتے تھے۔''

۱.....حلال رزق کھانے کی فضیلت

حدیث نمبر ۲۳:

((عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقبَلُ اِلَّا طَیِّباً وَّاِنَّ اللہَ اَمَرَ الْمُؤمِنِینَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرسَلِینَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعمَلُوا صَالِحاً وَقَالَ تَعَالٰی یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُلُوا مِن طَیِّبَاتِ مَا رَزَقنَاکُم ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیلُ السَّفَرَ اَشعَثَ اَغبَرَ یَمُدُّ یَدَیہِ اِلَی السَّمَاءِ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالحَرَامِ فَاَنّٰی یُستَجَابُ لِذٰلِکَ .))

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۱ باب الکسب وطلب الحلال)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک کے علاوہ کوئی دوسری چیز قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہ حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے رسولوں کو دیا تھا چنانچہ فرمایا کہ ''اے ایمان والو ان پاک چیزوں میں

سے کھاؤ جو ہم نے آپ کو دی ہیں'' (البقرہ) پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے پراگندہ حالت میں ہوتا ہے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے (کہتا ہے) اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا اور پینا حرام کا اور لباس حرام کا ہے اور اس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہے تو پھر ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہوگی۔''

حدیث نمبر ۲۴:

۲.....حلال رزق کمانے کی فضیلت

((عَنِ النُّعمَانِ بنِ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلحَلَالُ بَيِّنٌ وَالحَرَامُ بَيِّنٌ وَ بَينَهُمَا مَتَشَابِهَاتٌ لَا يَعلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِّن النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبهَاتِ اِستَبرَاَ لِدِينِهٖ وَعِرضِهٖ وَمَن وَقَعَ فِي الشُّبهَاتِ وَقَعَ فِي الحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرعَى حَولَ الحِمٰى يُوشِكُ اَن يَرتَعَ فِيهِ اَلَا وَ اِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُه اَلَا وَاِنَّ فِي الجَسَدِ مُضغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَت فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّه اَلَا وَهِيَ القَلبُ .))

(متفق علیہ مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال ج ۱ ص ۲۴۱)

''سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر اور ان دونوں کے درمیان کچھ شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پھر جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شخص شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں داخل ہوگیا اس چرواہے کی طرح جو چراگاہ کے ارد گرد (مویشی) چرا رہا ہے قریب ہے کہ اس میں اندر داخل ہوجائے خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ حرام کردہ چیزیں ہیں خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہوگا تو سارا جسم صحیح ہوگا اور اگر وہ خراب ہوگا تو سارا جسم خراب ہوجائے گا خبردار وہ دل ہے۔''

سود کی مذمت

حدیث نمبر ۲۵:

((عَن جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَ مُوكِلَه وَ كَاتِبَه وَ شَاهِدَيهِ وَقَالَ هُم سَوَاءٌ .)) (رواہ مسلم مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۴ باب الربٰو)

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ اس کے (گناہ میں) برابر ہیں۔''

کبیرہ گناہ

حدیث نمبر ٣٦:

((عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ مَسعُودِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجلٌ يَا رَسولَ اللّٰهِ ﷺ اىُّ الذَّنبِ اَكْبَرُ عِندَ اللّٰهِ ؟ فَالَ ان تدعُوَ للّٰهِ نِدّا وَّهُوَ خَلقكَ قَالَ ثُمَّ اىُّ قَالَ اَن تَقتُلَ وَلَدَكَ خشيةَ اَن يَطعَمَ معَكَ قَالَ ثُمَّ اىُّ قَالَ اَن تُزَانِىَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَانزَلَ اللّٰهُ تَصدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰها اٰخَرَ وَلَا يَقتُلُونَ النَّفسَ الَّتِى حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالحَقِّ وَلَا يَزنُونَ اٰلايه .))

(متفق عليه مشكوٰة ج١ ص ١٦ باب الكبائر وعلامات النفاق)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ ساتھ شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس نے کہا کہ اس کے بعد کون سا ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دو وہ تمہارے ساتھ نہ کھائے پھر اس نے پوچھا کہ اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس کی تصدیق اتار دی۔ ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو نہیں پکارتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے قتل کرنا حرام کیا ہے سوائے حق کے اور نہ زنا کرتے ہیں۔''

سات ہلاک کرنے والے گناہ

حدیث نمبر ٣٧:

((عَن اَبِى هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِجتَنِبُوا السَّبعَ المُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ اَلشِّركُ بِاللّٰهِ وَالسِّحرُ وَقَتلُ النَّفسِ الَّتِى حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالحَقِّ وَاَكلُ الرِّبٰو وَاَكلُ مَالِ اليَتِيمِ وَالتَّوَلِّى يَومَ الزَّحفِ

وَقَذفُ المُحصَنَاتِ المُؤمِنَاتِ الغَافِلَاتِ .))

(متفق علیه مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات بڑے ہلاک کردینے والے گناہوں سے بچو۔ عرض کیا گیا کہ وہ کون سے ہیں؟ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا کہ ایک تو یہ کہ (۱)...... اللہ کے ساتھ شریک بنانا۔ (۲)...... کسی جان کو ناحق قتل کرنا۔ (۳)...... جادو کرنا۔ (۴)...... سود کھانا۔ (۵)...... یتیم کا مال کھانا۔ (۶)...... میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ (۷)...... پاک دامن اور بے خبر مومن عورت پر تہمت لگانا۔''

منافق کی نشانیاں

حدیث نمبر ۲۸:

((عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عَمرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَربَعٌ مَن کُنَّ فِیهِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَن کَانَ فِیهِ خَصلَةٌ مِّنهُنَّ کَانَت فِیهِ خَصلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَهَا اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَّاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ .)) (متفق علیه مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق)

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں چار عادات (نشانیاں) پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا۔ اور کس میں ان میں سے کوئی ایک عادت ہوگی تو وہ نفاق کی علامت ہے۔ جب تک وہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ اور جب بولے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو دھوکہ دے۔ اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔''

۱...... مقروض اور تنگ دست سے نرمی کرنے والے کی فضیلت

حدیث نمبر ۲۹:

((عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یُدَایِنُ النَّاسَ فَکَانَ یَقُولُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَیتَ مُعَسِّرًا تَجَاوَز وعَنهُ لَعَلَّ اللّٰهَ ان یتجاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِیَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنهُ .)) (متفق علیه مشکوٰۃ ج ۱ ص۲۵۱ باب الافلاس والانظار

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیتا تھا اور پھر خادم کو کہتا تھا کہ جب تم کسی تنگ دست کے پاس آؤ تو اس سے در گزر کرنا امید ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ بھی ہم سے در گذر فرمادے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ شخص اللہ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے درگزر فرمادیا۔''

حدیث نمبر ۳۰:

١...... مقروض اور تنگ دست سے نرمی کرنے والے کی فضیلت

((عَن اَبِی قَتَا دَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ یَقُولُ مَن اَنظَرَ مُعَسِّرًا اَو وَضَعَ عَنہُ اَنجَاہُ اللہ مِن کُرَبِ یُومِ القِیَامَةِ .))

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ج١ ص ٢٥١ باب الافلاس والانظار)

''سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اسے معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی تکالیف سے نجات دے گا۔''

شہید کی عظمت

حدیث نمبر ۳۱:

((عَن اَبِی قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ اَرَاَیتَ اِن قُتِلتُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ صَابِراً مُحتَسِباً مُقبِلاً غَیرَ مُدبِرٍ یُکَفِّرُ اللہُ عَنِّی خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ نَعَم فَلَمَّا اَدبَرَ نَادَاہُ فَقَالَ نَعَم اِلَّا الدَّینُ کَذٰلِکَ قَالَ جِبرَئِیلُ .)) (رواہ مسلم مشکوٰۃ ج١ ص ١٥٢ باب الافلاس والانظار)

''سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہوجاؤں صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید کیساتھ اور میں (میدان جنگ میں) آگے بڑھنے والا ہوں پیچھے ہٹنے والا نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو مٹادے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ جب وہ واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آواز دی اور کہا کہ ہاں سوائے قرض کے اور اسی طرح جبرئیل نے کہا ہے۔''

کسی کی زمین غصب کرنے والے کی سزا

حدیث نمبر ۳۲:

((عَن سَعِيدِ بنِ زَيدِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَن اَخَذَ شِبراً مِّنَ الْاَرضِ ظُلمًا فَاِنَّه يُطَوَّقُه يومَ القِيَامَةِ مِن سَبعِ اَرضِينَ .))

(متفق عليه مشكوٰة ج١ ص٢٥٤ باب الغضب والعارية)

''سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک بالش کے برابر ناحق کسی سے زمین چھینی تو اسے قیامت کے روز سات زمینوں کا طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔''

چور اور ظالم کی سزا

حدیث نمبر ۳۳:

((عَن جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنكَسَفَتِ الشَّمسُ فِى عَهدِ رَسُول اللّٰهِ ﷺ يومَ مَاتَ اِبرَاهِيمُ بنُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِاَربَعِ سَجَدَاتٍ فَانصَرَفَ وَقَد اٰضَتِ الشَّمسُ وَقَالَ مَا مِن شَىءٍ تُوعَدُونَه اِلَّا قَد رَاَيتُه فِى صَلٰوتِى هٰذِهٖ لَقَد جِىءَ بِالنَّارِ وَذٰلِكَ حِينَ رَاَيتُمُونِى تَاَخَّرتُ مَخَافَةَ اَنّ يُصِيبَنِى مِن لَفحِهاَ وَحَتّٰى رَاَيتُ فِيهَا صَاحِبَ المِحجَنِ يَجُرُّ قُصبَه فِى النَّارِ وَكَانَ يَسرِقُ الحَاجَّ بِمِحجَنِهٖ فَاِن فُطِنَ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحجَنِى وَاِن غُفِلَ عَنهُ ذَهَبَ بِهٖ وَحَتّٰى رَاَيتُ فِيهَا صَاحِبَةَ الهِرَّةِ الَّتى رَبَطَتهَا فَلَم تُطعِمهَا وَلَم تَدعهَا تَاكُلُ مِن خَشَاشِ الاَرضِ حَتّٰى مَاتَت جُوعاً ثُمَّ جِىءَ بِالجَنَّةِ وَذٰلِكَ حِينَ رَاَيتُمُونِى تَقَدَّمتُ حَتّٰى قُمتُ فِى مَقَامِى وَلَقَد مَدَدتُ يَدَى وَاَنَا اُرِيدُ اَن اَتَنَاوَلَ مِن ثَمَرَتِهَا لِتَنظُرُوا اِلَيهِ ثُمَّ بَدَا لِى اَن لَّا اَفعَلَ .))

(رواه مسلم مشكوة ج١ ص ٢٥٥ باب الغضب والعارية)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن ہوا اس دن جب آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو (دو رکعت) نماز پڑھائی جس میں چھ رکوع اور چار سجدے کئے گئے پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو سورج

اپنی اصلی حالت میں میں لوٹ چکا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے میں نے اسے اس نماز میں دیکھا ہے۔ بے شک جہنم کو لایا گیا جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے ہٹا اس ڈر سے کہ کہیں مجھے اس کا شعلہ (تپش) پہنچے یہاں تک کہ میں نے اس میں چھڑی والے کو بھی دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا ہے اس لیے کہ وہ حاجیوں کے سامان کو لکڑی سے چوری کرتا تھا اور اگر پتا چل جاتا تو وہ کہتا کہ اچانک سامان لکڑی میں اٹک گیا تھا اور پتا نہ چلتا تو وہ اسے لے جاتا۔ اور اس آگ میں میں نے بلی والی عورت کو بھی دیکھا جس نے بلی کو باندھ دیا تھا اور نہ اس کو کھانا دیتی اور نہ اسے چھوڑتا تا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھائے یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں بھوکی مرگئی۔ پھر جنت کو لایا گیا وہ اس وقت جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں آگے بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھایا اور میں نے ارادہ کیا کہ جنت کے میووں میں سے کچھ لے لوں تا کہ تم اسے دیکھ لو پھر میرے لیے یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں ایسے نہ کروں۔"

دین دار عورت سے نکاح کرنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۳۶:

((عَن اَبِی هُرَیرۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تُنکَحُ المَراَۃُ لِاَربَعٍ لِمَا لِهَا وَلِحَسبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِینِهَا فَاظْفَر بِذَاتِ الدِّینِ تَرِبَت یَدَاكَ .))

(متفق علیه مشکوٰة ج۲ ص۲٦٨ کتاب النکاح)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کی مالداری کی وجہ سے۔ اس کے حسب نسب کی وجہ سے۔ اس کے حسن کی وجہ سے۔ اس کے دین کی وجہ سے۔ تو تم دین دار کو حاصل کرنا تیرے دونوں ہاتھ بابرکت ہوں۔"

ناحق قتل کی سزا

حدیث نمبر ۳۷:

((عَنِ ابنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَن یَّزَالَ المُومِنُ فِی فُسحَةٍ مِّن دِینِهٖ مَالَم یُصب دَمًا حَرَامًا .))

(رواه البخاری مشکوٰة ج۲ ص ۲۹۹ کتاب القصاص)

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن ہمیشہ اپنے دین کی کشادگی یعنی رحمت میں رہتا ہے جب تک وہ حرام خون کو نہیں پہنچتا یعنی ناجائز خون بہانا اور قتل کرنا۔''

① ......شراب کی حرمت اور شرابی کی سزا

حدیث نمبر ۳۶:

((عَن جَابِرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجلًا قَدِمَ اليَمَنِ فَسَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَن شَرَابٍ يَشرِبُونَه بِاَرضِهِم مِنَ الذُّرَّةِ يُقَالُ لَه المِزرُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَوَ مُسكِرٌ هُوَ ؟ قَالَ نَعَم قَالَ كُلُّ مُسكِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهدًا لِمَن يَّشرَبُ المُسكِرَ اَن يَّسقِيَه مِن طِينَةِ الخِبَالِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَمَا طِينَةُ الخِبَالِ ؟ قَالَ عَرَقُ اَهلِ النَّارِ اَو عُصَارَةُ اَهلُ النَّارِ .))

(رواه المسلم مشكوٰة ج ٢ ص ٣١٧ باب بيان الخمر ووعيد شاربها)

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا اور اس نے نبی ﷺ سے سوال کیا مکئی والی شراب کے بارے میں جو ان کے ملک میں پی جاتی تھی جسے مزر بھی کہا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا وہ نشہ آور ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا عہد ہے جو شراب پیتا ہے اسے طینۃ الخبال پلائی جائے گی اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ طینۃ الخبال کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنمیوں کا پسینہ ہے یا ان کی پیپ۔''

حدیث نمبر ۳۷:

② ......شراب کی حرمت اور شرابی کی سزا

((عَن وَائِلِ الحَضرَمِیِ رضی اللہ عنہ اَنَّ طَارِقَ بنَ سُوَيدٍ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنِ الخَمرِ فَنَهَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا اَصنَعُهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ النَّبِیُّ اِنَّه لَيسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّه دَاءٌ .)) (رواه مسلم مشكوٰة ج ٢ ص ٣١٧ باب بيان الخمر و وعيد شاربها)

''سیدنا وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طارق بن سوید نے شراب کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا تو اس نے کہا کہ میں اسے دوا کے

طور پر استعمال کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔“

جھوٹی قسم کی سزا

حدیث نمبر ۳۱:

((عَن عَلقَمَةَ بنِ وَائِلٍ عَن اَبِيهِ رضی اللہ عنہ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّن حَضرَ مَوتِ وَرَجُلٌ مِّن كِندَةَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ الحَضرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِي عَلٰى اَرضٍ لِّي وَقَالَ الكِندِي هِيَ اَرضِي وَ فِي يَدِي لَيسَ لَه فِيهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلحَضرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ ؟ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِينُه قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلٰى مَاحَلَفَ عَلَيهِ وَلَيسَ يَتَوَرَّعُ مِن شَيءٍ قَالَ لَيسَ لَكَ مِنهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانطَلَقَ لِيَحلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا اَدبَرَ لَئِن حَلَفَ عَلٰى مَالِه لِيَاكُلَه ظُلمًا لَيَلقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنهُ مُعرِضٌ .))

(رواه مسلم مشكوٰة ج۲ ص ۳۲۷ باب الاقضية والشهادات)

”سیدنا علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص حضرموت سے آیا اور ایک شخص کندہ سے آیا تو حضرت شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے اور کندی نے کہا کہ وہ زمین میری ہے اور اس پر اس کا کوئی حق نہیں ہے تب رسول اللہ ﷺ نے حضرمی سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس گواہ ہے ؟ اس نے کہا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تیرے لیے اس پر قسم ہے یعنی تجھے اس سے قسم لینی ہے۔ (حضرمی) نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ شخص فاسق ہے جس چیز پر قسم اٹھاتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا اور یہ کسی چیز سے بھی احتیاط نہیں کرتا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس قسم کے علاوہ تیرے لیے اور کچھ نہیں ہے پھر وہ کندی شخص قسم اٹھانے کے لیے چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا جب اس نے پیٹھ پھیری اگر اس نے اس کے مال پر اس لیے قسم اٹھائی ہے کہ وہ اس کا مال ناحق کھالے تو وہ ضرور اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے منہ موڑنے والا ہوگا۔“

مجاہد کی فضیلت

حدیث نمبر ۳۲:

((عَن اَبِي هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ انتَدَبَ اللّٰهُ لِمَن خَرَجَ فِي

سَبِیلِہٖ لَا یُخرِجُہ اِلَّا اِیمَانٌ بِی وَتَصدِیقٌ بِرُسُلِی اَن اَرجِعَہ بِمَا نَالَ مِن اَجرٍ اَو غَنِیمَۃٍ اَو اُدخِلَہُ الجَنَّۃَ .)) (متفق علیہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۲۹ کتاب الجہاد)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا ذمہ اٹھایا ہے جو اس کی راہ میں نکلا اس کو صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کسی دوسری چیز نے گھر سے نہیں نکالا میں اسے اس کے حاصل کرنے والے اجر کے ساتھ لوٹاؤں گا یا غنیمت کے ساتھ یا اسے میں جنت میں داخل کروں گا۔''

حرام جانور اور پرندہ

حدیث نمبر ۴۰:

((عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَھٰی رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَن کُلِّ ذِی نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَکُلِّ ذِی مِخلَبٍ مِّنَ الطَّیرِ .))

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۵۹ باب یحل اکلہ وما یحرم)

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ناخن والے چیر پھاڑ کرنے والے جانور اور پنجے میں پکڑ کر کھانے والے پرندے سے منع فرمایا۔''

''مقالات راشدیہ'' اور صاحب مقالات

باب الاسلام سندھ میں آباد راشدی خاندان کے گل سرسبد شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ اپنے تبحر علمی و تحقیقی، ذوق مطالعہ، وسعت معلومات، کتاب دوستی، دینی علوم میں کامل دسترست، فہم وبصیرت، صلاح وتقویٰ، نیکی، دینداری، حسن اخلاق، منکسر المزاجی، قرآن وسنت سے گہری وابستگی مسلک اہل حدیث سے والہانہ شغف اور علم وعمل کے اعتبار سے منفرد اوصاف وکمالات کے حامل عالم دین تھے۔

موصوف 10 جولائی 1925 کو سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے گھر پیدا ہوئے اور 71 سال کی عمر میں انہوں نے 8 جنوری 1996 کو وفات پائی اور اپنے آبائی علاقے میں آسودۂ لحد ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب کی دینی وتبلیغی سرگرمیوں کا مرکز توحید وسنت کی شمع کو فروزاں کرنا تھا۔ آپ نے ناگفتہ بہ حالات کے باوجود غیر شرعی رسوم وعوائد کے خلاف آوازِ حق بلند کی اور توحید وسنت کا بول بالا کیا۔ اس سلسلے میں انہیں کٹھن حالات اور مصائب سے نبرد آزما ہونا پڑا لیکن وہ لومة لائم کی پروا کئے بغیر ثابت قدمی سے اپنے مشن پر گامزن رہے اور انہوں نے دین کے ہر میدان میں انتھک محنت اور جدوجہد کی اور اس کے بہت اچھے اثرات ظاہر ہوئے۔ خصوصاً انہوں نے قلمی جہاد بڑے جاندار قلم سے کیا اور بڑی گراں قدر تصانیف اور تحریریں صفحہ قرطاس پر مرتسم کیں۔

پیش نگاہ مقالات راشدیہ کی جلد پنجم حضرت شاہ صاحب کے انہی گراں قدر مقالات کا دلآویز مجموعہ ہے۔ جسے ہمارے فاضل دوست شیخ الحدیث مولانا افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ نے نہایت خوبصورت پیرائے میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ راشدی خاندان کے اہل علم کی علمی نگارشات کو مولانا افتخار احمد صاحب جس شوق اور عزم سے شائع کرا رہے ہیں اس سے ان کی علم دوستی اور راشدی خاندان سے گہری محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا افتخار احمد الازہری اور ان کے تدریسی ادارے جامعہ بحر العلوم السلفیہ کے لائق صد احترام اساتذہ اور منتظمین حضرات کو اللہ جزائے خیر دے کہ جو اس عظیم علمی کام کی اشاعت میں دن رات مصروف عمل ہیں۔

محمد رمضان یوسف سلفی
فیصل آباد

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 042 37321865

E-Mail: nomania2000@hotmail.com

M 39

Zia ur Rehman 0321-4167895